خطباتِ الحفیظ

ازافادات

قطب الارشاد عارف باللہ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ

خلیفۂ مجاز

محسن الامت حضرت اقدس مفتی محمد حسنؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور

باہتمام
حضرت حاجی عبدالستار صاحب مدظلہ
امام مسجد باب الاسلام سکھر

ترتیب وتدوین
مفتی عبدالرؤف رحیمی

ناشر: مکتبہ فتحیہ متصل جامعہ محمدیہ عربیہ نواب شاہ
Mob:0301-3818440

خطباتِ الحفیظ

ازافادات قطب الارشاد عارف باللہ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ

ناشر: مکتبہ فتحیہ نواب شاہ
0301-3818440

مکتبہ فتحیہ متصل جامعہ محمدیہ عربیہ نواب شاہ

خطباتِ الحفیظ

0301-3818440

علماء، طلباء، واعظین، طالبین، سالکین کیلئے بیش بہا تحفہ

خطباتِ الحفیظ (جلد اوّل)

از افادات: حضرت عارف باللہ قطب الارشاد ڈاکٹر حفیظ اللہ سکھروی مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہٗ

خلیفہ مجاز: حضرت اقدس مفتی محمد حسن ؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور

① بسم اللہ کی برکات	⑦ پردۂ خواتین قرآن وحدیث کی روشنی میں
② دنیا سے دل نہ لگاؤ	⑧ فکرِ آخرت
③ توجہ کیجئے	⑨ نماز سنت کے مطابق پڑھنے کا طریقہ
④ رحمتِ الٰہی سے مایوس مت ہوں	⑩ شیطانی وساوس اور اُن کا علاج
⑤ خاتمہ بالایمان کی فکر کریں	⑪ نیک صحبت کے فوائد
⑥ پانچ نعمتوں کی قدر کریں	⑫ میرا اللہ مجھ سے راضی ہو

ترتیب وتدوین: مفتی عبدالرؤف رحیمی

باہتمام: حضرت حاجی عبدالستار صاحب مدظلہٗ، امام مسجد باب الاسلام اناج بازار سکھر

ناشر: مکتبہ فتحیہ متصل جامعہ محمدیہ عربیہ نوابشاہ 0301-3818440

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : خطبات الحفیظ جلد اول

باہتمام : حضرت حاجی عبدالستار صاحب مدظلہٗ۔ مسجد باب الاسلام اناج بازار سکھر

ترتیب وتدوین : مفتی عبدالرؤف رحیمی۔ استاذِ حدیث جامعہ محمدیہ عربیہ نواب شاہ

کمپوزنگ : قاری محمد اسماعیل (ملتان) 0321-6314452

اشاعت : جنوری 2012ء۔ صفر ۱۴۳۳ھ

ملنے کے پتے

۱۔ ادارہ اسلامیات۔ 190 انارکلی اردو بازار لاہور۔
۲۔ دارالاشاعت اردو بازار کراچی۔
۳۔ ادارۃ الانور۔ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔
۴۔ قدیمی کتب خانہ۔ آرام باغ کراچی۔
۵۔ ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر 14۔
۶۔ مکتبہ معارف القرآن جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر 14۔
۷۔ ادارۃ اشاعت الخیر بوہر گیٹ ملتان۔
۸۔ المکتبۃ العلمیۃ دارالعلوم عیدگاہ کبیروالا۔
۱۰۔ بھائی عبدالغفار صاحب سویوں والے اناج بازار سکھر۔
۱۱۔ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور۔
۱۲۔ مکتبۃ الحمد نزد چوک گھنٹہ گھر ملتان۔
۱۳۔ داؤد بک اسٹال گھنٹہ گھر سکھر۔
۱۴۔ نعیم جنرل اسٹور نشتر روڈ سکھر۔
۱۵۔ حافظ محمد مبین آپٹیکل نزد الفاروق مسجد بیراج روڈ سکھر۔

عرض مرتب وناشر

اللہ جل شانہٗ کے خصوصی فضل وکرم سے قطب الارشاد عارف باللہ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ سکھروی مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے بیانات کا مجموعہ خطبات الحفیظ جلد اوّل شائع ہورہی ہے، یہ بیانات حضرتؒ کے خلیفۂ مجاز حضرت حاجی عبدالستار صاحب مدظلہٗ نے کیسٹوں سے لکھوا کر ان کی ترتیب واشاعت کے لیے احقر کے سپرد فرمائے ہیں، چنانچہ احقر نے ان بیانات کا بغور مطالعہ کرکے ان کے القابات وعنوانات قائم کردیے ہیں تاکہ استفادہ آسان ہو۔

احقر اس کتاب کی ترتیب واشاعت پر اللہ جل شانہٗ کا بے حد شکرگزار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے احقر کو اس عظیم کام کی توفیق بخشی فللہ الحمد۔

آج سے سولہ سترہ سال قبل احقر جب دارالعلوم کبیروالا میں زیرِ تعلیم تھا اور سیدی حضرت مفتی عبدالقادر صاحبؒ سے اصلاحی تعلق بھی قائم ہوچکا تھا اُس زمانہ میں حضرت مفتی صاحبؒ کی دعوت پر سکھر سے حضرت ڈاکٹر صاحبؒ اصلاحی بیانات کے سلسلہ میں کبیروالا تشریف لاتے تھے، دو تین دن قیام کے دوران دارالعلوم کے

علاوہ شہر کی مختلف مساجد و مکانات پر بیانات فرماتے، اس موقعہ پر دیگر طلباء کے ساتھ احقر کو بھی حضرتؒ کے بیانات سننے اور حضرتؒ کی خدمت کا شرف حاصل ہوتا رہتا تھا، احقر نے اُس دور میں حضرتؒ کے متعدد بیانات دورانِ بیان قلمبند بھی کیئے تھے جو آج تک الحمدللہ محفوظ ہیں۔

چونکہ احقر کو کوئی سالوں میں متعدد مرتبہ حضرتؒ کے بیانات سننے اور لکھنے کے ساتھ ساتھ حضرت کی خدمت کا بھی شرف حاصل ہوتا رہا ہے اسی وجہ سے حضرتؒ کے بیانات مرتب کرنے کا یہ کام احقر کے سپرد کیا گیا ہے۔ چنانچہ احقر نے مقدور بھر کوشش کی ہے کہ بیانات کی ترتیب واشاعت، کاغذ، جلد بندی وغیرہ عمدہ معیاری اور حضرتؒ کی شایان شان ہو، تاہم کسی چیز میں کمی کا رہ جانا بعید از امکان نہیں ہے لہٰذا قارئین کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ جو بھی کمی محسوس کریں احقر مرتب کو مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔ آخر میں بارگاہِ خداوندی میں التجاء ہے کہ اللہ جل شانہٗ اس کتاب کو قبول فرما کر حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کے لیے صدقہ جاریہ بنائے، احقر اور قارئین کو اس سے خوب مستفید ہونے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

احقر عبدالروف رحیمی عفی عنہ

مدرس جامعہ محمدیہ عربیہ نواب شاہ

۲۶ صفر ۱۴۳۳ھ

فہرست

○	تقریظ	17
○	مختصر سوانح حیات	21
○	اولاد	24
○	فہرست خلفائے مجازین	25
○	تجدید اجازت	26
❖	**بسم اللہ کے فضائل وبرکات**	29
○	بسم اللہ کی پہلی فضیلت کام میں برکت	30
○	دوسری فضیلت جہنم سے حفاظت	30
○	تیسری فضیلت قیامت میں اونچا مرتبہ ملنا	30
○	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عجیب واقعہ	31
○	بسم اللہ کی برکت سے فرعون کا عذاب سے محفوظ رہنا	31
○	عشق الٰہی کا واقعہ	32

○	ایک ہندو کے قبولِ اسلام کا عجیب واقعہ	33
○	نیک شخص کے قریب دفن ہونا بھی مفید ہے	34
○	اللہ تعالیٰ سب کی سنتا ہے	35
○	حضرت زید بن حارثہؓ کا عجیب وغریب واقعہ	35
○	اللہ تعالیٰ سب کا بادشاہ ہے	38
○	بسم اللہ کی برکت سے عذاب قبر ٹل گیا	39
○	کوے کے ذریعہ سے معذور کو کھانا پہنچایا	39
○	اندھی چڑیا کو دیکھ کر توکل پیدا ہو گیا	40
○	بچھو نے انسان کی جان بچائی	41
○	اللہ تعالیٰ کی رحمت سب کے لیے ہے	42
❖	''نماز سنت کے مطابق پڑھنے کا طریقہ''	43
○	تمہید	43
○	نماز سنت کے مطابق پڑھنی چاہیے	44
○	تکبیر تحریمہ میں ہاتھ کہاں تک اُٹھائیں؟	45
○	قیام کا طریقہ	45
○	رکوع کا طریقہ	45
○	قومہ کا طریقہ	46
○	سجدے کا طریقہ	47
○	جلسہ کا طریقہ	48

○	دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہونے کا طریقہ	49
○	قعدہ کا طریقہ	49
○	سلام پھیرنے کا طریقہ	50
○	نماز میں نظر کہاں رکھیں؟	50
○	ملائکہ کا دعائے مغفرت کرنا	51
○	تعدیلِ ارکان کے ساتھ نماز ادا کرنا	51
○	تعدیلِ ارکان حاصل کرنے کا طریقہ	52
❖	''لیلۃ القدر میں عبادات کا اہتمام''	53
○	تمہید	54
○	لیلۃ القدر میں دعاء کا اہتمام	55
○	تسبیحات کا اجر وثواب	56
○	سبحان اللہ وبحمدہ کی فضیلت	58
○	کلمہ طیبہ کے فضائل	59
○	تمام اذکار توجہ سے کیے جائیں	60
○	لیلۃ القدر میں عبادت کا اہتمام	60
❖	''پردۂ خواتین'' قرآن وحدیث کی روشنی میں	61
○	تمہید	62
○	آیتِ مذکورہ کا شانِ نزول	62
○	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی دانائی	64

○	دین کی پابندی مردوں اور عورتوں سب کے لیے ضروری ہے	65
○	پردے سے متعلق پہلی آیت	66
○	دوسری آیت	67
○	تیسری آیت	68
○	پردہ کا ثبوت حدیث سے	69
○	پردہ سے متعلق دوسری حدیث	69
○	بوڑھوں سے بھی پردہ ضروری ہے	70
○	دیور سے بھی پردہ ضروری ہے	72
○	پردہ سے متعلق تیسری حدیث	73
○	بے پردگی، بے حیائی کو دعوت دیتی ہے	73
○	ایک صحابیہ کا قابل رشک پردہ	75
○	بے پردہ عورت پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے	76
○	حضرت فاطمہؓ کا اپنے جنازے کے پردے کیلئے فکرمند ہونا	76
○	شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے والد کا قابل رشک تقویٰ	78
○	ایک لڑکی کا خوف خدا کا عجیب واقعہ	81
○	والدین کے اعمال کا اولاد پر اثر ہونا	81
○	زندگی بھر کیلئے لنگڑا پن منظور ہے بے پردگی منظور نہیں	82
○	جب حیا نہ رہے تو جو چاہو کرو	83
○	محرم عورتیں کونسی ہیں؟	83

○	استاد، پیر، کافر عورت، ہیجڑے سب سے پردہ ہے	84
○	عورت کی عزت چار دیواری میں ہے	85
❖	''نیک صحبت کے فوائد''	87
○	آیت مبارکہ کا شانِ نزول	88
○	صحابہ کرامؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے عاشق تھے	88
○	نیک لوگوں کی صحبت اختیار کریں	90
○	تقویٰ اختیار کریں	90
○	انسان دوست کے دین پر ہوتا ہے	91
○	ہر فن صاحب فن سے سیکھنا پڑتا ہے	91
○	دیندار بننے کا آسان نسخہ	93
○	حضرت عمرؓ کے فضائل اور فکرِ آخرت	94
○	حضرت تمیم داریؓ کا فکرِ آخرت	95
○	ہماری حالتِ زار	96
○	جھوٹ کا نقصان	96
○	نیک صحبت کے فوائد	97
○	دین بچانے کا واحد راستہ نیک صحبت ہے	99
❖	شیطانی وساوس اور اُن کا علاج	101
○	آیت مبارکہ کا مفہوم	102
○	شیطان کا کام وسوسہ ڈالنا ہے	102

○ شیطان کے وسوسہ کی مثال	103
○ وسوسہ کی دوسری مثال	104
○ وساوس کا آنا ایمان کی نشانی ہے	105
○ وسوسہ کی تیسری مثال	106
○ وسوسہ کا علاج	106
○ وساوس پر مواخذہ نہیں ہے	107
○ امام احمد بن حنبل کا عبرت آمیز واقعہ	108
○ مجاہدہ سے مادۂ معصیت بالکل ختم نہیں ہوتا	110
○ نفس کی مثال اژدھا کی ہے	112
○ روحانی ترقی کے مراتب لامحدود ہیں	113
○ ذوق وضبط شوق میں کش مکش	114
○ گناہ کا تقاضا برا نہیں، تقاضہ پر عمل برا ہے	115
○ نفس وشیطان ہیں خنجر در بغل	116
○ اصلاح شدہ نفس تربیت یافتہ گھوڑے کی مثل ہے	117
○ گناہ سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں	118
○ ہو کسی بھی حال میں مولیٰ سے لو لگائے جا	120
○ اصل چیز عمل ہے	122
○ قلب کی اصلاح فرض ہے	123
○ گانے بجانے کے آلات رکھنا حضور ﷺ کا مقابلہ کرنا ہے	126

○ گناہ کو حلال سمجھنا کفر ہے	127
○ ٹی وی کے خطرناک نتائج	128
○ ٹی وی حلال کرنے کے بیہودہ دلائل	130
○ خاتمہ بالخیر کی فکر کریں	132
○ اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے	133
❖ ''فکرِ آخرت''	135
○ آیات کا مضمون	136
○ دُنیا کی خاطر آخرت کا نقصان کرنا ممنوع ہے	136
○ رزقِ حلال کی طلب فرض ہے	137
○ اللہ کی محبت کو ہر محبت پر غالب رکھیں	137
○ کسبِ مال برا نہیں حبِ مال برا ہے	138
○ مولانا جامی اور خواجہ عبید اللہ احرار کا عجیب واقعہ	139
○ فکرِ آخرت فکرِ دُنیا پر غالب ہونی چاہیے	142
○ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے ایمان لانے پر چار انعامات کا وعدہ	142
○ محبتِ الٰہی کا معیار	144
○ ہر کام سیکھنے سے آتا ہے	145
○ انسان اپنے دوستوں سے پہچانا جاتا ہے	146
○ حضرت ذوالنون مصری کی قبولیتِ دعا کا عجیب واقعہ	147
○ انسان پر اللہ تعالیٰ کی بیشمار نعمتیں برستی رہتی ہیں	149

○	اعمالِ صالحہ میں دوام ہونا چاہیے	150
○	اچھی، بری صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے	151
○	محبت الٰہی حاصل کرنے کا نسخہ	152
○	ایک زاہد بزرگ کی حکایت	153
○	انسان کا مقصدِ زندگی	154
○	مال ہاتھ میں رکھو دل میں نہ رکھو	154
○	خلاصۂ وعظ	156
❖	''توبہ کیجئے''	157
○	تمہید	158
○	ہر مصیبت ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے	158
○	عمومی عذاب نیک وبد سب پر آتا ہے	159
○	اہتمام استغفار	161
○	اپنے ساتھ دوسروں کیلئے بھی استغفار کریں	162
○	جو خالق کو ناراض کرتا ہے مخلوق اس سے ناراض ہوجاتی ہے	164
○	گناہوں کی وجہ سے ظالم حکمران مسلط کیے جاتے ہیں	165
○	مایوس مت ہوں	166
○	استغفار کے کلمات اور ان کے فضائل	167
○	گناہوں کی معافی مانگنے کا طریقہ	168

❖	پانچ نعمتوں کی قدر کریں	171
○	''پانچ چیزوں کو غنیمت جانو'' پہلی فراغت	172
○	۲۔جوانی	173
○	۳۔صحت	174
○	۴۔مالداری	175
○	۵۔زندگی	176
○	دُنیا کی حقیقت	176
○	زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں	178
○	خلیفہ ہارون رشید کی دینی خدمات	178
○	ہارون رشید کے بیٹے کا زہدوتقویٰ	179
○	ہارون رشید کے بیٹے کی کرامت	182
○	شہزادے کا فکرِ آخرت	184
○	شہزادے کا سفرِ آخرت اور وصیت	187
○	ہارون رشید کیلئے نیک بیٹے کی وصیت	189
○	خواب میں شہزادے کی زیارت	191
○	اس زندگی کے لمحات بڑے قیمتی ہیں	192
❖	''دُنیا سے دل نہ لگاؤ''	195
○	تمہید	196
○	دُنیا کمانا برا نہیں اس سے دل لگانا برا ہے	196

○	اُس زندگی پہ خاک جو تیرے لیے نہ ہو	197
○	مقصدِ زندگی اللہ کو راضی کرنا ہے	199
○	ایک بزرگ کا عجیب واقعہ	200
○	''دست بہ کار دل بیار''	201
○	آئے تھے کس کام سے، کیا کام کر چلے	202
○	دُنیا کی حقیقت	203
○	فانی دُنیا سے دل مت لگاؤ	205
○	ہر شخص اپنا محاسبہ کرے	206
○	شادی بیاہ میں ہونے والے گناہ	207
○	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عذاب جہنم کو یاد کر کے رونا	209
○	بے پردگی پر عذاب ہونا	210
○	زبان درازی پر عذاب کا ہونا	211
○	زناکاری پر عذاب کا ہونا	212
○	غسلِ جنابت نہ کرنے پر عذاب ہونا	212
○	جہنم کی آگ کی تیزی	212
○	آخرت کی تیاری کیسے کریں؟	214
○	ہر عمل میں اخلاص ضروری ہے	215
○	والدین کی ذمہ داری	216
○	اپنے ساتھ ساتھ بیوی، بچوں کی فکر بھی ضروری ہے	217

❖	''خاتمہ بالایمان کی فکر کریں''	219
○	تمہید	220
○	دُنیا فانی اور آخرت باقی رہنے والی ہے	220
○	دُنیا بے گھروں کا گھر ہے	221
○	باقی رہنے والی کو فانی پر ترجیح دو	222
○	ایک رئیس کی صاحبزادی کی فکرِ آخرت	223
○	حقیقی عقلمند	224
○	قبر کی پکار	225
○	رفتہ رفتہ زندگی ختم ہو رہی ہے	227
○	حضرت عثمان غنیؓ کی گریہ وزاری	229
○	ایک تھانیدار کا عبرت ناک واقعہ	229
○	عذابِ قبر کا عبرتناک واقعہ	230
○	عذاب کا دوسرا واقعہ	231
○	دُنیا دھوکے کا گھر ہے	232
○	حالتِ نزع کی کیفیت	233
○	انسان کی اصلیت کیا ہے؟	234
○	بالآخر انسان کو خاک میں ملنا ہے	235
○	موت کے سامنے انسان بے بس ہے	236
○	حضرت عمر بن عبدالعزیز کی فکرِ آخرت	238

○	قبر کا حال نیک اور بد کیلئے یکساں نہیں	240
○	حضرت رابعہ بصریہ کا عجیب واقعہ	242
○	اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا وظیفہ	243
○	نیک انسان کا قبر میں اعزاز و اکرام	243
○	برے انسان کا انجام قبر میں	244
○	گناہوں کی وجہ سے خاتمہ خراب ہونے کا خطرہ ہوتا ہے	246
○	جہاں رہو خدا کے بندے بنے رہو	247
○	یہ زندگی غنیمت ہے	248
○	نیک لوگوں کا سفرِ آخرت	249
❖	ریل گاڑی میں بیان	251
○	میرا اللہ مجھ سے راضی ہو!	252

تقریظ

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب مدظلہٗ مہتمم دار العلوم کبیر والا۔ خلیفہ مجاز عارف باللہ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ۔

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ ○ اما بعد!

سیدی و مرشدی قطب الارشاد عارف باللہ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ خلیفہ مجاز حضرت اقدس مفتی محمد حسنؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور۔

ان پاکیزہ ہستیوں میں سے تھے جنہیں خلقِ خدا کی ہدایت اور نفع رسانی کے لیے من جانب اللہ منتخب کیا جاتا ہے، بظاہر کہنے کو وہ ایک جسمانی ڈاکٹر تھے مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ کی ولایت کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ماہر روحانی معالج اور شیخ طریقت بھی تھے، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ وقت کے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی تھے، تو بھی شاید مبالغہ نہ ہوگا، اور کسی بزرگ نے بجا فرمایا ہے کہ، حضرت ڈاکٹر صاحبؒ تھانوی سلسلہ کی آبرو تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر طرح کے ظاہری و باطنی کمالات سے نوازا تھا، مثلاً اخلاص، تقویٰ، دینداری، تواضع، عاجزی وانکساری، محبتِ الٰہی اور عشقِ رسول جیسی عمدہ صفات سے آپ مالا مال تھے، چھوٹوں پر شفقت اور ان کی دلجوئی کرنا آپ کی انفرادی صفات میں سے تھا، آپ کی ذات بابرکات اتباعِ شریعت کی عملی نمونہ تھی، آپ ہر کام میں، بالخصوص

شادی وغمی میں اتباعِ سنت کا اہتمام فرماتے تھے۔ متعلقین کو بھی متبع سنت بنانا اور دیکھنا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت کو خاص محبوبیت ومقبولیت سے نوازا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرتؒ سے استفادہ کرنیوالوں کی تعداد ہزاروں بلکہ لاکھوں میں ہوگی۔ جو بھی آپ کو دیکھتا یا ملتا وہ آپ کے اخلاقِ کریمانہ سے متاثر ہوکر آپ کا گرویدہ ہوجاتا تھا، پھر جہاں حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کے متعلقین ومتوسلین میں عوام الناس کی بڑی تعداد تھی وہاں خاصی تعداد میں تعلیم یافتہ طبقہ بھی تھا، بلکہ علماء ومشائخ کا بھی بکثرت حضرت کی طرف رجوع رہتا تھا۔

حضرتؒ کو اللہ تعالیٰ نے جو خاص مقبولیت ومحبوبیت سے نوازا تھا وہ بہت کم ہی کسی بزرگ میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۔ مجھ جیسا شخص حضرت کی شخصیت سے متعلق کیا عرض کرسکتا ہے؟ حضرت کے شیخ ومرشد کا یہ مقولہ مشہور ہے کہ ''آپ کے آنے سے مجھے فائدہ ہوتا ہے۔'' جیسا کہ پیچھے عرض کیا کہ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ ایک کامل شیخ طریقت بھی تھے اس لیے اپنے متعلقین واحباب کی تربیت واصلاح کے لیے وقتاً فوقتاً اصلاحی بیانات بھی فرمایا کرتے تھے۔ حضرتؒ کے بیانات درحقیقت حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے بیانات کا خلاصہ اور نچوڑ ہوتے تھے جو کہ نہایت مفید اور قیمتی مضامین پر مشتمل ہوتے تھے، سکھر شہر میں حضرتؒ نے لوگوں پر اس قدر محنت فرمائی کہ پورے سکھر کا ماحول حضرتؒ کی محنت کی برکت سے بہت نورانی محسوس ہوتا تھا۔ پھر صرف سکھر ہی نہیں بلکہ دیگر مختلف شہروں میں بالخصوص کبیر والا بھی سفر فرماتے اور کئی روز قیام فرما کر مختلف موضوعات پر مختلف مساجد ومکانات پر بیانات فرماتے۔ کبیر والا میں آپ کا قیام دارالعلوم کبیر والا کے مہمان خانہ میں رہتا تھا۔ مخدومی ومربی واستاذی حضرت مفتی عبدالقادر صاحبؒ

حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کے قیام وطعام اور راحت کا ہر طرح خیال فرماتے اور مختلف جگہ بیانات کا انتظام فرماتے، حضرت مفتی صاحبؒ بنفسِ نفیس نہ یہ کہ صرف بیانات میں حاضر رہتے، بلکہ ہر بیان کو قلمبند بھی کرتے تھے اور اس کے بعد اگلے بیان کا بھی خود اعلان فرمایا کرتے تھے، یوں ان دونوں بزرگوں کی محنت وکوشش سے پورے کبیر والا کی فضاء انوارات سے چمک جاتی (اللہ تعالیٰ ان دونوں بزرگوں کو جنت الفردوس کے اعلیٰ مقامات عطاء فرمائے۔ آمین) دارالعلوم کے اساتذہ وغیرہ کے لیے الگ مجلس کا بھی اہتمام فرماتے۔ بالخصوص دارالعلوم کے مہتمم صاحب کو تنہائی میں اپنی قیمتی نصیحتوں اور مفید مشوروں سے نوازتے تھے۔

حضرتؒ کا بیان نہایت شیریں، درد اور اثر سے لبریز ہوتا تھا، دوران بیان سامعین پر ایک خاموشی اور سناٹا کی سی کیفیت طاری رہتی تھی آپؒ کا بیان اس جملہ کا پورا مصداق ہوتا تھا۔

از دل خیزد بر دل ریزد

یعنی دل سے کہی ہوئی بات سامعین کے دل پر ضرور اثر کرتی ہے حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کے بیانات کی افادیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ دورانِ بیان سامعین میں سے کئی لوگ آپؒ کا بیان ساتھ ساتھ قلم بند بھی کرتے تھے، بلکہ کئی علماء اور مشائخ کو بھی بیان قلم بند کرتے دیکھا گیا ہے اور بہت سارے لوگوں نے حضرتؒ کے بیانات کو ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے کیسٹوں میں بھی محفوظ کیا ہے۔ جو دوسرے لوگوں کیلئے مفید ثابت ہوئے ہیں فللّٰہ الحمد۔ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کی وفات کے بعد ضرورت تھی اس بات کی کہ حضرتؒ کے محفوظ شدہ بیانات کو افادۂ عام کی غرض سے منظرِ عام پر لایا جائے۔ چنانچہ چند سال قبل حضرت کے بڑے

صاحبزادے حضرت ڈاکٹر نعیم اللہ مدظلہ العالیہ نے کیسٹوں کے بیانات کو مرتب کرنے کا سلسلہ شروع فرمایا ہے جو کہ تاحال جاری ہے اور اب تک ان کی ترتیب شدہ مجالس حسنہ کے نام سے دو جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں اور زیرِ نظر کتاب خطبات الحفیظ بھی حضرتؒ کے بیانات کا مجموعہ ہے۔ جو کہ بارہ مختلف مواعظ اور خطبات پر مشتمل ہے۔ یہ بیانات حضرتؒ کے خلیفہ وجانشین حضرت حاجی عبدالستار صاحب مدظلہٗ نے کیسٹوں سے نقل کروانے کے بعد ان کی ترتیب وتشکیل کا کام دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا کے فاضل و متخصص عزیزم مفتی عبدالرؤف رحیمی سلمہٗ استاذِ حدیث جامعہ محمدیہ عربیہ نوابشاہ کے سپرد کیئے ہیں جسے انہوں نے بہتر انداز میں ترتیب دیا ہے اوراُن بیانات سے استفادہ آسان بنانے کے لیے جابجا عنوانات بھی قائم کردیے ہیں۔ احقر دل کی گہرائیوں سے دعا کرتا ہے کہ اللہ جل شانہٗ ان بیانات کو قبول فرما کر سیدی ومرشدی کے لیے ذخیرۂ آخرت اور ذریعۂ ترقی درجات بنائے آمین۔ اور ان بیانات کو تحریر کرنے اور ترتیب واشاعت کا کام سرانجام دینے والوں کے لیے بھی باعثِ رحمت بنائے آمین، نیز قارئین کو زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے اوران پر عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین یارب العالمین

ارشاد احمد عفی عنہ

دارالعلوم کبیروالا

جمعۃ المبارک ۲۵ صفر ۱۴۳۳ھ

مختصر سوانح حیات

حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ولادت باسعادت ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ بمطابق ۷ جولائی 1918ء کو اس وقت کے آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر کی سرحد پر آزاد کشمیر کے ایک گاؤں ''تیانوالہ'' میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم موجودہ مقبوضہ کشمیر کے ایک گاؤں ''مناور'' میں حاصل کی۔ یہ دونوں گاؤں قریب قریب تھے۔ میٹرک کمالیہ (پنجاب) سے کیا۔

میڈیکل میں داخلے سے پہلے حضرت کے والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کو قرآن مجید کا ترجمہ تفسیر، مشکوٰۃ شریف اور گلستان بوستان سعدی پڑھادی تھیں۔ ڈاکٹری کی تعلیم امرتسر میں حاصل کی۔ 1940ء میں وہاں سے فراغت کے بعد اسی کالج کے ہسپتال میں ایک سال کام کیا اور پھر ریلوے میں بحیثیت میڈیکل افسر تعینات ہوئے۔ ریلوے کی ملازمت کے دوران انبالہ دہلی رہنا ہوا اور بعد میں بلوچستان کے ایک دور افتادہ قصبہ ''احمدوال'' میں قریباً چار سال گزارے۔

منجانب اللہ کچھ ایسے حالات پیدا ہوئے کہ ملازمت جاری رکھنے پر طبیعت آمادہ نہ ہوتی تھی۔ احباب سے مشورے ہوئے اور اپنے والد بزرگوار سے بھی

مشاورت ہوئی۔ حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی اس بارے میں استفسار کیا گیا۔ اسی دوران حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک رفیق جو اس وقت سکھر میں ریلوے کے ایک اہم عہدہ پر تعینات تھے انہوں نے از خود سکھر میں مطب اور مکان بغیر کسی اطلاع اور ایما کے خرید لیے۔

حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کو جب علم ہوا تو انہوں نے یہ بات حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور اپنے والد صاحب کے سامنے رکھی دونوں حضرات نے فرمایا یہ انتظامات منجانب اللہ ہوئے ہیں اس لیے ملازمت چھوڑ کر سکھر میں سکونت اختیار کرلیں اور وہیں اپنا نجی مطب کریں۔ اگرچہ یہ بہت مشکل فیصلہ تھا مگر بزرگوں کا فرمان تھا حضرت نے من وعن تسلیم کیا اور اس طرح 1948ء میں حضرت کا سکھر میں ورود ہوا۔ یہاں حضرت بالکل تنہا تھے۔ جگہ سے بھی واقفیت نہ تھی لوگوں سے شناسائی نہ تھی۔ مکان اور مطب کے قرضہ کا بار الگ۔ شروع کے کئی سال بہت مشکل اور تنگی اور عسرت میں گزرے مگر حضرت نے صبر اور استقامت کا دامن نہ چھوڑا۔ اس دوران مسلسل اپنے شیخ کو حالات کی اطلاع کرتے رہے اور مشوروں پر عمل کرتے رہے۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ بفضلہ تعالیٰ حالات بدلنے شروع ہو گئے۔

سکھر کے اس دورِ اوّلین میں اپنے وجدان سلیم الطبع فطرت اور طبعی تقاضے کی بناء پر سکھر اور اس کے گردونواح میں اہل اللہ اور علمائے حق کی جستجو فرماتے رہے۔ حسنِ اتفاق سمجھئے بلکہ یہ کہ خامہ تقدیر نے یوں ہی لکھا تھا کہ اس شہر سکھر اور اس کے اطراف میں حضرت تھانویؒ کے مجازین خلفا اور متوسلین سے نیابت حاصل ہوگئی اپنے مسلک اور مشرب اور ذوق کے حضرات سے ملنے کے بعد حضرت کو سکون اور اطمینان قلبی حاصل ہوگیا۔ اب حضرت کو عین الیقین ہوگیا کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ

تعالیٰ اور والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو مشورہ سکھر میں سکونت کے لیے دیا تھا وہ قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید کا مصداق تھا۔

اس کے بعد سکھر کی روحانی طور پر بنجر زمین کو کس طرح سینچا گیا اور کیسے اس چمن کی آبیاری کی گئی کیا کیا گلہائے رنگارنگ کھلے کتنوں نے اس کی خوشبو سے مشام جان معطر کیا اس کو ایک عالم نے دیکھا۔ سینتالس 47 سال حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ ذات گرامی اس چمن سکھر میں روح پھونکتی رہی جب حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ سکھر شہر کو خیر باد کہہ کر مستقل سکونت کے لیے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ حضرت کے دل میں حرمین شریفین کی محبت اشدیت کے ساتھ تھی۔ مگر اس کو رازِ نہاں کی طرح چھپائے رکھا کبھی کبھی اس محبت کی جھلک دیکھنے میں آتی خصوصاً حج کے موقعہ پر۔ 1980ء کی دہائی سے ہی بہت سے لوگوں نے مشورے دینے شروع کردیئے تھے۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے لوگوں نے وہاں بلانے اور سکونت کے لیے اصرار کیا مگر ہر مرتبہ یہی فرماتے کہ میں اس قابل نہیں ہوں کہ اس مقدس سرزمین پر رہ سکوں وہاں کے حقوق اور آداب بہت زیادہ ہیں مجھ سے ادا نہ ہو پائیں گے اس لیے ہمت نہیں پڑتی۔

آخر میں غیبی انتظامات کچھ ایسے ہوگئے کہ حضرت نے فرمایا کہ اگرچہ میں اس قابل نہیں ہوں مگر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور منشا یہی ہے۔ احقر کے ذمہ کسی کی کفالت کے حقوق واجبہ بھی ایسے نہیں ہیں۔ بچوں کی والدہ انتقال کرچکی ہیں بچے بھی سب اپنی اپنی جگہ کام کررہے ہیں ان کی طرف سے بھی یکسوئی ہے۔ احقر کی کوشش کے بغیر اقامہ بھی لگ گیا ہے اور کچھ لوگوں کو اشارات غیبی ایسے ملے ہیں۔ کہ اب اگر انکار کروں تو اس میں بے ادبی کا پہلو نکلتا ہے یوں حضرت نے ترک وطن اور سکونت دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ فرمالیا۔ تقریباً پانچ سال مدینہ طیبہ میں مقیم

رہے اور 19 فروری 2000ء بمطابق ۱۳ ذی قعدہ ۱۴۲۱ھ بروز ہفتہ مدینہ منورہ کے وقت کے مطابق دن کے قریباً دس بجے دارِ فانی سے کوچ فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم کہ بہار آخر شد

(ماخوذ از مجالس حسنہ جلد اوّل)

اولاد

حضرت کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ سب سے بڑے بیٹے ڈاکٹر نعیم اللہ صاحب خلیفہ مجاز حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفیؒ (گنگا رام ہسپتال شعبہ چشم لاہور) دوسرے جناب حبیب اللہ صاحب خلیفہ مجاز مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ (پوسٹ بکس 23۔ گجرات) تیسرے جناب ڈاکٹر کریم اللہ مکی صاحب خلیفہ مجاز حضرت نواب نصرت علی صاحبؒ (سول ہسپتال شعبہ میڈیسن کراچی) چوتھے حضرت ڈاکٹر کلیم اللہ صاحب خلیفہ مجاز حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحبؒ (دارالشفاء سکھر)

بڑی بیٹی وزیر آباد میں اور حضرت کے داماد کا پتہ (منیر کلاتھ ہاؤس مین بازار وزیر آباد ضلع گوجرانوالا) دوسری بیٹی لاہور میں، ان کے شوہر ڈاکٹر حفیظ الحق صاحب خلیفہ مجاز حضرت مفتی عبدالحکیم صاحبؒ اور حضرت والا ڈاکٹر صاحبؒ۔

(اضافہ از مرتب)

فہرست خلفائے مجازین

حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ

(مندرجہ ذیل تحریر حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہے)

اصلاح باطن فرض ہے اور اس کی فکر کرنا اور رکھنا ضروری ہے تاکہ تکمیل ہو سکے لہٰذا سالکین سبیل جن کا اصلاحی تعلق مجھ سے ہے ان سے گزارش ہے کہ احقر کے مجازین مندرجہ ذیل میں سے کسی سے اصلاح کا تعلق قائم کرلیا جائے۔ اُمید ہے ان شاء اللہ تعالیٰ صحیح رہنمائی فرمائیں گے۔

۱۔ مولوی سید عبدالقدوس صاحب سراناں والے۔
۲۔ حاجی عبدالستار صاحب معرفت محفوظ میڈیکو اناج بازار سکھر۔
۳۔ قاری دین محمد صاحب مہتمم مدرسہ فتح العلوم ریلوے روڈ چنیوٹ۔
۴۔ حاجی عبداللہ اشرفی صاحب، میڈیکل سٹور محلہ ڈاگئی طوطکاں مالاکنڈ ایجنسی صوبہ سرحد۔
۵۔ مولوی ارشاد احمد صاحب، استاذ الحدیث دارالعلوم عیدگاہ کبیروالہ، ضلع خانیوال۔
۶۔ محمد حسن امام صاحب، پوسٹ بکس نمبر 885 مکہ مکرمہ۔

٧۔ مولانا فضل الرحیم صاحب، نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ، لاہور۔

٨۔ مولوی محمد عتیق الرحمن، مدرس وناظم جامعہ عبداللہ بن عمر 23 کلومیٹر فیروز پور روڈ، گجومتہ نزد کاہنہ نو، لاہور۔

تجدید اجازت

کچھ حضرات جو خود بھی صاحب کمالات ہیں اور اکابرین سلسلہ کے مجاز بھی ہیں کچھ عرصہ سے مجھ سے ان کا تعلق رہا ہے ان پر پورے اطمینان کی وجہ سے اپنی طرف سے بھی ان کو احیائے سلسلہ کی خاطر بیعت وتلقین کی اجازت دی ہے ان سے بھی رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

١۔ جناب مفتی عبدالرؤف صاحب، دارالعلوم کراچی
(خلیفہ مجاز مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

٢۔ جناب ڈاکٹر حفیظ الحق صاحب، مکان نمبر 22 گلی نمبر 19 رتن سٹریٹ بیرون چوبچہ دھرم پورہ لاہور۔
(خلیفہ مجاز حضرت مفتی عبدالحکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سکھروی)

٣۔ جناب مولانا محمود اشرف صاحب، دارالافتاء دارالعلوم کراچی۔
(خلیفہ مجاز حاجی محمد شریف صاحبؒ ملتان)

نیز جناب حضرت صوفی محمد سرور مدظلہ، کے مجاز حضرت مفتی عبدالقادر صاحب مدظلہ سے دیرینہ تعلقات کی وجہ سے ان کے حالات کا علم ہے کہ وہ بھی اس فن کو خوب سمجھتے ہیں اور مجھے کافی اطمینان ہے لہذا جو سالک چاہے ان سے بھی اصلاحی تعلق قائم کرکے صحیح رہنمائی حاصل کرسکتا ہے۔

دستخط

احقر حفیظ اللہ غفرلہٗ

درج ذیل حضرات کا انتقال ہو چکا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

١۔ مولوی سید عبدالقدوس صاحب سراناں والے۔

٢۔ قاری دین محمد صاحب مہتمم مدرسہ فتح العلوم ریلوے روڈ چنیوٹ۔

اللہ تعالیٰ ہم پسماندگان کو صحیح فہم دین عطا فرمائے عقلِ سلیم سے نوازے پورے اخلاص کے ساتھ اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرمائے۔ دنیا وآخرت سنوار دے اور قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے بزرگوں کے ساتھ جمع فرمائے۔

آمِین ثُمَّ آمِین بِحَقِّ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

(ماخوذ از مجالسِ حسنہ جلد اوّل)

اور حضرت مفتی عبدالقادر صاحبؒ کا بھی وصال ہو چکا ہے۔ (از مرتب)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

بسم اللّٰہ کے فضائل وبرکات

خطبہ مسنونہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا۔ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّلَہٗ۔ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا۔

اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝۱ (سورۃ العلق: آیت ۱)

بسم اللہ کی پہلی فضیلت کام میں برکت

کل بیان کر رہا تھا۔ بسم اللہ شریف کے فضائل کیا کیا ہیں۔ اس سلسلے میں مزید فضائل کا ذکر کیا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو بھی کوئی کام اچھا ہو اس کے ساتھ ہمیشہ بسم اللہ پڑھ لیا کرو۔ اس سے ان شاء اللہ برکت ہوگی۔ اور اگر بسم اللہ نہیں پڑھی تو پھر بے برکتی ہوگی۔ برکت کا مطلب یہ ہوا کرتا ہے کہ اس چیز کا پورا پورا فائدہ تم کو نصیب ہو جائے گا۔

دوسری فضیلت جہنم سے حفاظت

ارشاد فرماتے ہیں کہ بسم اللہ کے انیس (۱۹) حروف ہیں اور جہنم کے داروغے بھی انیس (۱۹) ہیں۔ تو گویا کہ ایک ایک حرف کے ذریعے سے ایک ایک داروغے کے عذاب کو رفع کیا جاتا ہے اور ایک اور نقطہ نکالا گیا ہے کہ دن رات میں جو چوبیس (۲۴) گھنٹے ہوتے ہیں پانچ گھنٹے تو انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت میں، پانچوں نمازوں میں، اس کے وضو سے لے کر اس کے ختم تک لگ جاتے ہیں، باقی (۱۹) انیس ساعتیں رہ جاتی ہیں۔ انیس ساعت انیس گھنٹے رہ جاتے ہیں اور انیس ہی حروف ہیں تو جو شخص بسم اللہ شریف پڑھتا رہتا ہے اس کی شیطان سے حفاظت رہتی ہے۔

تیسری فضیلت قیامت میں اونچا مرتبہ ملنا

اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو آدمی راستے پر جا رہا ہو اور اس کو کاغذ نظر آئے اس پر بسم اللہ لکھی ہوئی ہو یا اللہ کا نام لکھا ہوا ہو اس کو اُٹھا لے تو ایسا آدمی قیامت میں صدیق شمار کیا جاتا ہے۔ یہ دین کے ادب کی وجہ سے اللہ کے نام کی ادب کی وجہ سے ہے اور حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ کل آپ نے سن لیا تھا کہ انہوں نے بسم اللہ شریف والا کاغذ اُٹھایا اور صاف کیا، ستھرا کیا، خوشبو لگائی، پھر اللہ نے کہاں سے کہاں پہنچا دیا، کیسے کیسے انعامات سے نوازا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عجیب واقعہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک دفعہ پیٹ میں درد ہوا تو اللہ تعالیٰ جل شانہ سے دُعا کی کہ یا اللہ پیٹ میں درد ہو رہا ہے اس کے لیے میں کیا کروں؟ حق تعالیٰ جل شانہ نے فرمایا فلاں بُوٹی ہے اس بُوٹی کو استعمال کرو تو ان شاء اللہ تمہارا درد صحیح ہو جائے گا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہ بُوٹی استعمال فرمائی تو آرام آ گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر پیٹ میں درد ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اب وہی بُوٹی دوبارہ استعمال فرمائی لیکن آرام نہ ہوا، عرض کیا، یا اللہ! آپ نے پہلے فرمایا، میں نے وہی بوٹی استعمال کی، میرے پیٹ میں درد کو آرام آ گیا تھا۔ اب میں نے استعمال کی، آرام نہیں آیا تو حق تعالیٰ جل شانہ نے فرمایا، اے موسیٰ (علیہ السلام)! اب تم نے اپنی مرضی سے بُوٹی کھائی ہے، پہلے میرے کہنے سے بُوٹی کھائی تھی۔ اے موسیٰ علیہ السلام میرا نام نہ ہوتا دُنیا میں ساری چیزیں زہریلی ہوتیں، یہ میرے نام کی برکت ہے کہ دُنیا میں لوگوں کو راحت مل رہی ہے، آرام مل رہا ہے، لذتیں مل رہی ہیں، یہ سارے میرے نام کی برکت سے ہیں۔

بسم اللہ کی برکت سے فرعون کا عذاب سے محفوظ رہنا

فرعون شروع شروع میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ماننے والا تھا۔ بعد میں فرعونیت آ گئی اس کے اندر، اور اپنے خدا ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سمجھاتے رہتے تھے، جب کسی طریقے سے بھی وہ نہ مانا تو موسیٰ علیہ السلام نے پھر بددعا کی۔ یا اللہ! ان کے مالوں پر مہر لگا دیجئے، بند کر دیجئے، مال استعمال نہ کر سکیں اور جب تک ان کو سخت عذاب نہ دیں گے ایمان نہ لائیں گے، بہت میں نے سمجھایا، یہ مانتے نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ فرعون اور فرعون کی قوم تھی سب کے لیے

عذاب مانگا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے، تو جب فرعون نے ربوبیت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ پہلے خدا کو مانتا تھا اس وقت محل بنایا تھا، اس پر لکھا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم پہلے کا لکھا ہوا تھا۔ محل اب بھی موجود تھا تو حق تعالیٰ نے فرمایا، اے موسیٰ! آپ نے بددعا تو کی ہے لیکن میری نگاہ جو ہے اس مبارک نام پر ہے جو اس کے دروازے پر ہے جب تک اس محل پر بسم اللہ لکھا رہیگا میں اس کو عذاب نہ دوں گا۔ اس کو باہر عذاب دوں گا۔

چنانچہ وہ دریا کے اندر غرق ہوا۔ سب جانتے ہیں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○ یہ سارے حروف جو ہیں اللہ ہی کے نام ہیں۔ اللہ، الرحمن، الرحیم۔ لفظِ اللہ جو ہے اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے۔ الرحمن صفاتی نام ہے اور بسم جو ہے اس میں ب س م اس میں بھی مفسرین نے فرمایا: ب، بر سے ہے، بر کے معنی ہیں بے حساب دینا، اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ﴿۲۸﴾ حق تعالیٰ جل شانہ کی اتنی نعمتیں ہیں اتنے احسانات ہیں ہمارے اوپر، اتنے انعامات ہیں ہمارے اوپر اتنے احسانات ہیں، اتنی نعمتیں ہیں تو وہ خود فرماتے ہیں۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ اگر تم میری نعمتوں کو گننا شروع کرو، پورا نہیں کر سکتے، تو بر کا معنی بہت احسان کرنے والا بہت محسن ہے۔ بڑے احسان کرتے ہیں، تو احسان مختلف طریقوں سے ہوتا ہے۔ اسلام کی توفیق دیتے ہیں، کھانے پینے کے لیے دیتے ہیں، زندگی دیتے ہیں، عافیت دیتے ہیں، ہر طرح کے احسانات ہیں ان پر۔

عشق الٰہی کا واقعہ

ایک مسلمان کے گھر کے پاس ایک مجوسی رہتا تھا آگ کو پوجنے والا، وہ مسلمان اس مجوسی کے پاس گیا اس کی بیمار پرسی کے لیے، جاکے دیکھا تو آخری وقت تھا اس کا، تو مسلمان نے یہ خیال کیا کہ آخری وقت ہے اب میں اسکو کلمہ شریف کی تلقین کروں۔ شاید کلمہ شریف پڑھ لے۔ تو میرا پڑوسی ہونے کا حق ادا ہوجائے گا،

اسلام پر خاتمہ ایمان پر خاتمہ اس کا ہوجائے گا، ساری زندگی سدھر جائے گی اس کی، اس نے سارا حال پوچھنے کے بعد اس کو اسلام کی دعوت دی۔ اس نے پوچھا کہ اسلام میں لے آؤں تو میرا فائدہ کیا ہوگا؟ اس نے کہا کہ تو جہنم کی آگ سے بچ جائے گا جنت میں پہنچ جائے گا، اس ایمان پر خاتمہ ہوجائے گا اس نے کہا مجھے جہنم کی آگ کا ڈر نہیں ہے نہ جنت کا لالچ ہے ہاں ایک بات ہے اگر تم مجھ سے وعدہ کرو کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کراؤں گا تو پھر میں مسلمان ہوجاتا ہوں۔ مسلمان نے اللہ کے توکل پر وعدہ کرلیا۔ کیونکہ جو جنت میں جائے گا اس کو دیدار ہوجائے گا، اس نے کہا مجھے رسید دو، مسلمان نے رسید لکھ دی، اس مجوسی نے کلمہ شریف پڑھ لیا، ایمان پر خاتمہ ہوگیا۔ کچھ دن بعد خواب میں اس مسلمان نے اس مجوسی کو دیکھا پوچھا کیا حال ہے؟ کہنے لگا کچھ نہ پوچھو تم نے میرے اوپر بڑا احسان کیا میری پیشی اللہ کے سامنے ہوئی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تم میرے سچے عاشق ہو نہ دوزخ کے ڈر سے مسلمان ہوئے ہو نہ جنت کے لالچ سے مسلمان ہوئے ہو صرف میری محبت اور میری زیارت کے لیے مسلمان ہوئے ہو میرے سچے عاشق ہو۔

ایک ہندو کے قبولِ اسلام کا عجیب واقعہ

ایسے ہی ایک مسلمان کے پڑوس میں ایک ہندو تھا۔ مسلمان روزانہ صبح تلاوت کرتا اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○ شروع کرتا۔ تلاوت کرتا رہتا۔ پڑوسی جو ہندو تھا اس کے دل پر روزانہ کی تلاوت کا اثر ہوتا۔ وہ دیوار کی ایک طرف پڑھتا۔ دوسری طرف وہ بیٹھ جایا کرتا تھا، وہ تلاوت شروع کرتا وہ سننا شروع کرتا، سنتا رہتا سنتا رہتا، یہ روزانہ کا معمول تھا اس کا تلاوت کرنے کا، اس کے سننے کی وجہ سے دل کے اندر قرآن مجید اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت بڑھتی چلی گئی۔ قرآن مجید کے الفاظ اس کے دل پر بڑا اثر کرتے چلے گئے۔ کچھ دن دیکھا کہ وہ ہندو

جو ہے باہر نظر نہیں آتا، معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ بیمار ہے اور بیہوش ہے یہ اندر چلے گئے مسلمان کو دیکھ کر اس نے آنکھیں کھولیں اور کہنے لگا کہ مجھے تمہارا بڑا انتظار تھا، تم مجھے کلمہ پڑھا دو اور کہا مجھے بار بار یہ آواز آ رہی ہے قرآن مجید کی آیت پڑھنا شروع کر دی۔ ایک دفعہ نہیں دو دفعہ نہیں بار بار یہ آیت ہی میرے ذہن میں آ رہی ہے سنائی دے رہی ہے "يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِي جَنَّتِي ﴿٣٠﴾" اے وہ جان پاک جس کو اللہ کے اوپر اطمینان تھا چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ وہ تجھ سے راضی ہے تو اس سے راضی۔ "فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ﴿٢٩﴾" میرے نیک بندوں میں تو بھی شامل ہو جا اور جنت میں پہنچ جا، بس انہوں نے کلمہ شروع کیا، اس کی جان نکل گئی، کیسا وہ محسن ہے، احسان کرنے والا اتنے احسان کرنے والا، اتنے کہ مسلمان کے پڑوسی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرما دیا۔ اسی واسطے فرماتے ہیں جب کہیں مکان لیں نیک آدمی کے پاس مکان لینا چاہیے، جب اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر ہوتی ہے، ان پر رحم فرماتے ہیں تمہارے اوپر بھی رحم فرما دیں گے، ایسے ہی کہتے ہیں کہ دفن کرنا ہے تو نیک آدمی کے قریب دفن کرنا چاہیے۔

نیک شخص کے قریب دفن ہونا بھی مفید ہے

ایک دفعہ مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا اور پوچھا حضرت یہ بتایئے کہ لوگ بڑا خیال کرتے ہیں کہ کوئی نیک انسان ہو، اس کے نزدیک دفن کیا جائے تو فائدہ ہوتا ہے اس سے۔ اس وقت اتفاق سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک طالب علم پنکھا جھل رہا تھا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ پہلے تو اس بات کا جواب دیجئے کہ آپ کو پنکھے کی ہوا آ رہی ہے کہ نہیں؟ آ رہی ہے؟ کہا آ رہی ہے، پنکھا جھلنے والا

آپ کو جھل رہا ہے لیکن ہوا مجھے بھی آ رہی ہے۔ فرمایا چونکہ تم میرے نزدیک ہو اس لیے کہ جھل مجھے رہا ہے، ہوا آپ کو بھی آ رہی ہے، کہا جس طرح جب نیک مردے کے قریب دفن کیا جاتا ہے جو نعمتیں اس پر نازل ہو رہی ہیں تو قریب والوں پر بھی اس کا اثر ہوتا ہے۔ بر کے معنی ہیں احسان کرنے والا۔

اللہ تعالیٰ سب کی سنتا ہے

س ہوتا ہے سمیع سے سمیع بمعنی بڑا سننے والا ہر ایک کی بات سنتے ہیں چاہے ایک چونٹی بھی بلائے چاہے گھوڑا بلائے چاہے ہاتھی بلائے چاہے ہمارا جیسا انسان بلائے، ہر ایک کی سنتے ہیں چاہے گناہ گار انسان بلائے اس کی بھی سنتے ہیں۔ یہ نہیں کہ ولیوں کی سنتے ہیں، ہر ایک گناہ گار کی سنتے ہیں، ہر دن میں ہر حالت میں ہر ایک کی پکار سننے والے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ﴿١٦﴾ (سورۃ ق: آیت ۱۶) تمہاری شہ رگ سے زیادہ قریب ہے اس واسطے اللہ والوں کو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سن رہے ہیں۔ اس واسطے ہمیشہ ہر ضرورت میں اللہ ہی کو پکارتے رہیں تو جب بھی کوئی مشکل پیش آتی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو فوراً اللہ کی بارگاہ میں رجوع فرماتے۔

حضرت زید بن حارثہؓ کا عجیب وغریب واقعہ

زید بن حارثہ یہ غلام تھے۔ گھر کے رئیس تھے، کھاتے پیتے تھے، اب جو لڑائی میں پکڑے گئے تو غلام بن گئے ہیں، والد کو پتہ لگا کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ کے گھر میں خدمت کرتا ہے۔ اس نے ارادہ کیا کہ جتنے بھی پیسے لیں گے میں دے کر لے آؤں گا۔ چنانچہ آئے والد، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے بیٹے کو

بھیج دیجیے گا، آپ نے غلام بنا رکھا ہے، خواہ کتنے بھی پیسے ہوں میں دینے کو تیار ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیں پیسوں کی ضرورت نہیں، تم لے جاؤ بے شک اس کو، والد نے کہا چل بیٹا میرے ساتھ، اس نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی چھوڑ کر میں نہیں جا سکتا جوان کی غلامی میں مجھے حاصل ہوا ہے وہ مجھے گھر میں حاصل نہیں ہوگا۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیار آیا، کہا کہ تم میرے بیٹے ہو، تو بعض لوگوں نے اس کے بعد سے زید بن محمد کہنا شروع کر دیا تو قرآن مجید میں آیا کہ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ (الاحزاب: آیت ۵) کسی کو بلانا ہو تو اس کو باپ کے ساتھ نسبت کرنا چاہیے، غیر باپ سے نسبت نہیں کرنا چاہیے۔ زید بن حارثہ کہنا چاہیے۔ زید بن محمد نہیں کہنا چاہیے۔ ویسے بیٹے جیسا سلوک کرنا ہو تو یہ اور بات ہے، لیکن نام جو ہے زید بن حارثہ کہنا چاہیے اور کسی صحابی کا نام قرآن مجید میں نہیں آیا۔ حضرت زید کا نام آتا ہے تو یہ جو زید ہے۔ زید بن حارثہ ایک دفعہ سفر میں گئے اور ایک منافق بھی ساتھ تھا۔ منافق وہ ہوتا ہے جو ظاہر کرتا ہے اسلام کو اور اندر کفر ہوتا ہے اس کے، زید بن حارثہ جا رہے تھے، ایک جگہ جنگل میں تھکے ہوئے تھے، لیٹ کر سو گئے جب سو گئے تو نیند کی حالت میں اس منافق نے رسی سے باندھ دیا زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو۔ ان کی آنکھ کھلی، دیکھا کہ میں رسی میں جکڑا گیا ہوں تو اس نے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ میں تم کو قتل کروں گا، فرمایا کیوں؟ اس لیے کہ تم محمد کو دوست رکھتے ہو، (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور مجھے ان سے دشمنی ہے، وہ منافق کہنے لگا جس کا تعلق اللہ تعالیٰ جل شانہ سے ہو، جس کو یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ ہر چیز پر قدرت کاملہ رکھتے ہیں جس کو معلوم ہو کہ ہر طرح حق تعالیٰ جل شانہ ہر ایک کی سنتے ہیں تو وہ اللہ ہی کو پکارے گا نا۔ آج ہمیں یقین نہیں ہوتا، ایسے ڈھیلے ہو جاتے ہیں ہم اللہ کو پکارتے ہیں یہ خیال کرتے ہیں کہ پتہ نہیں سنتے بھی ہیں

کیا نہیں یہ بڑی توہین ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ یقیناً سنتے ہیں۔ ساری خرابیاں ہمارے اندر ہوتی ہیں تو انہوں نے منافق سے منت سماجت نہیں کی فوراً فرمایا "یا رحمٰن اغثنی" فوراً عرض کیا "یا رحمٰن اغثنی... یا رحمٰن اغثنی" اے رحمٰن! میری فریاد کو پہنچیے اور فوراً وہ تلوار لے کر کھڑا ہو گیا تھا۔ ایک اچانک آواز آتی ہے "ویلك لا تقتل" تیرے اوپر ہلاکت ہوا سے مت قتل کرو، وہ اُٹھ کے اِدھر اُدھر جھانکنے لگا کہ کس طرف سے آواز آ رہی ہے، کون آ رہا ہے کس نے آواز لگائی ہے۔ "لا تقتل..." دیکھ کر آئے کوئی نہیں تھا۔ پھر تلوار اس پر سونتی پھر آواز آئی "ویلك لا تقتل" پھر وہ دیکھ بھال کے آیا تو پھر سونتی، پھر آواز آئی "لا تقتل" اتنے میں اچانک پیچھے آواز کے ساتھ ہی ایک نوجوان پہنچ گیا اور آ کر زور سے تلوار مار کر منافق کی گردن اُڑا دی۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کا مقرب فرشتہ جبرئیل ہوں، جب تم نے پہلی بار بلایا تھا، "یا رحمٰن اغثنی یا رحمٰن اغثنی" اے رحمٰن میری فریاد کو پہنچیے "یا رحمٰن اغثنی" تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بلوایا کہ اے جبرئیل فوراً پہنچو اس کی مدد کو تو میں نے ساتویں آسمان سے آواز دی تھی اور دوسری دفعہ میں پہلے آسمان پر آ گیا تھا اس وقت میں نے آواز دی تھی اور تیسری دفعہ زمین پر آ کر آواز دی۔ بات یہ چل رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بسم اللہ کی س سمیع سے ہے سننے والے ہر ایک کی سنتے ہیں تو اس واسطے ہمیں بھی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، وہ کامل القدرت بھی ہیں اور سنتے بھی ہیں، ہر چیز کو دے بھی سکتے ہیں، ہمیشہ تعلق ان سے ہونا چاہیے۔ اب چونکہ ہماری مانگی ہوئی چیز نہ ملے اس میں خیر اور حکمت ہوتی ہے وہ ہم نہیں جانتے ہیں گویا کہ قبول ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اپنی رحمت خاصہ کے ساتھ متوجہ ہو جاتے ہیں یہ بھی یقینی بات ہوتی ہے بسم کے اندر س کے بعد م آتا ہے م۔ م کے معنی ہیں ملک (بادشاہ)۔

اللہ تعالیٰ سب کا بادشاہ ہے

اللہ تو پوری کائنات کا بادشاہ ہے انسانوں کا، جنوں کا، چرندوں کا، پرندوں کا، درندوں کا، چونٹیوں کا، کیڑوں مکوڑوں سب کا بادشاہ ہے..... حضرت سلیمان علیہ السلام کو کتنی بڑی بادشاہی ملی تھی؟ انسانوں کی، جنوں کی، جانوروں کی، مچھلیوں کی، ہر طرح کی ملی تھی۔ ایک دفعہ بہت دن تک بارش نہیں ہوئی، قحط ہو گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے انتظام کیا کہ استسقاء کی نماز پڑھنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ سے دُعا کرنی چاہیے کہ یا اللہ! یہ ہمارے بوڑھے بھی حاضر ہیں ہمارے بچے بھی حاضر ہیں، جانور بھی حاضر ہیں، ہم بھی خستہ حالی کے پرانے کپڑے پہن کر حاضر ہو گئے ہیں، مہربانی فرما کر بارش کر دیجیے، یہ جا رہے تھے نا، ابھی تو راستے میں، دیکھا کہ ایک چونٹی الٹی لیٹی ہے، پاؤں اوپر کیے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگ رہی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی دُعا قبول کر لی تو فرمانے لگے واپس چلو، لوگوں نے پوچھا کہ ابھی تو ہم نے نماز بھی نہیں پڑھی، فرمایا کہ اس چونٹی کی دُعا اللہ تعالیٰ نے سن لی ہے اور وہ چونٹی کے بھی بادشاہ ہیں۔ اس چونٹی کے اوپر بھی رحم آ گیا، اس کی دُعا سن لی ہے اور بارش ہو جائے گی اور بڑے زور کی بارش ہوگی۔ رحمٰن کا مطلب ہے بے حد مہربان جو بن مانگے دے اور مسلمان کو بھی دیتے ہیں کافر کو بھی دیتے ہیں۔ رحیم نہایت رحم کرنے والا جو مانگنے پر دیں رحیم مسلمانوں کے لیے ہیں رحمٰن ساری مخلوق کے لیے ہیں۔ ان دونوں معنوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے ہی مہربان ہیں۔

بسم اللہ کی برکت سے عذابِ قبر ٹل گیا

یہ واقعہ آپ نے کئی دفعہ سنا ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دفعہ تشریف لے جا رہے تھے، دیکھا کہ ایک قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔ دُعا وغیرہ کی، پھر چلے گئے، واپسی پر دیکھا کہ اس قبر کے عذاب میں تخفیف ہوگئی۔ کافی عرصے کے بعد آئے۔ تخفیف ہوگئی اور رحمت کے فرشتے موجود تھے، عذاب کے فرشتے جا چکے تھے۔ پوچھا یا اللہ! اس پر تو عذاب ہو رہا تھا، یہ معاملہ کیا ہوا؟ تو حق تعالیٰ جل شانہ نے فرمایا: اے عیسیٰ! جب یہ شخص فوت ہوا تو اس کی بیوی حاملہ تھی، بچہ پیدا ہوا، بچہ چار پانچ سال کا ہوا تو اس کی بیوی نے یہ خیال کیا اس کو مدرسہ میں داخل کیا جائے اور استاد نے اس کو بسم اللہ کا سبق دیا۔ آج یہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ رہا ہے اس کا بچہ، تو مجھے حیاء آئی کہ جس کا بیٹا رحمٰن اور رحیم کو یاد کرے اس کے باپ کو میں عذاب دوں۔ اب اس سے اندازہ لگا لو جس کا بیٹا حافظ ہو یا ناظرہ پڑھنے والا ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ مہربان نہیں ہوں گے؟ تو بڑے ہی مہربان ہیں۔ بڑے ہی مہربان۔

کوے کے ذریعہ سے معذور کو کھانا پہنچایا

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے، دیکھا کہ ایک کوا آیا اور ایک روٹی اُٹھا کے اُڑا، اب بجائے اس کے کہ اُڑ کے درخت پر بیٹھ کے کھا لیتا، روٹی لے کر اُڑنا شروع کر دیا، چلنا شروع کر دیا، ان کو دل میں خیال آیا کہ اس جانور کی عادت یہ ہے کہ جو چیز لیتا ہے تو منڈیر پر بیٹھ کر یا درخت پر بیٹھ کر کے کھا لیتا ہے، یہ اُڑ کے کیوں جا رہا ہے، دل میں اللہ تعالیٰ نے ڈال دیا، یہ بھی بھاگے، اس کی طرف کہ کہاں جا رہا ہے، یہ بھاگے چلے جا رہے ہیں، وہ اُڑتا چلا جا رہا

ہے، جاتے جاتے دیکھا، قریب میں ایک جنگل تھا، اس جنگل میں جا کر دیکھا کہ ایک معذور آدمی ہے، اس کی ٹانگیں کسی نے جکڑ دیں، بندھی ہوئی ہیں اور وہ بھوکا تھا، اس کوے نے جا کر اس کے سامنے روٹی ڈال دی۔ کیسے رحمن ہیں۔ یہ ایک جانور جو حریص ہے اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ جل شانہ نے جان بچالی اور یہ گئے انہوں نے جا کے رسی کھول دی، آزاد ہو گیا، اپنے گھر چلا گیا، اس کی جان بچ گئی، کس عنوان سے اس کی جان بچوائی، کس عنوان سے رسی کھلوائی، اللہ تعالیٰ جل شانہ نے۔

اندھی چڑیا کو دیکھ کر توکل پیدا ہو گیا

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ جب شروع شروع میں اس رستے میں لگے ہیں، فقیری اختیار کی، تو خدشہ رہتا تھا کہ پتہ نہیں میں لگ تو گیا ہوں ایسا نہ ہو بھوکا رہنا پڑ جائے مجھے، بھوک میں مر جاؤں۔ حق تعالیٰ جل شانہ بڑے ہی مہربان ہوتے ہیں۔ یہ رحمن رحیم کی بات چل رہی ہے نا۔ ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے یہ ہی سوچ رہے تھے، اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ایک چڑیا اوپر سے گری، وہ چڑیا اندھی تھی، اب ان کے دل میں خیال آیا کہ یا تو یہ مر جائے گی یا پھر اس کے روزی کا سامان اللہ تعالیٰ کریں گے۔ تو جب تک اس کا حشر نہ ہو جائے یا کھانا پہنچتا ہے یا مرتی ہے یہ دیکھ ہی لوں۔ اچانک زمین کے اندر سے دو کٹوریاں نکلیں، ایک سونے کی ایک چاندی کی، ایک کے اندر تل تھے، ایک کے اندر پانی تھا۔ اس چڑیا کو جب احساس ہوا کہ میرے قریب کوئی چیز آئی، اس چڑیا نے چونچ ماری، تل کھائے پیٹ بھر کے، پھر پانی پی لیا، جب پیٹ بھر گیا، پھر کٹوریاں غائب ہو گئیں تو ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب چڑیا کو اللہ تعالیٰ دے سکتے ہیں تو مجھ کو نہیں دیں گے؟ توکل میں

پختہ ہو گئے، تو اللہ تعالیٰ مجھے ضائع نہیں کریں گے۔ جب اللہ تعالیٰ اس ضعیف ناتواں کو ضائع نہیں کرتے تو مجھے کیسے ضائع کریں گے۔

بچھو نے انسان کی جان بچائی

اسی طرح ایک دفعہ دریائے نیل کے کنارے پر حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کھڑے تھے۔ اچانک دیکھتے ہیں کہ بہت بڑا بچھو دریا کی طرف بھاگ رہا ہے، ان کو بڑی حیرانی ہوئی کہ بچھو کو دریا سے دور بھاگنا چاہیے یہ تو پانی میں جا رہا ہے۔ جب دریا کے کنارے پہنچا تو دریا میں ایک بڑا سا کچھوا پانی پر تیرتا ہوا کنارے کے قریب آ گیا۔ بچھو نے چھلانگ لگائی اور کچھوے پر سوار ہو گیا۔ جب اس کے اوپر بیٹھ گیا تو کچھوے نے چلنا شروع کیا۔ دریا کے اس طرف جا کے اُتر گیا۔ یہ حیران کہ کوئی خاص بات ہے جس بچھو کا کام ہے پانی سے بھاگنا...... پھر اس جانور کا نکلنا اس پر سوار ہونا یہ تو کوئی خاص بات ہے یہ بھی دریا میں چل دیے، وہ بھی پار ہو گئے، یہ بھی پار ہو گئے۔ اس پار ہو کر جانور وہاں ٹھہر گیا اور بچھو اُتر کر خشکی پر چلا گیا۔ اب جلدی چلنا شروع کر دیا۔ وہ جا رہا ہے جا رہا ہے جا رہا ہے، پھر قریب جا کے دیکھا کہ ایک آدمی ایک درخت کے نیچے لیٹا ہوا ہے اور ادھر سے ایک اژدھا آ رہا ہے اس کو کاٹنے کے لیے یہ بچھو بیشتر اس کے کہ وہ اژدھا اس آدمی کو کاٹے اس نے سانپ کو کاٹا، سانپ مر گیا، انسان بچ گیا۔ انہوں نے اس کو بیدار کیا کہ بھئی مبارک ہو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے دشمنوں سے تیری جان بچائی ہے وہ رحمن ہے وہ رحیم ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت سب کے لیے ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم (بڑے ہی رحمن ہیں بڑے ہی رحیم ہیں) ہمیں ساری اُمیدان سے وابستہ رکھنی چاہیے۔ ہر ایک کی سنتے ہیں، ہر ایک کے ساتھ مہربان ہیں، ہماری توقع کی دولت کبھی کام نہیں آئے گی۔ ایک باپ اپنے بچے کو ہر مانگی چیز نہیں دیتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ بچے کی خیر خواہی اسی میں ہے، اور وہ جو ایک ماں باپ نہیں ستر سے زیادہ مہربان ہیں، ہماری مانگی چیزیں نہیں دیں گے تو یقیناً اس کے اندر مصلحت ہوتی ہے۔ بچہ نقصان والی چیز مانگتا ہے، کھانے کی مانگتا ہے، نقصان والی چیز بھی مانگتا ہے...... لیکن ہماری شفقت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اسے روکے...... اس طرح حق تعالیٰ جل شانہ کی شفقت کا تقاضا ہی ہوتا ہے کہ ہماری ہر مانگی چیز نہیں دیتے، ہمارے لیے مصلحت رکھتے ہیں، حکمت دیکھتے ہیں، بہتری دیکھتے ہیں جس میں ہماری بہتری ہوتی ہے وہ کام کرتے ہیں، جب بھی ہم مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ جل شانہ سے یقیناً وہ ہماری طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ یقیناً یقیناً أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿١٨٦﴾ (سورۃ البقرۃ: آیت ۱۸۶) میں یقیناً دُعا کرنے والے کی دُعا قبول کرتا ہوں۔ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿١٨٦﴾ (سورۃ البقرۃ: آیت ۱۸۶) چاہیے کہ مجھ سے مانگے حکم تو اس واسطے ایسے مہربان اللہ کا دروازہ چھوڑ کر کہیں نہیں جانا چاہیے...... بات چل رہی تھی کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے کتنے فائدے ہیں، ہر کام خیر بسم اللہ پڑھ کر کرنا چاہیے، پوری پوری برکت حاصل ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

"نماز سنت کے مطابق پڑھنے کا طریقہ"

خطبہ مسنونہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا ۔ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ ۔ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۔ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۔ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِيْعَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا ۔

امابعد:

تمہید: نماز سنت کے مطابق پڑھنے کا بیان چل رہا تھا کل، عملی طور پر نیت کیسے باندھی جاتی ہے، نیت کر کے پھر ہاتھ کہاں باندھے جاتے ہیں؟ کس طریقے سے باندھے جاتے ہیں؟ رکوع کیسے کیا جاتا ہے؟ رکوع کی حالت میں اعضاء کہاں کہاں اور کیسے رکھے جاتے ہیں؟ رکوع قومہ کے بعد سجدے میں جاتے ہوئے کس ہیئت اور

کس شکل میں جانا چاہیے؟ سجدہ کی کیا نوعیت ہونی چاہیے؟ اور دو سجدوں کے درمیان کیسے بیٹھنا چاہیے؟ ان کا بیان ہوا تھا اور عملی طور پر کر کے دکھایا گیا تھا۔ آج اس کو دوبارہ دُہرا رہے ہیں ہر شخص اپنے آپ کو سوچے کہ میں نے ایسے کرنا ہے۔

نماز سنت کے مطابق پڑھنی چاہیے

نماز ویسے بھی پڑھ لیتے ہیں۔ یہ طریقہ جو ہے یہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ ہے۔ ہماری نماز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کے نمونہ کے مطابق ہونی چاہیے۔ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ارشاد فرمایا: "صلوا کما رایتمونی اصلی (الحدیث)" (نماز اس طرح پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو) یعنی جس طرح میں نیت باندھوں ویسے تم نیت باندھو، جس طرح میں ہاتھ باندھوں قیام میں ایسے تم باندھو، جس طرح میں رکوع کروں ویسے تم رکوع کرو، جس طرح میں قومہ کروں ویسے تم قومہ کرو، جس طرح میں سجدہ کروں اور سجدے میں جاؤں اس طرح تم کرو، جس طرح دو سجدوں کے درمیان جلسہ ہو ایسے آپ بھی کرو، تو مقصد یہ ہے کہ ساری حرکات نماز میں یا سارے ارکان نماز کے ہمارے اس نمونہ کے مطابق ہونے چاہئیں جس نمونے کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عملی طور پر کر کے دکھایا ہے۔ یہ مثال ہے۔ مولانا مفتی عبدالحکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب لکھی ہے، میں یہ آپ کو پڑھ کے جو خاص مردوں کے لیے ہے وہ طریقہ بتاتا ہوں، عورتوں کا چھوڑ دوں گا تو ہر شخص اپنا سوچتا جائے کہ میں نے یوں کرنا ہے اور اگر کسی کے سمجھ میں نہ آئے تو بعد میں پوچھ سکتا ہے۔

تکبیر تحریمہ میں ہاتھ کہاں تک اُٹھائیں؟

تو مرد کو نیت باندھتے وقت کانوں تک ہاتھ اُٹھانے چاہئیں اور انگلیوں کا حکم دو جگہ ہے جب آپ رکوع میں ہوں تو انگلیوں کو پھیلا کر گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑنا ہے اور سجدوں کی حالت میں انگلیاں ہاتھ کی انگلیوں کو قبلہ رُخ کر کے ملا کر رکھنا ہے باقی تشہد میں قعدہ میں نیت باندھتے وقت جس طرح بھی آپ کی انگلیاں ہوں قدرتی طور پر ویسے رہنے دیں اس کے لیے کوئی اہتمام نہیں کرنا تو ہاتھ اُٹھاتے ہوئے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں اور انگلیوں سے قبلہ رُخ رکھنا ہے۔ بلا قصد و ارادے جس قدر انگلیاں کھلیں کھلی رہنے دیں آپ ارادۃً نہ ملائیں نہ کھولیں۔

قیام کا طریقہ

مرد کو ناف کے نیچے دونوں ہاتھ باندھنے ہیں، دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ کر چھوٹی انگلی اور انگوٹھے سے کلائی کے جوڑ کو پکڑیں اور باقی تین انگلیاں کلائی کے اوپر رکھ دیں اور اس کو ڈھیلا نیچے چھوڑ دیں یہ خود بخود ناف کے نیچے چلا جائے گا۔ اب قیام کی حالت میں آپ سورۃ فاتحہ پڑھیں ثناء پڑھیں گے۔ سورۃ فاتحہ پڑھیں گے۔ اس کے بعد سورۃ ملائیں گے اور یہ یاد رکھیے گا کہ ہم میں سے ہر شخص کو سورۃ فاتحہ کے بعد آمین آہستہ آواز سے کہنا ہے پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں جانا ہے۔

رکوع کا طریقہ

رکوع کی حالت میں ہاتھوں کی انگلیاں کھلی رکھ کر گھٹنوں کو مضبوط پکڑ لیں اور رکوع کی حالت میں سر کمر اور سرین تختہ کی طرح برابر ہو جائیں اس کے لیے آپ مشق کریں اور اپنے ساتھی دوست اپنے واقف کار کو دکھائیں کہ دیکھو میرا سر میری کمر وغیرہ برابر ہے یا نہیں؟ اور کمی ہو تو مشق کر کے ٹھیک کر لینا چاہیے تاکہ ہماری نماز سرکارِ

دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کا نمونہ بن جائے، اور اس کے لیے بڑی آسان صورت یہ ہے کہ آپ جب سر کو قیام کی حالت میں رکھیں گے اسی طرح رکوع میں بھی وہ ہی ہے نہ دانستہ طور پر نیچے کریں سر کو، نہ اوپر کریں، وہ خود بخود کمر کی سیدھ میں آجائے گا اور ایک خاص بات یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں سے مضبوط کر کے تان لے، ہاتھوں کو یہ کلائی کہنی کا جوڑ جو ہے نا اس کو آپ اکٹھا نہ کریں جان بوجھ کے ایسے نہ کریں بازو تان کے سیدھا رکھیں تو خود بخود سارے اعضاء ٹھیک ہو جائیں گے سر بھی کمر بھی سرین بھی سیدھی ہو جائے گی، ہاتھوں کو تان کر رکھیں، مضبوطی سے گھٹنوں کو پکڑنا اور ہاتھوں کو سیدھا رکھنا ہے۔ اچھا ایک بات اور خیال رکھنی ہے کہ ہاتھ اور بازو جو ہیں پسلیوں سے جدا رہیں اور پنڈلیوں کو بھی سیدھا رکھنا ہے۔ بعض لوگ جب رکوع کرتے ہیں تو گھٹنے پر بل دے لیتے ہیں۔ بلکہ سیدھا رکھنا ہے، جوڑ گھٹنے کا سیدھا رکھنا ہے، اب رکوع پورا ہو گیا۔

قومہ کا طریقہ

رکوع کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر کھڑے ہونا ہے اس کو قومہ کہا جاتا ہے سیدھا کھڑے ہو کر سکون ہو، پھر آدمی سجدہ میں جاتا ہے، سمع اللہ لمن حمدہ، ربنا لک الحمد، اتنا تو سارے ہی کہتے ہیں اگر اس کے بعد آپ نے حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ یہ پڑھ لیں تو اس کا بھی بہت زیادہ ثواب اللہ تعالیٰ جل شانہ کے پاس سے ملتا ہے۔ اس طرح آپ پڑھیں گے رکوع کے بعد قومہ اچھی طرح ہو جائے گا۔ آپ سکون سے کھڑے ہو جائیں گے اور ہمیشہ یہ یاد رکھیں کہ چار پانچ ہیتیں ہیں یہ ہماری درست ہو جائیں تو ہماری نماز اکثر ٹھیک ہو جائے گی۔ (۱) ایک تو قیام کی حالت میں کیسے نیت باندھ کر کھڑے ہونا ہے۔ (۲) ایک رکوع کیسے ہے؟ (۳) قومہ سے سجدہ میں جاتے ہوئے کس طرح جاتے ہیں؟ (۴) اور سجدہ کی حالت ہماری کیسی ہے؟ (۵) اور قعدہ

میں کس طرح بیٹھنا ہے؟ ان چار پانچ کی مشق کر لیں پھر ان شاء اللہ سارا کام ہمارا ٹھیک ہو جاتا ہے تو رکوع تو آپ نے کر لیا ہے قیام میں ہاتھ باندھنے پر نظر رکھنی ہے۔

سجدے کا طریقہ

اب قومہ سے سجدے میں جاتے ہوئے اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدے کو جاتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھو اور زور دے کے پہلے گھٹنے زمین پر ٹیکے، زمین پر گھٹنے ٹیکنے ہیں، اب دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں زمین پر اتنا فاصلہ دے کر رکھیں کہ سر دونوں ہتھیلیوں کے درمیان آجائے۔ رکوع قومے سے سجدے میں جاتے ہوئے۔ دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھو مضبوطی سے، اور نیچے جانا شروع کرو۔ پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھو، پھر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں جہاں سجدہ کرنا ہے وہاں رکھو اتنا فاصلہ ہو کہ بیچ میں سر آجائے اور ہاتھ کے انگوٹھے کانوں کے نرم حصے کے برابر ہو جائیں۔ یہ نرم جگہ ہے گوشت کی کان کے اس حصے کے برابر ہاتھ آجائیں سجدے کی حالت میں کان سے ہاتھ پیچھے ہو اور نہ آگے ہو۔ بلکہ انگوٹھا جو ہے اس کے مقابل میں آجائے، کان کا نچلہ حصہ جو نرم گوشت ہوتا ہے اس کے برابر آجائے اور اتنا فاصلہ دونوں ہاتھوں کا رکھنا ہے کہ سر، چہرہ بیچ میں آجائے اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملا کر قبلہ رُخ رکھنی چاہیے۔ یوں نہیں کہ ٹیڑھا رکھیں، سیدھا رکھنا چاہیے قبلہ کی طرف اب سجدہ کی حالت میں دونوں ہاتھوں کی کہنیوں کو اُٹھا کر رکھنا ہے اور یہ خیال رکھنا ہے کہ یہ دونوں بازو آپس میں بھی نہ ملیں، بازو سینے سے نہ ملیں، ران پیٹ سے نہ ملے، ران پنڈلی سے نہ ملے۔ یہ خاص خیال رکھنا ہے سجدے کی حالت میں دونوں ہاتھوں کی کہنیوں کو اُٹھا کر رکھنا ہے، کھڑا رکھنا ہے، پیٹ کو رانوں سے الگ رکھیں، آستینوں کو زمین سے جدا رکھنا ہے، بازوؤں کو پسلیوں سے جدا رکھنا ہے اور سجدہ کرتے وقت سینے کو اُٹھا کر رکھنا ہے۔ اب سجدہ جو ہے پورا ہو جائے گا، سجدے میں رکوع میں بھی، سجدہ

میں بھی، تین دفعہ، پانچ دفعہ، سات دفعہ، طاق عدد کے ساتھ کہنا ہے (رکوع میں) "سبحان ربی العظیم (سجدے میں) سبحان ربی الاعلیٰ" کہنا ہے۔ جتنا آپ سکون سے نماز پڑھیں گے اتنی نماز آپ کی قیمتی بن جائے گی توجہ سے اور دھیان سے ہر ہر رُکن کی طرف ہر ہر الفاظ ادا کرتے ہیں ان کی طرف پوری توجہ، دھیان جتنا آپ کریں گے اتنی نماز آپ کی قیمتی بنتی چلی جائے گی۔

جلسہ کا طریقہ

سجدے سے اُٹھ کر کیسے بیٹھنا ہے؟ بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھیں اور بائیں پاؤں کو کھڑا رکھیں اور اس کی انگلیاں قبلہ رُخ رہیں اور ہاتھوں کی انگلیوں کو بغیر قصد اُملائے قبلہ رُخ رکھنا ہے، انگلیوں کے سرے گھٹنوں کی طرف رہیں جب ہاتھوں کو رانوں پر رکھیں گے، انگلیوں کے سرے جو ہیں یہ گھٹنوں تک رہیں یہاں تک رہیں یہ جلسہ کی حالت ہے۔ بائیں پاؤں پر بیٹھنا ہے اور کوشش کرنا ہے کہ بائیں پاؤں کی انگلیاں بھی، بچھے ہوئے پاؤں کی انگلیاں بھی قبلہ کی طرف رہیں اور دائیں پاؤں کی انگلیاں بھی قبلہ کی طرف ہوں اور پاؤں کو کھڑا رکھنا ہے جو لوگ معذور ہوں یا مجبور ہوں وہ جس طرح بھی کرلیں، یہ تندرست آدمی کی ہیئت ہے کہ تندرست آدمی کو اس طرح کرنا چاہیے تا کہ ہماری نماز سنت کے مطابق ہو جائے۔ اب اس کے بعد آدمی دوسرا سجدہ کرتا ہے یہ دو سجدوں کا درمیان جو ہوتا ہے اس کو جلسہ کہا جاتا ہے جس طرح رکوع کے بعد کھڑا ہو کر اطمینان سے قومہ کیا ہے اسی طرح دو سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھنے کو جلسہ کہتے ہیں۔ پھر دوسرا سجدہ کرنا ہے اب جیسے کل عرض کیا تھا اس میں آپ اگر یہ دُعا پڑھ لیں تو پھر اور بھی انسان سکون کے ساتھ جلسہ ادا کرسکتا ہے۔

"اَللّٰھُمَّ اغفرلی وارحمنی وعافنی واھدنی وارزقنی"

دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہونے کا طریقہ

اچھا سجدہ سے جب آپ اُٹھیں سجدے سے پیشانی پہلے اُٹھائیں پھر ناک اُٹھائیں پھر دونوں ہاتھ اُٹھائیں، اب دونوں ہاتھوں کو اُٹھا کر گھٹنوں پر رکھ لیں اور قدموں کے پنجوں پر زور دے کر بغیر بیٹھے اور بغیر ٹیک لگائے سیدھا دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہو جائیں۔ اس کے برعکس قومہ سے سجدے میں جاتے ہوئے کہ آپ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر جھکتے جائیں، پہلے گھٹنوں کو ٹیکئے پھر ہاتھ کو رکھئے پھر ناک کو رکھئے، پھر پیشانی کو رکھئے، اب سجدہ سے اُٹھنا ہے پہلے پیشانی اُٹھائیے اور ناک اُٹھائیے اور ہاتھوں کو اُٹھائیے پھر ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھئے، پھر گھٹنوں پر زور دیتے ہوئے قدموں کے پنجوں پر زور دے کر کھڑے ہوں۔

کہیں ٹیک نہیں لگانی، سیدھا دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہونا ہے، یہ سجدے میں جاتے ہوئے سجدے سے اُٹھتے ہوئے اس بات کا خاص خیال رکھیں۔ اس سے نماز کی زینت ہو جاتی ہے اور نماز سنت کے مطابق ہو جاتی ہے۔ ہمارا قیام بھی ہمارا قومہ بھی ہمارا رکوع بھی ہمارا سجدے میں جانا بھی اور سجدہ بھی سارے سنت کے مطابق ہوں اور ہمیشہ یاد رکھیں پہلی رکعت میں انسان پڑھتا ہی ہے بسم اللہ، دوسری رکعت میں بھی بسم اللہ پڑھنا چاہیے۔ بسم اللہ پڑھ کر پھر سورۃ فاتحہ شروع کرنی چاہیے اور اس کے بعد کوئی سورۃ ملائی ہو یا چھوٹی تین آیات ہوں تو اس میں بسم اللہ پڑھ لینا بہتر ہوتا ہے مستحسن ہوتا ہے۔

قعدہ کا طریقہ

دوسری رکعت کے بعد جب آپ التحیات میں بیٹھتے ہیں جس کو قعدہ کہتے ہیں اس کی شکل ہے جیسے جلسہ کی صورت تھی کہ بائیں پاؤں کے اوپر بیٹھنا ہے بائیں پاؤں کی انگلیوں کو بھی کوشش کرکے قبلہ کی طرف کرنا ہے دائیں پاؤں کو کھڑا رکھنا ہے اور دائیں پاؤں کی انگلیاں بھی قبلہ کی طرف رکھیں اور دونوں ہاتھ رانوں پر ہوں اس

طرح کہ انگلیاں جو ہیں گھٹنوں کے برابر ہو جائیں اور دوسری رکعت میں جب آپ التحیات پڑھ لیتے ہیں جب اس جگہ آتے ہیں۔

"اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً عبدهٗ ورسولهٗ" تو اس وقت آپ یہ چھوٹی دو انگلیاں جو ہیں ان کو ہتھیلی سے ملا لیجئے، بیچ والی انگلی اور انگوٹھے کو حلقہ بنا لیجئے اور "اشهد ان لا" کے بعد اس لا کے ساتھ انگلی اوپر اٹھانی ہے پھر "اِلّا الله" کے ساتھ نیچے رکھ دینی ہے۔ تشہد کے بعد درود شریف اور دعاء پڑھنی ہے۔

سلام پھیرنے کا طریقہ

اس کے بعد دائیں طرف سلام پھیرنا ہے تو چہرے کو پھیرنا چاہیے اور اپنے دائیں کندھے پر دائیں سلام میں، بائیں کندھے پر بائیں سلام میں نظر رکھنا چاہیے اور دائیں طرف سلام پھیریں تو فرشتوں کی نیت کرلیں جب آپ تنہا نماز پڑھ رہے ہوں جماعت کے ساتھ پڑھ رہے ہیں تو فرشتوں کے لیے اور جو مقتدی دائیں طرف ہیں ان کی بھی نیت کرلیں کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور امام صاحب اگر دائیں طرف ہیں تو دائیں طرف میں نیت کرلیجئے، بائیں طرف ہیں تو بائیں طرف ان کی بھی نیت کرلیجئے۔ آپ امام کے پیچھے کھڑے ہیں تو دونوں سلاموں میں امام صاحب کی نیت کرلینا چاہیے۔

نماز میں نظر کہاں رکھیں؟

قیام کی حالت میں ہماری نگاہ سجدے کی جگہ ہونی چاہیے رکوع کی حالت میں ہماری نگاہ پاؤں کے درمیان یا پاؤں پر اور سجدہ کی حالت میں ہماری نگاہ ناک پر ہونی چاہیے اور جب قعدہ میں بیٹھے تو ہماری نگاہ گود میں ہونی چاہیے۔ جب سلام پھیریں تو دائیں طرف دائیں کندھے پر بائیں طرف بائیں کندھے پر ہونی چاہیے۔ فرضوں کا سلام پھیر کر ایک مرتبہ اللہ اکبر اور تین بار استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ۔ تیسری دفعہ ذرا کھینچ کر لمبا کرکے پڑھنا چاہیے۔

ملائکہ کا دعائے مغفرت کرنا

فرماتے ہیں کہ جب نمازی نماز سے فارغ ہو کر اپنی جگہ بیٹھا رہتا ہے تو جب تک بیٹھا رہتا ہے فرشتے برابر اس کے لیے مغفرت اور رحمت کی دُعائیں کرتے رہتے ہیں تو کوشش کرکے نماز کو سنت کے مطابق بنانا چاہیے یہ آپ کو معلوم ہے کہ سب سے پہلے قیامت میں نماز کا حساب ہوگا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہماری نماز کا حساب صاف ہوگیا تو فرماتے ہیں باقی چیزوں کا حساب بھی صاف ہو جائے گا۔ اس واسطے نماز کو خوب اچھی طرح ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

تعدیلِ ارکان کے ساتھ نماز ادا کرنا

ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک صحابی مسجد میں آئے، وضو کرکے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر سلام کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا دوبارہ نماز پڑھو، تمہاری نماز نہیں ہوئی۔ اس صحابی نے دوبارہ نماز پڑھی اور حاضرِ خدمت ہو کر سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ وہی فرمایا کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی، دوبارہ نماز پڑھو، تین مرتبہ آپ نے اس صحابی کو لوٹایا۔ وجہ یہ تھی کہ اُس صحابی نے کچھ جلدی جلدی نماز پڑھی تھی۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجھے تو ایسی ہی نماز آتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سکھا دیجئے، تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز پڑھو تو قیام اطمینان سے کرو، رکوع اطمینان سے کرو، سجدہ اطمینان سے کرو۔ یعنی ہر ہر رُکن آرام اور سکون سے ادا کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کی ظاہری شکل وصورت کا درست ہونا بھی ضروری ہے۔ خاص طور پر قومہ اور جلسہ میں اطمینان کا ہونا ضروری ہے۔

تعدیلِ ارکان حاصل کرنے کا طریقہ

اس کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جب رکوع سے اُٹھیں "سمع اللہ لمن حمدہٗ، ربنا لک الحمد" کہیں، اتنا ہی کافی ہے لیکن اس کے ساتھ اگر یہ بھی پڑھ لیں "حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیہ" اس کے پڑھنے سے ایک طرف تو قومہ اطمینان سے ادا ہوجائے گا اور دوسری طرف نماز کا ثواب بھی بڑھ جائے گا۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے ایک صحابی نے نماز میں یہ کلمات پڑھ لیے تھے، نماز کے بعد آپ نے پوچھا کہ کس نے یہ کلمات پڑھے تھے؟ اس صحابی نے ڈرتے ڈرتے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے پڑھے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتوں کا جھرمٹ تھا تمہارے اوپر اور ہر فرشتہ یہ کہتا تھا کہ یہ کلمات میں لے کر جاؤں۔

اسی طرح سجدے سے اُٹھ کر جب بیٹھیں تو دو سجدوں کے درمیان یہ دُعا پڑھیں۔ "اللّٰھم اغفرلی، وارحمنی، وعافنی واھدنی، وارزقنی" یہ پانچ کلمات ہیں، پانچ دعائیں ہیں۔ اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے عافیت دے، مجھے ہدایت دے، مجھے رزق دے یا صرف اتنا کہہ لے "اللّٰھم اغفرلی، وارحمنی" تو بھی کافی ہے۔ یہ پڑھنے سے دعاء بھی ہوجاتی ہے اور جلسہ بھی اطمینان سے ہوجاتا ہے۔

بہر حال نماز کے جتنے بھی ارکان ہیں ان کو سکون کے ساتھ، اطمینان کے ساتھ ادا کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

"لیلۃ القدر میں عبادات کا اہتمام"

۲۰ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ

خطبہ مسنونہ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤۡمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّاٰتِ اَعۡمَالِنَا. مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ. وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ. وَنَشۡھَدُ اَنۡ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ. وَنَشۡھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِیۡعَنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡرًا کَثِیۡرًا.

اما بعد: فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قام لیلۃ القدر ایمانا و احتسابا غفرلہ ما تقدم من ذنبہ او کما قال. (الحدیث)

تمہید

آج کی رات پچیس (۲۵) ویں شب ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لیلۃ القدر کے تلاش کرنے کا حکم دیا ہے۔ دو طاق راتیں گزر چکی ہیں ایک آج کی ہے، دو باقی ہیں۔ بڑے اہتمام کے ساتھ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد بھی فرمایا اور بڑے اہتمام کے ساتھ۔ ان راتوں کو تلاش بھی کیا ہے اور اکابرین اُمت ان کو تلاش کرتے آئے ہیں، کئی حضرات کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب سے ہم بالغ ہوئے ہیں مرنے تک ہمیشہ ان کو لیلۃ القدر نصیب ہوئی ہے۔ یہ ہوتے ہیں جو حریص ہوتے ہیں، دین کے اندر آگے بڑھنے والے ہوتے ہیں، ہم لوگوں کو بھی چاہیے کہ ہم بھی ایسی کوشش کریں اور آگے بڑھنے کے لیے زیادہ سے زیادہ ہمت کر کے اس رات کی قدر کرنی چاہیے اور قدر کرنے کے متعلق کئی دفعہ عرض کیا گیا کہ اس میں قرآن پڑھیں، نوافل پڑھیں، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: "من قام لیلۃ القدر ایماناً و احتساباً غفر لہ ما تقدم من ذنبہ" کہ سارے پچھلے گناہ اللہ تعالیٰ جل شانہ معاف فرمادیتے ہیں۔ قیام میں نوافل بھی آجاتے ہیں، نوافل کے اندر تلاوتِ قرآن مجید بھی، تسبیحات بھی آجاتی ہیں، درود شریف بھی آجاتا ہے، دوسرے اذکار بھی آجاتے ہیں اور قیام کے اندر عبادت بھی آتی ہے چاہے آپ تلاوت الگ سے کریں چاہے آپ تسبیحات پڑھیں چاہے آپ دعائیں کریں۔

لیلۃ القدر میں دعاء کا اہتمام

دعاؤں کا بھی خاص اہتمام کرنا چاہیے۔ اس رات میں دعائیں قبول ہوتی ہیں اور حق تعالیٰ جل شانہ فرشتوں کی جماعت بھیج دیتے ہیں، جو لیلۃ القدر میں دعائیں مانگ رہے ہیں ان کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں، دعا مانگنے کے لیے جیسے پرسوں عرض کیا تھا کہ آپ جب نوافل پڑھیں ہر دو رکعت کے بعد دعا مانگ لیں۔ قرآن مجید پڑھیں ہر پارہ کے بعد ہر آدھا پارہ تلاوت کرنے کے بعد دُعا مانگ لیں، تسبیح پڑھیں، ایک تسبیح کے بعد دُعاء مانگ لیں، دعاء مانگنا بھی ایک اہم عبادت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ" دعا جو ہے یہ ایک مغز ہے نچوڑ ہے، ساری عبادت کا اس لیے جب انسان حق تعالیٰ جل شانہ سے مخاطب ہوتا ہے کہ یا اللہ! مجھے یہ حاجت ہے، مجھے یہ حاجت، مجھے یہ حاجت ہے، مجھے یہ ضرورت ہے، مجھے یہ ضرورت ہے، پوری فرمادیجئے گا تو مانگتے وقت یوں سمجھتا ہے کہ میرا حاجت روا مشکل کشا ہر کام میں جو کام آنے والا اللہ تعالیٰ جل شانہ ہیں، اس کو ساری قدرت ہے اور میں بھکاری ہوں، محتاج ہوں، فقیر ہوں، بے کس و بے بس ہوں، تو جب انسان یہ حق تعالیٰ کے سامنے پیش کردے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں، آپ سب کچھ ہیں، یہ ہی عبدیت ہے، یہ ہی اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہے، اس واسطے "اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ" عبادت کا نچوڑ ہے۔ تلاوت کے متعلق کل عرض کیا جاچکا ہے، نوافل کے متعلق عرض کیا جاچکا ہے، دعا کے متعلق عرض کیا جاچکا ہے، اب تھوڑا تسبیحات کے متعلق عرض کرتے ہیں کہ ان کا ثواب بھی بہت کچھ ہوتا ہے۔

تسبیحات کا اجر وثواب

ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو تشریف فرما تھے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ہے جو احد پہاڑ کے برابر صدقہ کرے، سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاموش ہوگئے کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) احد پہاڑ کے برابر خیرات کرنا کس کو ہوسکتا ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کرسکتا ہے۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حیران ہوگئے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ حیران ہیں اور اس تڑپ میں ہیں کہ بتایا جائے ان کو کہ احد پہاڑ سے زیادہ ثواب بھی ہوسکتا ہے، ہر شخص کر بھی سکتا ہے اور ہمیں معلوم نہیں ہے، تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سبحان اللہ اعظم من اُحد۔ ایک دفعہ سبحان اللہ پڑھو احد پہاڑ سے بھی زیادہ ثواب ملتا ہے اس کا۔ والحمد للہ اعظم من احد اور الحمد للہ جو ہے اس کا بھی احد پہاڑ سے زیادہ ثواب ملتا ہے۔ ایک دفعہ الحمد للہ پڑھو اور پہاڑ سے زیادہ ثواب ملتا ہے۔ واللہ اکبر اعظم من احد۔ آپ اندازہ فرمایئے کہ یہ ایک ایک لفظ کتنا کتنا بڑا ثواب رکھتا ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک پر ہمیں اعتبار کرنا چاہیے۔ مسلمان کا دین ایمان بھی یہ ہی ہے کہ یقین کرنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتوں پر، اگر وہ یقین ہی نہ کرے تو وہ مسلمان کہاں سے رہے گا؟ کل کو وہاں جاکر حقیقت کھل جائے گی۔ واقعی سبحان اللہ پڑھنا احد پہاڑ کے برابر ہے تو حضور کی زبان پر اعتبار کرلینا چاہیے اور ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص سبحان اللہ سو دفعہ پڑھے۔ سبحان اللہ سو دفعہ پڑھنے سے سو غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ فرمایا کہ اتنی لوٹ ہے اتنا بڑا اجر وثواب ہے اور اگر کوئی

شخص الحمد للہ سو دفعہ پڑھے تو سو گھوڑے زین کسے ہوئے جہاد کے سامان کے ساتھ اللہ کی راہ میں دیئے، کتنا بڑا ثواب ملتا ہے۔

اور اگر سو دفعہ اللہ اکبر پڑھ لو، اتنا ثواب ملتا ہے کہ سو اونٹنیاں اللہ کی راہ میں قربان کیں مکہ مکرمہ میں، اور ان کی قربانی قبول بھی ہوگئی۔ اندازہ لگایئے تھوڑے تھوڑے لفظ میں کتنا اجر وثواب ہے اور فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ کی تو حد ہی کوئی نہیں ہے سارے خلاء کو بھر دیتا ہے، آسمانوں کے دروازے کھل جاتے ہیں اور سیدھے عرش تک پہنچ جاتا ہے اس کے برابر تو کوئی چیز ہے ہی نہیں اور فرمایا کہ سبحان اللہ وبحمدہ اگر کوئی سو دفعہ صبح پڑھ لے سو دفعہ شام کو پڑھ لے تو قیامت میں سب سے زیادہ مال دار یہ ہوگا یا وہ جو اس سے زیادہ پڑھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "حُطَّتْ خَطَایَاہُ" اس کی خطائیں جو ہیں وہ بالکل ختم کردی ہیں حتیٰ کہ جیسے سمندر کی جھاگ ہوتی ہے اتنے گناہ ہوں تو بھی گناہ معاف ہوجاتے ہیں، سو دفعہ صبح پڑھنا سو دفعہ شام پڑھنا اور سبحان اللہ جب پڑھنے لگے تو اڑھائی تین منٹ لگتے ہیں کوئی زیادہ نہیں لگتا، اتنا بڑا اجر وثواب مل جاتا ہے، اڑھائی منٹ میں آج کی رات جاگنے کی رات ہے، آج کر لیجئے گا۔

اور یہ جو میں نے پہلے عرض کیا سبحان اللہ الحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ہر ایک کا الگ الگ ثواب بتایا ہے نا، صلوۃ التسبیح کے اندر آپ تین تین سو دفعہ پڑھ لیں گے۔ تین سو دفعہ سبحان اللہ آجاتا ہے تین سو دفعہ الحمد للہ آجاتا ہے، تین سو دفعہ لا الٰہ الا اللہ آجاتی ہے، تین سو دفعہ اللہ اکبر۔ آپ اندازہ فرمایئے صلوۃ التسبیح پڑھنے سے کتنا ثواب مل جاتا ہے، گناہ معاف ہونا الگ ہے تو سبحان اللہ وبحمدہ سو دفعہ صبح، سو دفعہ شام، پڑھنے سے فرماتے ہیں اتنے سب سے زیادہ مال دار کے طور پر قیامت میں یہ شخص ہوگا۔

سبحان اللہ وبحمدہ کی فضیلت

اور ایک حدیث میں آتا ہے احب الکلام الی اللہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسندیدہ کلام یہ ہی ہے سبحان اللہ وبحمدہ۔ اور ایک حدیث میں آتا ہے جتنی بھی مخلوق ہیں، ساری کی ساری درخت ہیں پتھر ہیں حجر ہیں یہ سارے یہ ہی تسبیح پڑھا کرتے ہیں سبحان اللہ وبحمدہ تسبیح الخلق سارے یہ تسبیح پڑھا کرتے ہیں اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ اس وظیفہ کے متعلق سبحان اللہ وبحمدہ جو ہے سب کو رزق دیا جاتا ہے ساری مخلوق کو اس واسطے ان تسبیحات کو بھی انسان سبحان اللہ وبحمدہ الگ الگ بھی پڑھ لے اور حدیث میں آتا ہے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم اس طرح بھی پڑھ سکتا ہے آدمی۔ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ (الحدیث)" دو کلمے ہیں زبان پر بہت ہی ہلکے ہیں اور بھاری وزن ادا کرنے میں آسانی سے ادا ہو سکتا ہے۔

"كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ" زبان پر تو ہلکے ہیں لیکن میزان جو ہے ترازو جو ہے اعمال نامہ ترازو میں رکھا جائے گا اس میں بہت ہی زیادہ وزن ہے ان کا۔ "ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ" بڑے بھاری ہیں وزن میں جب میزان میں رکھا جائے گا ان کا بہت بڑا وزن ہوگا۔ "حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ" اور اللہ تعالیٰ کو یہ کلمے محبوب بھی ہیں بہت زیادہ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم، سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ (بخاری شریف)

کلمہ طیبہ کے فضائل

باقی کلمہ شریف کی فضیلت تو آپ جانتے ہی ہیں کہ کلمہ شریف تو ہماری بنیادی چیز ہے۔ ایک آدمی سو سال کفر میں مبتلا رہا ہو، نبی کا مقابلہ کیا ہو نبی کو ایذائیں، تکلیفیں، دُکھ دیئے ہوں، کلمہ شریف پڑھ لے ساری تکلیفیں جتنی بھی دی ہیں دُکھ پریشانیاں دی ہیں گناہ کیے ہیں سارے مٹ جاتے ہیں۔ ایک دفعہ کلمہ شریف پڑھنے سے سو سال اسلام کا مقابلہ کرے، لڑائی کے ساتھ مقابلہ کرے ہر قسم کے گناہ کرے "الاسلام یھدم ما کان قبلہ" جب وہ مسلمان ہو جائے تو سارے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں ایک کلمہ شریف پڑھنے سے۔ اس واسطے فرماتے ہیں افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ سب سے زیادہ اونچی شان والا ذکر جو ہے یہ کلمہ شریف لا الٰہ الا اللہ ہے۔

اور ایک حدیث میں آتا ہے "جَدِّدُوا ایمانکم بقول لا الہ الا اللہ" اپنے ایمان کو لا الٰہ الا اللہ پڑھ پڑھ کے تازہ کرتے رہا کرو اور ایک حدیث میں آتا ہے "من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ" جس کا آخری کلمہ آخری بات جو زبان سے نکلے کلمہ شریف ہو لا الٰہ الا اللہ جنت میں داخل ہوگا۔

ایک حدیث میں آتا ہے "حرم النار" کلمہ شریف پڑھنے والے پر دوزخ حرام کر دی جائے گی۔ سینکڑوں دفعہ ہزاروں دفعہ پڑھ سکتا ہے انسان اور آسان طریقہ پڑھنے کا اس کا یہ ہے کہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ... لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ... لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" آٹھ دس دفعہ پڑھ کر پھر ایک دفعہ پڑھ لیجئے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پھر پڑھئے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ... لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" پڑھتے پڑھتے آٹھ دس دفعہ پڑھ کر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور یہ تو آپ نے سنا ہی ہوگا کہ ستر ہزار دفعہ جو پڑھ لے دوزخ سے اللہ تعالیٰ اس کو نجات عطا فرما دیتے ہیں۔

تمام اذکار توجہ سے کیے جائیں

پڑھے صدق دل کے ساتھ، سچے دل سے پڑھے توجہ اور دھیان سے پڑھے، یہ نہیں باتیں بھی کرنا شروع کر دیا ہے، کچھ نہ کچھ اثر تو ہوگا لیکن صحیح اور پورے اثر کے لیے توجہ چاہیے۔ اب دیکھیے میرے سامنے ایک شخص بیٹھا بات کر رہا ہو اور میں ادھر اُدھر دیکھ رہا ہوں وہ کہے گا کہ توجہ تو میری طرف کر ہی نہیں رہا اس کو اثر نہیں ہوگا میری بات کا۔ اس لیے کلمہ شریف پڑھتے ہوئے توجہ اور دھیان کرنا چاہیے، سارے ہی اذکار کے متعلق یہ ہی ہے تلاوت ہے، نماز پڑھیں، ذکر اذکار کریں، دعائیں مانگیں توجہ اور دھیان سے، جتنی آپ توجہ اور دھیان سے عبادت کریں گے اتنا ہی زیادہ اجر وثواب آپ کا بڑھ جاتا ہے۔ بہرحال رات قیمتی جا رہی ہے، کافی حصہ جا چکا ہے، اتنا باقی ہے، ہر شخص اپنی اپنی صحت اپنی اپنی طاقت اپنی اپنی برداشت کے لحاظ سے اس کی قدر کرے۔ اللہ نے نام ہی اس کا قدر والی رات رکھا ہے جو عبادت کرنے والے ہیں وہ بڑی قدر کرتے ہیں ان کی مغفرت ہو جاتی ہے۔

لیلۃ القدر میں عبادت کا اہتمام

اور دوسرے معنی اس قدر کے یہ ہیں کہ اس رات میں اتنے فرشتے اترتے ہیں اتنے فرشتے اترتے ہیں کہ جگہ تنگ ہو جاتی ہے۔ بہرحال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہتمام فرمایا ہے ہم ان کے اُمتی ہیں ہمیں بھی چاہیے کہ اس کا اہتمام کریں۔ ایسی حرکات ہماری ہوں ایسا پڑھنا مانگنا تلاوت نوافل ایسے ہوں تاکہ معلوم ہو جائے کہ ہم بھی اہتمام کرنے والے ہیں اور تلاش کرنے والے ہیں اس رات کے، ہمارا نام بھی اس فہرست میں لکھ دیا جائے کہ جو لیلۃ القدر کے متلاشی ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

''پردۂ خواتین'' قرآن وحدیث کی روشنی میں

خطبہ مسنونہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا. مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ. وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ. وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِيْعَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا.

اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۞ ٢٨ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۞ ٢٩ (سورۃ الاحزاب: آیت ۲۸،۲۹)

تمہید

اس آیت کریمہ میں حق تعالیٰ جل شانہ، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ اپنی بیویوں کو فرما دیجیے کہ اگر آپ کو، دُنیا کی زندگی چاہیے، دُنیا کا ساز و سامان چاہیے تو آؤ! میں تم کو پورا ساز و سامان دیتا ہوں جو جو تم کہو میں دیتا ہوں مگر اس کے بعد کیا ہوگا وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ⊙ میں تم کو بڑی آسانی کے ساتھ رخصت کر دیتا ہوں۔ پھر میرے پاس نہیں رہنا تم نے۔ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ اور اگر تم کو اللہ کی خوشنودی چاہیے، اللہ کا رسول چاہیے اور آخرت چاہیے اگر تم کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی ضرورت ہے، رسول کی ضرورت ہے اور آخرت بنانے کی فکر ہے فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ⊙ پس بے شک اللہ تعالیٰ نے تم میں سے جو نیک ہیں ان کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

آیتِ مذکورہ کا شانِ نزول

اس کا شانِ نزول یعنی کیوں یہ آیت نازل ہوئی؟ فتوحات بہت ہوگئی تھیں، غریب بھی امیر بن گئے تھے جو بھوکے تھے وہ سیر ہو کر کھاتے تھے، جن کے پاس کپڑے نہیں تھے وہ اچھے اچھے کپڑے پہنتے تھے۔ مدینہ منورہ کی عورتیں بھی اچھے اچھے کپڑے پہن رہی تھیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں نے گھر میں آپس میں مشورہ کیا کہ جو وظیفہ ہمیں ملتا ہے، جو گزراوقات کے لیے سرکار ہمیں عطا فرماتے ہیں۔ اب تو بہت اللہ تعالیٰ نے مال دے دیا ہے، فتوحات بہت ہوگئیں، غریب امیر بن گئے ہیں، سرکارِ دو عالم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی جائے کہ اگر ہمارے وظیفہ میں، ہمارے گزر اوقات میں جو آپ دیتے ہیں کچھ زیادتی فرما دیں تو اچھا ہے۔ ان میں سے ایک بیوی نے نمائندگی کی سب کی طرف سے، کہا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایسے ایسے ہم نے آپس میں سوچا ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو زاہد کامل تھے، ان کو دُنیا کی طرف بہت ہی کم رغبت تھی نہ ہونے کے برابر تھی۔ جیسا کہ آپ نے سنا تھا کہ فرمایا کہ میں تو اپنے آپ کو اس طرح تصور کرتا ہوں کہ مسافر چلتے چلتے کسی درخت کے نیچے بیٹھ کے تھوڑی دیر آرام کر کے چلا جائے، میں تو دُنیا کو اتنا سمجھتا ہوں جیسے دُنیا درخت ہے اور درخت کے نیچے بیٹھا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات ناگوار ہوئی کہ تمہارے گزارے کے لیے تو چل رہا ہے کام، اب زیادہ آسائش و زیبائش اور عیش کرنے کے لیے تم جو تقاضا کرتی ہو تو یہ زہد کے خلاف ہے۔ آخرت کو ترجیح دینے کے خلاف ہے، قلت رغبت الی الدنیا کے خلاف ہے۔ اگر میرے گھر سے لوگوں کو زہد کا سبق نہ ملے تو کہاں سے ملے گا یہ؟ اللہ تعالیٰ نے مجھے تو نمونہ بنا کر بھیجا ہے، میں بھی سارے کام وہ کروں جو نمونہ ہوں ساری مخلوق کے لیے، لوگوں کے لیے اور میرے گھر والے بھی نمونہ ہونے چاہئیں، یہ جو تم نے زیادہ خرچ مانگا ہے، اگر تمہارا گزارا نہ ہوتا تو بات اور تھی، جب گزارا ہو رہا ہے، تو دُنیا میں تو ایسے ہی رہنا چاہیے کہ گزارا ہو جائے جس میں۔

اس ناگواری کی وجہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مہینے تک ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی طرف نہیں گئے اور الگ ایک حجرے میں رہنا شروع کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری کہ آپ اپنی بیویوں کو فرما دیجیے کہ اگر دُنیا چاہیے تو میں بہت ساز و سامان دے کے خوب اچھا خوش کر کے

رخصت کر دیتا ہوں اور اگر تم اسی حال میں گزارا کرنا چاہتی ہو، اگر تم کو اللہ کی خوشنودی چاہیے، اللہ کا رسول چاہیے اور آخرت بنانی ہے تو پھر جو تم میں زیادہ نیک ہوں گی ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے اجر تیار کر رکھے ہیں۔ اب یہ آیت بھی جناب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منشا کے مطابق اُتری۔ اب اس میں دو اختیار دیے گئے تھے کہ اگر تم کو دُنیا چاہیے تو میں تم کو بہترین سے بہترین اچھے سے اچھا سامان دے کر رُخصت کر دیتا ہوں۔ اگر میرے پاس رہنا ہے تو اس میں گزارا کرو۔ یہاں میرے پاس رہو گے تو اللہ بھی ملیں گے اللہ کے رسول بھی ملیں گے آخرت بھی بنے گی، اب تم کو جو چاہیے بتا دو۔ اب اس حکم کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ضروری تھا کہ ہر بیوی سے پوچھتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی دانائی

چنانچہ پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ ایک آیت آئی ہے وحی اُتری ہے وہ میں تم کو سنا دیتا ہوں مگر مجھے جواب ابھی نہ دو، خود سوچ لو اپنے والدین سے مشورہ کر لو پھر بتانا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیال فرمایا کہ کم عمر ہے کیونکہ مدینہ منورہ میں نو سال کی تھی جب رُخصت ہو کر گھر آئی تھی، اٹھارہ سال کی تھی انتقال ہو گیا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیال فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ جلدی میں کچھ کہہ دے، فرمایا کہ تم خود سوچ لو، ماں باپ سے مشورہ کر لو، پھر مجھے جواب دینا، جلدی نہ کرنا ویسے میں اللہ تعالیٰ کا پیغام سنا دیتا ہوں۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ پیغام سنایا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ یا رسول اللہ!

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) "أَفِي ذَالِكَ أَسْتَشِيرُ أَبَوَيَّ" کیا اس بات کے لیے میں اپنے ماں باپ سے مشورہ کروں؟ "إِخْتَرْتُ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ" میں اللہ کو چاہتی ہوں اللہ کے رسول کو چاہتی ہوں اور آخرت کو چاہتی ہوں جو آخرت میری آپ سے بن سکتی ہے باہر تھوڑی بن سکتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے خوش ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال ہوا کہ شاید جواب ٹھیک نہ دے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے خوش ہوئے اس کے بعد ہر بیوی سے پوچھا، سب نے یہی جواب دیا، ہمیں اللہ چاہیے اللہ کا رسول چاہیے اور آخرت چاہیے۔ گویا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زہد کے سبب پر، زہد کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیا کہ ہم اور سامان نہیں مانگتیں اسی میں گزارہ کریں گی، دُنیا جیسی ہے گزر جائے گی لیکن گزارہ ہم اسی میں کریں گی ہمیں اللہ چاہیے اللہ کا رسول چاہیے اور آخرت چاہیے۔

دین کی پابندی مردوں اور عورتوں سب کے لیے ضروری ہے

تو اس سے سبق یہ ملتا ہے کہ عورتوں کو چاہیے جو ضرورت کی چیزیں ہیں وہ تو اپنے شوہروں سے مطالبہ کریں، زائد از ضرورت چیزوں کا شوہروں سے مطالبہ نہیں کرنا چاہیے اور شوہروں کے بھی ذمہ ہے جو جو ضرورت کی چیزیں ہیں وہ ان کو مہیا کریں اور دین کی پکی طور پر پابندی کرنا عورتوں کے ذمہ بھی ضروری ہے اور مردوں کے ذمہ بھی ضروری ہے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک دوسری عورت کے متعلق ہاتھ سے اشارہ کیا کہ پست قد کی ہے، چھوٹے قد کی ہے، ٹھگنی ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! یہ غیبت بھی

ہے اس کا عیب بھی بیان کرنا ہے اس کو ناگوار بھی ہوگا۔ یہ ایسا کلمہ ہے کہ اگر سمندر میں ڈال دیا جائے تو سمندر خشک ہو جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح دوسروں کی تربیت فرماتے تھے اسی طرح اپنے گھر والوں کی بھی تربیت فرماتے تھے۔ اسی طرح ہمیں بھی چاہیے کہ اپنے آپ کو بھی ٹھیک کریں اور اپنے گھر والوں کا بھی خیال کریں۔

پردے سے متعلق پہلی آیت

اس سے اگلی آیت آتی ہے وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۝ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں کو حکم ہے کہ تم اپنے گھر میں بیٹھی رہو، گھروں سے باہر نکلنا ہو تو ضرورتِ شدیدہ کے بغیر نہیں نکلنا ہے اور ضرورتِ شدیدہ وہ ہوتی ہے جس کے بغیر دُنیا کا نقصان ہو یا دین کا نقصان ہو اور دُنیا کا بھی وہ نقصان ہو جو شریعت مانے، ہمارے اپنے خیالات کا اعتبار نہیں جس کو شریعت تسلیم کرے کہ واقعی دُنیا کا نقصان ہے، تو ضرورت شدیدہ کے بغیر باہر نہ نکلیں یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں کو حکم ہے اور اسی طرح حکم ہے وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى کہ زینت کر کے بناؤ سنگھار کر کے باہر نہیں جانا چاہیے۔ جیسے جاہلیت کے زمانے میں عورتیں کرتی تھیں تو سوچنے کی بات ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں کو حکم ہے تو ہماری عورتوں کو حکم نہیں ہوگا کیا؟ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں کو حکم ہے کہ گھر میں بیٹھی رہنا بغیر ضرورتِ شدیدہ کے نہیں

نکلنا ہے اسی طرح ہماری عورتوں کو بھی یہی حکم ہے کہ بغیر ضرورتِ شدیدہ کے باہر نہ نکلیں۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں کو حکم ہے کہ بناؤ سنگھار کر کے، آراستہ پیراستہ ہو کر باہر نہیں جانا، اسی طرح ہماری عورتوں کو بھی حکم ہے کہ آراستہ پیراستہ، بناؤ سنگھار کر کے باہر نہیں جانا چاہیے اور ایک دوسری آیت میں تو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اور صاف الفاظ میں دوسری عورتوں کو بھی مخاطب کیا ہے۔

دوسری آیت

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ

(اے ہمارے نبی آپ اپنی بیویوں کو بھی بتا دیجیے، اپنی بیٹیوں کو بھی بتا دیجیے اور سارے مسلمانوں کی عورتوں کو بتا دیجیے کہ جب باہر نکلنا ہو تو سر سے منہ تک کپڑا ڈال کر نکلنا چاہیے، منہ کو ڈھانپ کے نکلنا چاہیے، چادر کو نیچے کھینچ لینا چاہیے تا کہ کوئی اور تم کو دیکھ نہ سکے۔)

اس آیت کے اُترنے کے بعد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ”عورت سر سے لے کر پاؤں تک چادر اوڑھ لے، صرف ایک آنکھ کھلی رکھے راستہ دیکھنے کے لیے۔“ (ابن کثیر) یہ ہے پردے کی حقیقت، یہ ہے پردے کا معیار، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ

تو اس واسطے پردے کا طریقہ یہی ہے کہ صرف راستہ دیکھنے کے لیے ایک آنکھ کو کھولنا ہے۔ جس طرح مرد کیلئے غیر عورت کو دیکھنا ناجائز ہے، اسی طرح عورت کیلئے غیر مرد کو دیکھنا بھی ناجائز ہے۔ اگر تھوڑی سی آنکھ نہ کھلے تو راستہ بھی نظر نہ آئے اس لیے مجبوراً یہ کہا، وہ بھی نیچے نظر رکھنی ہے، حکم ہے کہ جب جاؤ تو نیچی آنکھ رکھو، عورتوں کو بھی حکم ہے مردوں کو بھی۔

تیسری آیت

ایک دفعہ ابھی پردے کی آیت اُتری نہیں تھی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (ان کو اللہ تعالیٰ نے بڑی بصیرت عطا فرمائی تھی، بڑا فہم عطا فرمایا تھا، کئی آیات ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منشاء کے مطابق اُتریں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ کے گھر میں لوگ بے دھڑک آجاتے ہیں آپ ان کو روکتے نہیں ہیں؟ اچھے بھی ہوتے ہیں برے بھی ہوتے ہیں سب ایک جیسے تو نہیں ہوتے؟ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر! میں تو اللہ تعالیٰ کا غلام ہوں، جب جو حکم دیں میں ماننے کے لیے تیار ہوں، ابھی تک ایسی کوئی آیت اُتری نہیں ہے تو میں کیسے کروں یہ۔ اسی دن یہ آیت آگئی "وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ" کہ جب تم کو کوئی بات کرنی ہو ازواجِ مطہرات سے تو پردے کے پیچھے بات کیا کرو، پردے کے ساتھ بات کرنی چاہیے، سامنے نہ آؤ، پردے کی آیت اُتری تو سب غیر محرم کو حکم ہوگیا کہ کسی مرد کے سامنے کوئی غیر محرم عورت نہ آوے۔

پردہ کا ثبوت حدیث سے

ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر میں تشریف فرما تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو بیویاں اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ دونوں بیٹھیں ہوئی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے بات کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک صحابی ہیں حضرت عبداللہ ابن اُم مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ نابینا تھے، دین کی ان کو بڑی طلب تھی، بڑے مخلص تھے حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی عدم موجودگی میں پندرہ یا اٹھارہ دفعہ اپنی جگہ امام بنا کے گئے۔ یہ دروازے پر آئے تو آواز دی السلام علیکم کہا پہلے، پھر کہا۔ عَلِّمْنِي يَا رَسُولَ اللهِ مِمَّا عَلَّمَكَ اللهُ۔ یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم دیا مجھے بھی سکھا دیجئے۔ اب وہ اندر آنا چاہتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں بیویوں کو فرمایا کہ تم پردہ کرلو۔ اِحْتَجِبَا۔ پردہ کرلو، ان دونوں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ تو نابینا ہے یہ تو ہمیں دیکھ نہیں سکتا پھر پردے کی کیا ضرورت ہے؟ تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "اَفَعَمْيَاوَانِ اَنْتُمَا" کیا تم دونوں بھی اندھی ہو؟ جیسے نابینا تم کو نہیں دیکھ سکتا تم تو بینا ہو تم تو اندھے کو دیکھ سکتی ہو، شریعت کا حکم یہی ہے کہ کسی کو نہیں دیکھنا ہے۔

پردہ سے متعلق دوسری حدیث

اب اندازہ فرمایئے کسی قسم کا کوئی بدگمان ہوسکتا تھا بیویوں سے؟ لیکن پھر بھی پردے کا حکم ہے۔ آج ہمارے ہاں ہر طرح کی آزادی، ماحول آزاد، معاشرہ خراب اور اپنے ایسے سامان مہیا ہیں بے حیائی اور بے غیرتی کے کہ پھر بھی پردے کا حکم

نہیں ہوگا؟ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لَا يَخْلُوَنَّ أَحَدٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطٰنُ" دو غیر محرم تنہائی میں نہ بیٹھیں۔ محرم وہ ہوتا ہے جس کے ساتھ ساری عمر شادی نہ ہو سکے، محرم جو ہوتا ہے وہ حرام کر دیا جاتا ہے شادی نہیں ہو سکتی ساری زندگی، اور غیر محرم وہ ہوتا ہے جس سے شادی ہو سکے، جس سے شادی ہو سکتی ہے وہ دو غیر محرم آپس میں تنہائی میں ایک مکان میں، ایک بیٹھک میں، ایک جگہ میں نہ بیٹھیں، سفر بھی نہ کریں اکٹھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب دو ہوں گے نا تو تیسرا وہاں شیطان ہوگا۔ دونوں کو ورغلائے گا اس کے دل میں وساوس ڈالے گا، اس کا کام ہی وساوس ڈالنا ہے۔ شیطان کا کام ہی برائی کے لیے تیار کرنا ہے اس کو موقع مل جائے گا پھر ایک دوسرے کی طرف رغبت ہو جائے گی، ہو سکتا ہے گناہ میں ملوث ہو جائیں۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے، جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیطان تیسرا ہے تو ہمیں یقین کرنا چاہیے کہ جس جگہ ہمیں ایسا موقع ملے گا تو یقیناً شیطان آ جائے گا۔

بوڑھوں سے بھی پردہ ضروری ہے

ایک دفعہ ایک بزرگ تھے، بہت بوڑھے، ان کے پاس عورتیں آتی تھیں وہ محتاط نہیں تھے، احتیاط نہیں کرتے تھے، عورتیں آئیں کوئی دُعا کے لیے آئیں کوئی تعویز کے لیے آئیں، کوئی اور کام کے لیے آئیں، اور وہ تنہائی میں بیٹھ کر بات چیت کر لیتے تھے۔ اسی وقت میں ایک اور بزرگ تھے وہ ان کو فرماتے کہ آپ احتیاط کیا کرو، عورتوں کے ساتھ تنہائی میں بات نہ کیا کرو احتیاط کرنی چاہیے، وہ پرانے بوڑھے بزرگ تھے، فرمانے لگے میں اتنا بوڑھا ہوں اتنا بوڑھا ہوں مجھے کوئی خیال بھی نہیں

آ سکتا اس قسم کا۔ ان کے دل میں یہی بات تھی یہ فرماتے تھے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تیسرا شیطان ہوتا ہے تو آپ اپنی طرف سے اجتہاد کیوں کرتے ہو؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہنا ماننا نہیں چاہیے کیا؟ وہ پھر یہی دلیل دیتے تھے کہ میرا تو کسی قسم کا خیال وسوسہ بھی نہیں آتا تو مجھے کیا ضرورت ہے اس کی، یہ جو غیر محتاط بزرگ تھے احتیاط نہیں کرتے تھے ان کو ایک دفعہ خواب میں زیارت ہوئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور شکایت کی کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ فلاں بزرگ جو ہیں یہ مجھے روز ٹوکتے ہیں اور میرے اندر کوئی ایسا مادہ بھی نہیں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو رابعہ بصریہ تمہارے زمانے میں بہت اونچی بزرگ ہیں کہ نہیں؟ کہا ہاں۔ حضرت حسن بصری اونچے لوگوں میں سے ہیں کہ نہیں؟ پھر فرمایا کہ یہ دونوں بہت اونچے بزرگ ہیں، عورتوں میں وہ، مردوں میں وہ۔ یہ دونوں بھی ایک جگہ تنہائی میں بیٹھیں تو ان کا بھی تیسرا شیطان ہوگا۔ جب جا کے انہوں نے احتیاط کی۔ آج ہم آپ دیکھ لیں کہ ہمارے گھروں میں کیا ہو رہا ہے۔

سارا عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ شریعت کا معیار سمجھ لینا چاہیے، شریعت کیا تقاضا کرتی ہے، اللہ اور اللہ کا رسول کیا تقاضا کرتے ہیں اور ہمارا ماحول، ہمارا معاشرہ، ہمارا مزاج اور ہماری طبیعت کیا کرتی ہے۔ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ہم کو اپنے آپ کو اللہ کا تابعدار بنانا ہے اللہ کے رسول کا تابعدار بنانا ہے، شریعت کا تابعدار بنانا ہے تو شریعت کے مزاج کے مطابق کام کرنا چاہیے۔

دیور سے بھی پردہ ضروری ہے

جب یہ حدیث بیان فرمائی صحابہ کے سامنے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک صحابی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ دیور جو ہوتا ہے یہ تو گھر میں ہی ہوتا ہے اس سے پردے کی کیا ضرورت ہے؟ بڑا مشکل کام ہے یہ تو۔ ایک ہی گھر کا فرد ہوتا ہے، اب سنیے سرکار کیا فرماتے ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: "اَلْحَمْوُ اَلْمَوْتُ" دیور تو موت ہے اس کو تو بہت سے مواقع ایسے مل سکتے ہیں خرابی کے، وہ تو موت ہے۔ اس سے بھی پردہ کرنا چاہیے احتیاط کرنی چاہیے۔ گھر والے جو لوگ پردہ کرتے ہیں اور ایک گھر ہے، دیور بھی آرہا ہے، جیٹھ بھی آرہا ہے، عورتیں کیا کریں، ایک کونے میں بھی نہیں بیٹھ سکتیں، کام بھی کرنا ہے، حکم وہی ہے یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ "گھونگھٹ نکالیں، جانا آنا ہو تو گھونگھٹ نکال کے جائیں۔ یہ ہاتھ کی ہتھیلی کلائی کے برابر کپڑا ہونا چاہیے، اور ٹخنہ سے نیچے تک پاجامہ یا تہبند یا کوئی چیز ہونی چاہیے اس طرح گھروں میں آئیں جائیں پھر کریں کام اور سینے کو بھی ڈھانپ لینا چاہیے، پردے سے نکلیں آپ، کیونکہ گھروں میں مجبوری ہوتی ہے ایک گھر ہے سب نے آنا جانا ہے، پردہ کرنا چاہیے۔ اگر تنہائی کا موقع ہو، سامنے نہ آئیں، لیکن ہمارے گھروں میں ایسا ہے کہ ایک گھر میں کئی افراد ہوتے ہیں اس ضرورت کے بعد بھی پردہ کرنا ضروری ہوتا ہے جو پردہ کرتے ہیں وہ اس طرح کر لیتے ہیں۔

پردہ سے متعلق تیسری حدیث

اسی طرح فرماتے ہیں کہ عورت کو بلاضرورت گھر سے باہر نکلنا بھی نہیں چاہیے، ضرورت پڑے تو بڑے پردے سے حیا سے نکلنا چاہیے۔ ہر طرح کی پابندی سے نکلنا چاہیے۔ یہ بیچاری ضرورت سے نکلی ہے اور مردوں کو حکم دیا ہے کہ اپنی آنکھوں کو نیچے کرلیا کرو، وہ بیچاری کام سے نکلی ہے تم ان کو تاک جھانک مت کرو، نیچے کرو اپنی آنکھیں۔ اسی طرح عورتوں کو بھی یہ حکم دیا ہے کہ جب جائیں تو نیچے آنکھیں کر کے جائیں۔ شریعت نے کتنی حفاظت فرمائی ہے، بے حیائی اور بے غیرتی کو دور کرنے کے لیے اور حیاء کو قائم رکھنے کے لیے، غیرت کو قائم رکھنے کے لیے۔ تو فرمایا کہ جب عورت باہر نکلتی ہے "اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطٰنُ" تو شیطان صفت آدمی ہو یا شیطان خود ہو یا جن ہو وہ اس کو بنا سنوار کے پیش کرتا ہے، لوگوں کے دلوں میں مختلف خیالات ڈالتا ہے۔ اس واسطے جب بھی جانا ہو پردے کے ساتھ، حیاء کے ساتھ، احتیاط کے ساتھ نکلنا چاہیے اور مردوں کو حکم دیا ہے "یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِنَّ" اپنی آنکھوں کو نیچے رکھو، عورتوں کو بھی حکم دیا ایسے ہی کہ اپنی آنکھوں کو نیچے رکھو۔

بے پردگی، بے حیائی کو دعوت دیتی ہے

ایک دفعہ ایک مولوی صاحب وہ بازار گئے تو ان کے ملنے والے ایک افسر تھے، وہ ملے ان افسر کی بیگم ساتھ تھی بے پردہ۔ اس نے کہا مولوی صاحب یہ میری بیگم ہے اس سے بھی مل لیجیے۔ ان کو بڑا غصہ آیا کہ اول تو بیگم کو باہر نہیں جانا چاہیے پھر مجھے کہا مل لو اس سے۔ بڑی شرم آئی بڑی غیرت آئی۔ افسر کے لیے ایک عادت بنی ہوئی تھی وہ تو دیکھ بھال کے دوسرے غیر محرم سے ملاتے رہتے تھے، مصافحہ کرتے

تھے، اکٹھے بیٹھتے تھے، ان تو معیار شریعت ہے ہی نہیں۔ مولوی صاحب کے ہاں تو شریعت کا معیار تھا تو انہوں نے طریقہ سے سمجھایا۔ انہوں نے کہا افسر صاحب آپ بازار میں کیا لینے آئے تھے؟ کہنے لگے گوشت لینے آئے تھے، گوشت نظر تو نہیں آرہا کہاں ہے؟ کہا گوشت میں نے لفافے میں ڈالا پھر رومال میں تھیلے میں لپیٹا پھر بغل میں رکھا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ اتنی احتیاط کی کیا ضرورت ہے؟ کہا کہ چیل نہ آجائے وہ لے نہ جائے گوشت کو اس وجہ سے میں نے احتیاط کی ہے۔ اس بزرگ نے فرمایا کہ ایک کلو گوشت کے لیے آپ نے اتنا احتیاط کی ہے کہ چیل نہ لے جائے لفافے میں ڈالا، تھیلے میں ڈالا، بغل میں دبایا کہ چیل نہ لے جائے اور یہ آپ کو معلوم ہے کہ گوشت چیل کے پاس نہیں جاتا، چیل گوشت کے پاس آتی ہے جہاں گوشت ملے وہاں آکے چھینتی ہے اور یہ آپ کے ساتھ جو ڈیڑھ من کا گوشت چل رہا ہے یہ کبھی کبھی اس کو برا خیال آجائے تو چل کے بھی چلی جاتی ہے وہاں، بری جگہ چلی جائے گی، گوشت کے پاس تو چیل آتی ہے، یہ ڈیڑھ من کا جو گوشت ہے یہ خود بخود کہیں چلی جاسکتی ہے۔ جب دماغ خراب ہو جائے اس کا اور دوسری بات یہ ہے کہ فرض کرو کہ چیل نے گوشت اُٹھایا، لے کے اُڑی تو اس کے پاؤں سے گر گیا، نیچے آپ اس کو دھو کر صاف کر کے کھا سکتے ہیں اور ڈیڑھ من کا گوشت خراب ہو گیا تو اس کے نزدیک جانے کو دل نہیں چاہے گا۔ اس عنوان سے انہوں نے فرمایا کہ بے پردہ کیوں لیے پھر رہے ہو، جس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ اپنے گھروں میں بیٹھی رہو، ان کو باہر کیوں لیے لیے پھرتے ہو، ایک ایک آدمی کو کیوں دکھا رہے ہو، تمہارے دکھانے سے کئی آدمی بے حیا ہو جاتے ہیں، کئی آدمیوں کی آنکھیں خراب ہو جاتی ہیں، دل خراب ہو جاتے ہیں۔ یہ تو فطری

چیز ہے، مرد کو عورت کی طرف، عورت کو مرد کی طرف میلان فطری ہے اس کو کوئی روک نہیں سکتا، میلان کو روکنے کا سامان مہیا کرنا چاہیے کہ پردہ کرنا چاہیے۔

ایک صحابیہ کا قابلِ رشک پردہ

آج کل ایسا کہتے ہیں کہ ہمارا دل پاک ہے، ہمیں اس قسم کے خیالات بھی نہیں آتے ہیں۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے تو ہمیں اس کی کیا ضرورت پڑی ہے کہ ہم اس کے متعلق سوچیں کہ یہ ایسا ہے یہ ایسا ہے۔

اُمِّ خلاد ایک صحابیہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے بیٹے کو یہودی نے مار دیا، قتل کی خبر آگئی شہید ہو گئے۔ بڑی غمگین تھی کہ ایک تو میرا بچہ چلا گیا گم ہو گیا شہید ہو گیا دوسرے مارنے والے یہودی ہیں، بڑا ان کو خیال آیا۔ تو خیال آیا کہ پتہ نہیں میرے بچے کا کیا ہوا؟ آیا شہادت ملی کہ نہیں ملی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پردے کے ساتھ گئی اور پوچھا کہ ایسا ایسا واقعہ ہوا ہے میرے بچے کا کیا ہوا؟ فرمایا شہید ہے دو اجر ملیں گے یہودی نے مارا اس کو، کچھ صحابی بیٹھے ہوئے تھے کہنے لگے اس قدر کا رنج ہے، اس قدر کا صدمہ ہے بیٹا فوت ہو گیا ہے اور اب بھی پردہ ہے، پردے کے ساتھ آئی ہے، عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ عورتیں غم میں پردے کو ہٹا لیتی ہیں، پردے کا ہوش نہیں رہتا۔ اس عورت نے جواب دیا، میرا بیٹا گو مر گیا ہے، میری حیا شرم اور غیرت تو نہیں مر گئی، پردہ کیوں نہ کروں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی حکم ہے اللہ کا بھی حکم ہے۔ تم کو چاہیے تھا تعریف کرتے اور تم اس طرح کر رہے ہو۔

بے پردہ عورت پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے

اور آج آپ دیکھیں گے کہ کوئی عزیز کہیں فوت ہو جاتا ہے، عورتیں کہتی ہیں کہ ہمیں بھی قبرستان لے چلو، ہم بھی جا کے اپنے عزیز کی قبر دیکھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ "لَعَنَ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلّم زَوَّاراتِ الْقُبُوْرِ" (الحدیث) قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں کو لعنت فرمائی ہے۔ لعنت کون کر رہا ہے اللہ کا رسول؟ لعنت کا مطلب کیا ہے اللہ کی رحمت سے دور ہو جانا، اب اللہ کی رحمت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد سے دور ہو جانا پھر کہاں پہنچ جاتا ہے انسان۔ اسی طرح فرمایا کہ عورت کو چاہیے ایسی جگہ کھڑی نہ ہو، ایسی جگہ موجود نہ ہو جہاں دوسرا دیکھ سکے یا عورت دوسرے کو دیکھے۔ اس پر بھی لعنت کی گئی ہے۔ "لَعَنَ اللہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُورَ اِلَیْہِ" دیکھنے والے پر بھی لعنت اور جو دکھائے اپنے آپ کو اس پر بھی لعنت، جس کو دیکھ رہا ہے اس پر بھی لعنت کیوں ایسی جگہ کھڑی ہوئی ہے؟ کیوں ایسے انتظام کیے ہیں کہ لوگ دیکھ سکیں۔

حضرت فاطمہؓ کا اپنے جنازے کے پردے کیلئے فکرمند ہونا

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیا ان سے زیادہ کوئی پردہ کر سکتا ہے؟ بلا ضرورتِ شدیدہ باہر نہیں نکلتی تھیں، کسی غیر سے ضرورت سے بات کرتی تھیں ورنہ بات نہیں کرتی تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے کان میں ایک بات فرمائی تو وہ رونے لگیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ ان کے کان میں بات کی تو وہ ہنسنے لگیں۔ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا کہ میرا دُنیا سے جانے کا وقت قریب ہے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رونے لگیں، پھر آپ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری وفات کے بعد سب سے پہلے تم مجھے ملو گی تو ان کو ہنسی آ گئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کس بات پر ہنسی تم کو آئی؟ تو بتایا نہیں انہوں نے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا پھر پوچھا پھر بتایا انہوں نے۔

اب ان کو معلوم تھا کہ جلدی میں جانے والی ہوں دُنیا سے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما گئے، سب سے پہلے میں نے جانا ہے، ان کا جسم تھا بھاری، ہم تو زندگی میں اپنے جسم کی نمائش کرتی ہیں نا ہماری عورتیں، ان کا جسم تھا بھاری اور آج کل جیسے ڈولی کا رواج ہوتا ہے نا کپڑا ڈال دیتے ہیں گھوارا ہوتا ہے تو اس وقت یہ گھوارہ نہیں تھا ویسے چارپائی پر لے جاتے تھے، ان کو یہ غم سوار تھا کہ میرا جسم ایسا ہے کہ میرے جسم کی ساخت غیر مردوں کو معلوم ہو گی، زندگی میں نہیں مرنے کے بعد، اتنا غم تھا اتنا غم تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ مہینے کے بعد فوت ہوئی ہیں، یہ چھ مہینے میں ہنسی نہیں ہیں کہ میرا کیا ہو گا؟ میری غیرت کا کیا ہو گا؟ میری جسامت ایسی ہے کہ لوگوں کو نظر آئے گا۔ یہ مرنے کے بعد کی فکر ہو رہی ہے، ایک دفعہ حبشہ کی عورت آئی، آخری دنوں میں جب وصال قریب تھا، اس کو بھی اسی غم کی بات کی کہ مجھے یہ غم لگ رہا ہے، جب سے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گئے مجھے ہنسی نہیں آئی، مجھے اس کا غم سوار ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا ہمارے حبشہ کا رواج ہے جب عورت کا جنازہ لے جاتے ہیں اس کا گھوارہ بنا لیتے اوپر چادر ڈال لیتے ہیں، پھر عورت کا جسم نظر نہیں آتا، یہ بڑی خوش ہوئیں اور ہنسی آئی ان کو کہ شکر الحمد للہ میرا انتظام ہو گیا، پھر گھوارہ بنوایا اور وصیت کی کہ اس پر چادر ڈال کے مجھے دفن کر دینا۔

دیکھیں کتنی غیرت ہے کتنی شرم ہے۔ اب بھی بعض عورتیں ایسی ہیں جو کہتی ہیں کہ میری چارپائی کو غیر محرم ہاتھ بھی نہ لگائے۔ جو عورت یہ کہتی ہے کہ میری چارپائی کو غیر محرم ہاتھ بھی نہ لگائے اس کے خود پردے کا کیا حال ہوگا؟ اس کی غیرت کا کیا حال ہوگا؟ اس کی شرم وحیا کا کیا حال ہوگا؟

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے والد کا قابل رشک تقویٰ

ایک نوجوان نہر کے کنارے وضو کررہے تھے، نہر میں ایک سیب بہتا ہوا آیا، انہوں نے سیب کھالیا، کھانے کے بعد خیال آیا کہ نہ تو میں نے خریدا ہے نہ مالک سے اجازت لی ہے حالانکہ ایسی گری پڑی چیز کھانے کو حرج نہیں ہوتا لیکن ان کا تقویٰ اتنا اونچا تھا انہوں نے کہا کہ یہ میں نے کیوں کھایا؟ کیوں میں نے یہ غلطی کی۔ اب میرا کیا بنے گا کل قیامت کے دن میں کیا جواب دوں گا، یہ فکر سوار ہوا فکر سوار ہوا۔ سوچتے سوچتے اخیر دل میں یہ بات آئی کہ نہر سے جو چلا آرہا ہے سیب یہ ضرور نہر کے کنارے کوئی باغ ہوگا، اس باغ کا سیب گرا ہوگا۔ باغ والے سے جاکے معافی کرالیتا ہوں یا پیسے دے دیتا ہوں۔ چنانچہ اس طرف جاتے جاتے کوئی ایک میل، دو میل کے بعد باغ واقعی نظر آیا، سیب کا باغ بھی تھا اور کنارے پر سیب کا درخت بھی تھا۔ اب یقین آگیا کہ اس درخت کا سیب گرا ہے، مالک کے پاس گئے سلام کیا اس کا اور اپنا سارا واقعہ سنایا کہ میں دو میل سے آیا ہوں اور سیب کی قیمت لے لو یا مجھے معاف کردو، اس مالک نے جو باغبان تھا اس نے اوپر سے نیچے دو تین بار دیکھا، اس نے کہا میں تو معاف نہیں کروں گا۔ انہوں نے کہا مہربانی کرو معاف کردو، کل قیامت کے دن پر نہ چھوڑو، حقوق العباد کا معاملہ بڑا سخت ہے وہاں نیکیاں دینا پڑیں گی،

مہربانی کرو معاف کردو۔ اس نے کہا میری دو شرطیں ہیں اگر مانو تو معاف کروں گا ورنہ نہیں معاف کروں گا۔ یہ حیران پتا نہیں کیا شرطیں ہیں۔ اس نے کہا ایک سال تک تم نے میرے اس باغ میں کام کرنا ہوگا، باغبانی کرنی ہوگی جب میں معاف کرسکتا ہوں، ایک شرط تو میری یہ ہے۔ یہ حیران کہ ایک سیب کے بدلے میں ایک سال مزدوری۔ دل پر بڑا بوجھ ہوا لیکن آخرت کا فکر اتنا سوار تھا کہ ایک سال کی مزدوری قبول کرلی۔ دوسری شرط کیا ہے؟ دوسری شرط یہ ہے کہ میری ایک لڑکی ہے وہ آنکھوں سے اندھی ہے، کانوں سے بہری ہے، زبان سے گونگی ہے، اس کے ہاتھ بھی نہیں ہیں، پاؤں بھی نہیں ہیں اس سے تم کو شادی کرنی ہوگی۔ اب یہ اور پریشان ہوئے، سال کی محنت کرنا تو آسان تھا اور جس کی آنکھ بھی نہ ہو، کان بھی نہ ہو، زبان بھی نہ ہو، ہاتھ بھی نہ ہوں، پاؤں بھی نہ ہوں وہ میرے کس کام کی، بجائے اس کے کہ بڑے پریشان ہوئے۔ آخر آخرت کے خوف سے مجبور ہوکر کہا بہت اچھا یہ بھی مان لیتا ہوں مگر معاف کردینا تم مجھے۔ اس نے کام شروع کردیا، دو دن کے بعد باغبان نے باغ کے مالک نے کہا اچھا دوسری شرط بھی پوری کرلو، نکاح کرلو، کہا بہت اچھا میں نے مان تو لیا ہے نکاح کرلیتا ہوں، نکاح کرلیا، پھر مالک نے کہا فلاں جو مکان ہے وہ میں نے تمہاری بیوی کے لیے مختص کردیا ہے تمہارے لیے وہ مکان ہے جاؤ اپنی بیوی کے پاس جاؤ، یہ وہاں گئے، دروازہ جو کھولا دیکھا کہ چارپائی پر ایک عورت بیٹھی ہوئی ہے، اچانک جب دروازہ کھولا اسے آواز جو آئی دروازے کی تو اس نے دیکھا مڑ کے، یہ حیران کہ اس کے کان بھی ہیں سن بھی لیا اس نے، دیکھ بھی رہی ہے اور ہاتھ بھی اس کے ہیں، پاؤں بھی ہیں، ٹانگیں بھی ہیں، یہ واپس آگئے بند کرکے۔ باغ کے مالک کو کہا تم نے مجھ کو دھوکہ دیا ہے جو میری بیوی تم نے بنائی ہے جس سے نکاح کرایا ہے اس

کو تم نے کہا وہ بہری بھی ہے گونگی بھی ہے اندھی بھی ہے ہاتھ بھی نہیں ہیں، پاؤں بھی نہیں ہیں، اس کے تو سب کچھ ہے۔ اس نے کہا یہ میری ہی لڑکی ہے اسی سے تمہارا نکاح ہوا ہے، یہی تمہاری بیوی ہے۔ تم جاؤ اس نے کہا، اچھا بتا تو دو کیا بات ہے؟ اس نے کہا بات یہ ہے کہ جب تم آئے تھے ایک سیب کے لیے، ایک سیب کے معاف کرانے کے لیے قیمت ادا کرنے کے لیے، میں نے کہا یہ بہت متقی شخص ہے، بڑا پرہیز گار آدمی ہے، ایک سیب کی وجہ سے بھاگا بھاگا پھر رہا ہے اور میری لڑکی بھی جوان تھی، میں اس کی شادی کرنا چاہتا تھا اور مجھے کوئی صحیح رشتہ ملتا نہیں تھا، اللہ نے تم کو میرے پاس بھیج دیا اس واسطے میں نے رشتہ کیا ہے اور یہ جو آنکھوں سے اندھی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ساری عمر کسی غیر محرم کو اس نے دیکھا نہیں ہے اور ساری عمر کسی غیر محرم کی آواز اس کے کان میں نہیں پڑی ہے اور ساری عمر کسی غیر محرم سے بات نہیں کی ہے، ساری عمر کسی غیر محرم کو ہاتھ نہیں لگایا، ساری عمر پاؤں چل کر کہیں گئی نہیں ہے، ایسی باحیا اور عفت والی اور غیرت والی بچی ہے تو میں نے کہا تمہارے جیسا اس کو کہاں خاوند مل سکتا ہے اس واسطے میں نے نکاح کیا۔

آپ اندازہ فرمایئے اس لڑکی کے تقویٰ کا کیا حال ہے اور اس نوجوان کے تقویٰ کا کیا حال ہے ان کی اولاد ہوتی ہے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔ تقویٰ کا کیا اونچا مرتبہ ہوتا ہے۔ آج ہم ہر طرح سے گناہوں میں ملوث مرد بھی ملوث، عورتیں بھی ملوث پھر اولاد کیسی ہوگی؟ متقی لوگوں کا یہ حال ہے۔

ایک لڑکی کا خوفِ خدا کا عجیب واقعہ

ایسے ہی اگلے دن بیان کیا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گشت کر رہے تھے، ایک مکان سے کچھ آواز آ رہی تھی، ماں کہہ رہی تھی بیٹی کو کہ بیٹی یہ دودھ آیا ہے اس میں پانی ملا دو، بیٹی کہہ رہی ہے اماں خلیفہ وقت نے فرمایا ہے کسی نے ملاوٹ نہیں کرنی ہم کیوں خلاف کریں؟ اس کی ماں کہتی ہے کہ عمرؓ دیکھ تھوڑی رہے ہیں؟ اور وہ سن رہے تھے بات، لڑکی جواب دیتی ہے کہ اگر عمرؓ نہیں دیکھ رہے تو جس اللہ کے حکم سے عمر نے حکم دیا ہے وہ تو دیکھ رہے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں خیال آیا کہ بڑی اونچے درجے کی لڑکی ہے۔ صبح جا کے پیغام دیدیا کہ اگر اس لڑکی کا رشتہ یا منگنی شادی نہیں ہوئی ہے تو میں اپنے بچے کے لیے پیغام دیتا ہوں، پیغام دے دیا، ان کی اولاد سے پیدا ہوتے ہیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ۔ اس طرح ہمیں بھی تقویٰ اختیار کرنا چاہیے، گناہوں سے بچنا چاہیے، نیکی کرنی چاہیے تاکہ اولاد بھی نیک ہو۔

والدین کے اعمال کا اولاد پر اثر ہونا

ایک عورت نے اور شوہر نے آپس میں معاہدہ کیا کہ ہمیں اس حمل کے دوران کوئی گناہ نہیں کرنا ہے، چھوٹے سے چھوٹا گناہ بھی نہیں کریں گے تاکہ اولاد ہماری اچھی ہو، وعدہ کرلیا دونوں نے پوری احتیاط کر رہے ہیں کوئی گناہ نہیں کر رہے، بچہ پیدا ہو گیا چار پانچ سال کا بچہ ہو گیا، باپ ساتھ لے گیا ایک دُکان پر کھڑا تھا کہ بچے نے ایک بیر اُٹھا کر کھالیا بغیر باپ سے پوچھے بغیر دُکاندار سے پوچھے کھالیا، اب ان کو بڑا صدمہ ہوا، ضرور کوئی نہ کوئی گناہ ہو گیا ہے، سوچتے رہے، کوئی گناہ نظر نہیں آیا۔

کتنا اونچا تقویٰ دیکھو تو سہی۔ پھر جا کے بیوی سے پوچھا کہ سچ سچ بتاؤ میں نے تو اپنی یادداشت کے مطابق سوچ لیا ہے کہ گناہ کوئی نہیں ہوا ہے تم بتاؤ۔ اس نے کہا کہ جب یہ بچہ میرے پیٹ میں تھا یہ ہمارے پڑوس میں ایک بیری کا درخت تھا اس کی ٹہنی ہمارے ہاں جھک رہی تھی اس میں سے میں نے ایک بیر لے کر کھایا ہے۔ فرمایا یہ اسی کا اثر ہے۔ تم نے وہ بیر کھایا ہے بچے کو ہمت ہوگئی، دوسرا بیر کھانے کو، تو اندازہ کیجئے ماں باپ نیک ہوں تو اولاد کتنی نیک ہوگی، ماں باپ نیک نہ ہوں تو اولاد کہاں نیک ہوگی؟

زندگی بھر کیلئے لنگڑا پن منظور ہے بے پردگی منظور نہیں

ایک نواب اس عورت کا شوہر بھی نواب اس کا لڑکا بھی نواب، نواب تو بڑے اونچے ہوتے ہیں، اس عورت کی ٹانگ ٹوٹ گئی تو شوہر بھی کہتا ہے بیٹا بھی کہتا ہے کہ آپ کا ہم علاج کرواتے ہیں آپریشن کرواتے ہیں، ٹانگ صحیح ہو جائے گی، اس نے کہا ساری عمر میں پردے سے رہی ہوں مجھے حیا آتی ہے کوئی غیر مرد مجھے ہاتھ نہ لگائے، لنگڑی رہنا منظور کیا لیکن کسی کو دکھایا نہیں، حالانکہ اجازت ہے علاج کی لیکن ان کی حیا کا معیار اونچا تھا پردے کی وجہ سے کہ کہتی ہے میں کسی غیر محرم سے ہاتھ نہیں لگواؤں گی، ایسے ہی ایک عورت ہے اس نے اندھا رہنا منظور کیا لیکن آنکھ کے علاج کیلئے بے پردہ نہیں ہوئی ہے تو پردہ بہت ضروری ہے۔ پردے کے ساتھ حیا رہتی ہے، عفت قائم رہتی ہے، پاکیزگی رہتی ہے، غیرت قائم رہتی ہے۔

جب حیا نہ رہے تو جو چاہو کرو

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اِذَا فَاتَكَ الْحَيَآءُ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ" جب تیری حیا چلی جائے، جب تو بے حیاء ہو جائے تو کوئی کام تجھ سے بعید نہیں جو چاہے تو کر سکتا ہے۔ حیاء ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے اور اس رکاوٹ کیلئے پردے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جتنا بے پردگی زیادہ ہوگی اتنا بے حیائی زیادہ ہوگی، اتنی بے غیرتی زیادہ ہوگی، اتنے گناہ زیادہ ہوتے ہیں تو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کھول کے بیان کر دیا ہے کہ کون کون سے تمہارے محرم ہیں جن سے تمہارا نکاح نہیں ہو سکتا، اس کے علاوہ باقی سارے غیر محرم ہیں۔

محرم عورتیں کونسی ہیں؟

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۳﴾ (سورۃ النساء: آیت ۲۳)

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ماں، بیٹی، خالہ، پھوپھی، بہن، بھتیجی، بھانجی اور جس عورت نے دودھ پلایا رضاعی ماں اور پھر اس کی دودھ شریک بہن ہوگئی، ساس،

بہو، یا کسی عورت سے شادی کی اس کے پیچھے لڑکی ساتھ آ گئی، ان سب سے نکاح حرام ہے، یہ محرم ہیں۔ ان کے سامنے آ جاسکتا ہے انسان۔ تو عورت کو سارا بدن سر سے پاؤں تک چھپانے کا حکم ہے۔ غیر محرم کے سامنے کھولنا درست نہیں ہے، بہت بوڑھی عورت ہو، بہت بوڑھی اس کو بھی سوائے چہرے کے، ہاتھ کے، پاؤں کے اور بدن کھولنا درست نہیں ہے حتیٰ کہ سر کے بال بوڑھی عورت ہے اس کو بھی جائز نہیں کہ سر کا ایک بال بھی ننگا کرے۔ آج ہماری جوان عورتیں ننگے سر پھرتی ہیں غیر محرم کے سامنے پھرتی ہیں، بازاروں میں پھرتی ہیں۔ یہاں تک کہ جو بال کنگھی میں ٹوٹ جاتے ہیں ان کو بھی چھپانا چاہیے غیر محرم کو نظر نہیں آنا چاہیے اتنی شریعت نے حفاظت کی ہے۔ اپنے کسی عضو کو غیر محرم سے لگانا درست نہیں ہے، محرم ہے نا اس کے سامنے منہ کھل جائے، سر کھل جائے، بازو کھل جائیں، پنڈلی کھل جائے، اتنی اجازت ہے لیکن پیٹ یا پیٹھ کھولنا اس کے سامنے بھی حرام ہے۔ کبھی آپ نے یہ خیال کیا ہوگا بعض عورتیں جو ہیں دوسری عورتوں کے سامنے ننگی ہو جاتی ہیں، ننگی ہو کے نہاتی ہیں، ناف سے لے کر گھٹنے تک دوسری عورتوں کے سامنے بھی پردہ ہے یہاں تک کہ جو کافر عورتیں ہیں ان سے بھی پردہ کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے۔

استاد، پیر، کافر عورت، ہیجڑے سب سے پردہ ہے

استاد ہو، پیر ہو، معالج ہو ان سے بھی پردہ ہے سب غیر محرم ہیں، سب ایک درجے میں ہیں، کہتے ہیں کہ پیر باپ کی جگہ ہوتا ہے، علاج کرنے والے سے کیا پردہ کرنا، ہاں علاج کرنے کے لیے جس حصہ بدن کا کھولنا ضروری ہے کھول سکتی ہے، اجازت ہے لیکن بلاضرورت اس کے سامنے ننگا ہو جانا یا چہرہ کھول دینا یہ ٹھیک نہیں ہے سب کے سامنے پردہ ایک جیسا ہے۔

اسی طرح ہیجڑے ہوتے ہیں، خواجے ہوتے ہیں، اندھے ہوتے ہیں ان کے سامنے بھی جانا جائز نہیں، ایک اور ہوتے ہیں کہ بعض آدمی یا بعض عورتیں گھر میں کسی لڑکے کو پال لیتے ہیں لے پالک لڑکا وہ بالکل غیر محرم ہے، جب جوان ہوتا ہے اس سے بھی بالکل ویسا پردہ کرتا ہے جیسے پردہ کرنا ہوتا ہے بلکہ جوان ہونے سے پہلے پردہ کر دینا چاہیے۔ ایک عام رواج ہے کہ عید کے موقع پر تقریب کے موقع پر عورتیں جاتی ہیں تو غیر محرم کو ہاتھ دیتی ہیں کہ بھائی چوڑیاں ڈال دو، غیر محرم کو ہاتھ لگوانا درست نہیں ہے، چوڑیاں پہنوانا بھی درست نہیں ہے اس سے پوری احتیاط شریعت نے کی ہے جب اتنی احتیاط شریعت نے کی ہے تو جب ایسی کوئی پوری احتیاط رکھے تو کوئی فساد کا اندیشہ ہو سکتا ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ پردے میں بھی بے حیائی بڑی ہو رہی ہے۔ تو فرماتے ہیں وہ پردے کی حقیقت نہیں اختیار کرتے۔ اگر پردے کی حقیقت جیسے بیان کی ایسے اختیار کرتے تو ہو نہیں سکتا کوئی خرابی ہو، تو پردہ کا حکم بڑا ضروری ہے اس کی پابندی کرنا بڑا ضروری ہے، کوتاہی کرنے سے بہت نقصان ہے۔

عورت کی عزت چاردیواری میں ہے

اپنے موجودہ وقت میں عورتیں کہتی ہیں کہ ہماری آزادی چھن گئی ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جب نکاح فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تو فرمایا، اے علیؓ! تمہارے ذمے باہر کے کام ہیں اور فرمایا اے فاطمہؓ! تمہارے ذمہ گھر کے کام ہیں۔ عورت کی عزت اپنی چار دیواری میں ہے اس عورت کو کوئی غیر دیکھ نہیں سکتا، کوئی غیر چھیڑے اس پر شریعت حد لگاتی ہے، اتنی عورت کی حفاظت کی گئی ہے اس کے ناموس کے لیے، گھر کی ملکہ بن کے بیٹھے۔ آج بازاروں میں جا کے رسوا ہو رہی ہے، کلبوں میں رسوا ہو رہی ہے، جگہ جگہ پھر

رہی ہے، آج عورت اور اس رسوائی کے نتیجے کیا کیا ہو رہے ہیں۔ جن لوگوں کے دیکھا دیکھی جس عورت کے دیکھا دیکھی ہم تقلید کر رہے ہیں ان کا حال جا کے دیکھو، جانوروں سے بدتر ہے، نہ ان کو ماں کا خیال نہ بیٹی کا خیال نہ بہن کا خیال نہ بھائی کا خیال، ان کو کوئی خیال ہی نہیں ہے ماں باپ کے سامنے بے حیائی ہو رہی ہے ان کو فکر نہیں یا تو ہم اس طرح بے حیاء بننا چاہتے ہیں تو ٹھیک ہے یا اگر حیاء قائم رکھنی ہے شریعت کا معیار قائم رکھنا ہے تو چاہیے کہ اپنی عورتوں کو پردہ کراؤ لیکن اس طرح نہیں پہلے شریعت کی اہمیت بتائیں، شریعت کے مسائل بتائیں، شریعت کی قدر دل میں بٹھائیں، پردے کی اہمیت ذہن نشین کرائیں، بے پردگی کی مذمت دل میں بٹھائیں، لڑائی جھگڑا نہیں کرنا طریقہ سے کام کرنا ہے، طریقہ سے کام کرنا ہے، شریعت کے معیار پر لانا ہے ان کو قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا اپنے آپ کو بھی دوزخ سے بچائیں، اپنے بال بچوں کو بھی بچائیں، دیور ہو، جیٹھ ہو، بہنوئی ہو، چچازاد یا ماموں زاد بھائی ہو، پھوپھی زاد بھائی ہو، خالہ زاد بھائی ہو سب سے پردہ ضرور کرنا چاہیے، کھلے منہ کھلے بدن اس کے سامنے نہیں آنا چاہیے۔ جیسے پہلے عرض کیا کہ گھروں میں اگر مشکل ہو تو چہرے کو ڈھانپ کے ہاتھوں کو کلائی تک پردہ کر کے، ٹخنوں تک ڈھانپ کے پھر آ سکتی ہے بلاضرورت وہ بھی نہیں یہ ضرورت میں ہے جب آنا جانا پڑے۔ بہر حال جو شریعت کا معیار ہے وہ عرض کر دیا گیا ہے۔ اب آپ خود سوچ لیں ہمیں شریعت کا معیار اختیار کرنا ہے یا معاشرے کا اختیار کرنا ہے، اپنی طبیعت پر عمل کرنا ہے یا شریعت پر عمل کرنا ہے۔ اللہ کو راضی کرنا ہے یا ناراض کرنا ہے، دُنیا کو ترجیح دینی ہے یا آخرت کو ترجیح دینی ہے، آپ خود فیصلہ کر لو اللہ تعالیٰ جل شانہ ہمیں نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

"نیک صحبت کے فوائد"

خطبہ مسنونہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا۔ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ۔ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۔

اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْھُمْ تُرِیْدُ زِیْنَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا وَاتَّبَعَ ھَوٰہُ وَکَانَ اَمْرُہٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾

آیت مبارکہ کا شانِ نزول

اس آیت مبارکہ میں نیک صحبت کی اہمیت معلوم ہوئی۔ اس آیت مبارکہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ مشرکین مکہ یہ کہا کرتے تھے یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کی مجلس میں میلے کچیلے کپڑوں والے غریب لوگ بیٹھا کرتے ہیں ہم سردارانِ قریش اور بڑے آدمی روسا ہمیں اپنی بے عزتی محسوس ہوتی ہے کہ غریبوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھیں، اگر یہ نہ ہوں تو پھر ہم بیٹھ سکتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیال مبارک میں یہ آیا کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو اپنے ہی ہیں ان کو تو جہاں بھی چاہیں بٹھادو، بیٹھ جائیں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو بڑے عاشق تھے مگر ہوسکتا ہے اگر یہ طریقہ اختیار کیا جائے تو یہ روسا اور سردارانِ قریش سیدھے راستے پر آجائیں۔ اس خیال سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال مبارک یہ ہوا کہ بہتر ہے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ایک طرف کرکے ان کو مجلس میں آنے کا موقع دیا جائے۔ اس خیال مبارک کے آنے کے ساتھ ہی یہ آیت اُتری: وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ (اے ہمارے حبیب، آپ اپنے آپ کو ان ہی لوگوں کے ساتھ رکھئے جو اللہ کو صبح بھی اور شام بھی یاد کرتے ہیں اور اسی کی رضا کے خواہش مند ہیں، اس ہی کی رضا کو چاہنے والے ہیں ایسے ہی آدمیوں کے ساتھ بیٹھے رہئے، جس کا دل چاہے آئے جس کا دل چاہے نہ آئے، آپ ان کے پیچھے نہ پڑیں۔)

صحابہ کرامؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے عاشق تھے

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو بڑے عاشق تھے، ان کو جہاں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بٹھادیتے بیٹھ جاتے، آپ کو معلوم ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ہیں اور جنگ اُحد میں ان کو شہید کرنے والے یہ ہی حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفر کی حالت میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تھا اور ناک بھی کاٹا، کان بھی کاٹا، ہاتھ بھی کاٹے اور ہندہ آئی اس نے پیٹ چاک کرکے کلیجے کو، دل کو چبایا۔ یہ منظر جو تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بڑا جان گداز، بڑا ہی غم دار، بڑا ہی غمگین تھا کہ ان لوگوں نے میرے چچا کے ساتھ کیا حشر کیا۔ جب حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہوگئے، جب وہ سامنے آتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سارا منظر یاد آجاتا تھا کہ یہ وہ ہی شخص ہے جس نے میرے چچا کے ساتھ یہ حشر کیا۔ اب ان کے گناہ تو اسلام لانے سے معاف ہوچکے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ واقعہ یاد آجاتا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے وحشی! تیرے گناہ تو بے شک سارے مٹ چکے ہیں لیکن جب تو میرے سامنے آتا ہے تو مجھے وہ واقعہ یاد آجاتا ہے، اگر ہوسکے تجھ سے تو میرے سامنے نہ آئے تو اچھا ہے۔ چنانچہ جب ان کو محسوس ہوا اور معلوم ہوا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرے سامنے آنے سے بہت تکلیف ہوتی ہے تو وہ باوجود انتہائی محبت خاص اور چاہت کے مدینہ منورہ کو چھوڑ کر شام چلے گئے۔ اس قدر صحابہ کرامؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہنے کو ماننے والے تھے۔ کسی نے خوب فرمایا:

أُرِيدُ وِصَالَهُ وَ يُرِيدُ هَجْرِي
فَأَتْرُكُ مَا أُرِيدُ لِمَا يُرِيدُ

(کہ میرا محبوب چاہتا ہے فراق ہو میں چاہتا ہوں اس کے قریب بیٹھوں، وہ چاہتا ہے کہ مجھے وصال نہ ہو جو میرا محبوب چاہتا ہے میں نے وہ کام اختیار کیا، اپنی بات کو چھوڑ دیا۔)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو اس طرح عاشق تھے یہ ہی حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ مسیلمہ کذاب نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو یہ ہی شخص تھے انہوں نے اس کو قتل کیا۔

نیک لوگوں کی صحبت اختیار کریں

بہر حال سوچنے والی بات یہ ہے کہ جب اس آیت مبارکہ میں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو چاہنے والے ہیں ان کے ساتھ بیٹھنے کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صاف فرمایا جارہا ہے یہ سوچنے کی بات ہے کیا ہم لوگوں کو نیک لوگوں کے پاس بیٹھنے کا حکم نہیں ہوگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو سب سے زیادہ محبوب اور مقصود ہیں اللہ تعالیٰ جل شانہ کو ان کو فرمایا جارہا ہے کہ جو لوگ صبح وشام مجھے یاد کرنے والے ہیں میری محبت رکھتے ہیں میری رضا چاہتے ہیں، تم ان کے پاس بیٹھو اٹھو، تو کیا ہم لوگوں کو نیک لوگوں کے پاس بیٹھنے کی ضرورت نہیں ہے اور ایک جگہ تو قرآن مجید میں کھلے الفاظ میں حکم دیا گیا ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ (اے ایمان والو! جب تم ایمان لائے ہو تو تقویٰ اختیار کرو)

تقویٰ اختیار کریں

تقویٰ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اتنا خوف دل کے اندر آجائے، گناہوں سے انسان بچ جائے نیکی کرتا رہے، گناہ چھوڑتا رہے، ہر وہ کام جس کا حکم ہے وہ کرے، ہر وہ کام جس سے روکا گیا ہے اس سے بچے، اللہ کے خوف سے گناہ سے بچتا ہے اور پھر وہ دوزخ سے بچ جاتا ہے، یہ لوگ ہوتے ہیں متقین يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ ایمان اور تقویٰ اختیار کرنا ایمان والوں کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اس کا طریقہ بتایا ہے کہ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ تقویٰ اختیار کیسے ہوگا، ان لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ جو تقویٰ اختیار کیے ہوئے ہیں جو سچے لوگ ہیں، بات بھی سچی ہوتی ہے ان کی، کام بھی سچے ہوتے ہیں، ان کے حالات بھی سچے ہوتے ہیں، کسی کام میں جھوٹ نہیں ہوتا، مبالغہ نہیں ہوتا، ریاکاری نہیں ہوتی، ہر کام اللہ کی رضا کے لیے کرنے والے ہوتے ہیں، ایسے لوگ مل جائیں تو ان کے پاس بیٹھنے اُٹھنے سے تقویٰ نصیب ہوتا ہے۔

انسان دوست کے دین پر ہوتا ہے

اور ایک حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "المرء علی دین خلیله فلینظر احدکم من یخالل" آدمی جو ہے اپنے دوست کے مذہب اور دین کے طریقہ پر ہوتا ہے، دوست کا اثر بڑا ملتا ہے، اس میں اگر اچھا دوست ہے، اچھی باتیں سیکھے گا اور برا دوست ہے تو اس سے بری باتیں سیکھے گا۔ "المرء علی دین خلیله" آدمی اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے اگر دوست اچھا ہے تو وہ آدمی بھی اچھا ہو جائے گا، دوست برا ہے تو آدمی بھی برا ہو جائے گا۔ "فلینظر احدکم من یخالل" تم میں سے ہر شخص کو یہ چاہیے کہ دوستی کس کے ساتھ لگا رہا ہے اس واسطے دوستی لگانے سے پہلے یہ سوچنا چاہیے کہ میرا دوست اچھا ہے، نیک ہے، پرہیزگار ہے، خداترس ہے، اللہ سے ڈرنے والا ہے یا نہیں؟ اگر ہمارا دوست نیک ہوگا، خداترس ہوگا، اللہ سے خوف رکھنے والا ہوگا، تقویٰ اختیار کرنے والا ہوگا تو یقیناً اس دوست کی دوستی کی وجہ سے سارے اخلاق ہمارے اندر آئیں گے اور اگر اس دوست کے اندر فسق وفجور ہے، بدعملی ہے تو اس کے اثرات بھی ہمارے اندر آئیں گے، اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ جب تم کو کسی سے دوستی لگانی ہو، اس کے اندر اچھی باتیں دیکھنی چاہئیں، اچھا دوست ہوگا تمہارے اندر اچھی بات آئے گی، جتنی عبادات ہیں نماز ہو یا روزہ ہو، ذکر اللہ ہو، حج ہو، زکوٰۃ ہو جتنے بھی نیک اعمال ہیں ان عبادات کی جڑ اور طریقہ جو ہے نیک صحبت ہے۔

ہر فن صاحب فن سے سیکھنا پڑتا ہے

اگر آپ کو نیک صحبت نصیب ہوگی، نیک صحبت میں رہیں گے تو ان اعمال کے اندر جان آجائے گی، نماز آپ ویسے بھی پڑھتے ہیں پھر حقیقی پڑھیں گے، روزہ جو ہے آپ رسمی رکھتے ہیں فاقہ کر لیتے ہیں لیکن آپ اللہ والوں کی صحبت میں رہ کر

روزے کو صحیح معنوں میں رکھیں گے، ہر گناہ سے اپنے آپ کو بچائیں گے تو تمام دین کی جڑ جو ہے وہ یہ ہے کہ نیک صحبت سے انسان کے دل کے اندر نیکی آتی ہے، اللہ کی محبت آتی ہے، اللہ کا خوف آتا ہے، اللہ کا تعلق پیدا ہوجاتا ہے، پھر یہ شخص جو اعمال کرتا ہے بڑے اخلاص کے ساتھ کرتا ہے، بڑی محبت کے ساتھ کرتا ہے، پھر قابل قدر ہوتے ہیں۔ اگر اس طرح یقین نہیں آتا تو آپ اپنے شہر میں غور کرلو، اپنے محلے میں دیکھ لو، اپنے بازار میں دیکھ لو کہ جو شخص آپ دیکھتے ہیں پختہ دین والا ہے اس سے پوچھو کہ تم کیسے دین دار بن گئے؟ یقیناً آپ کو معلوم ہوگا کہ اس کو کسی کی نیک صحبت ملی ہے، کوئی نیک صحبت اختیار کی ہے کسی اللہ والے کے پاس رہا ہے، اللہ والوں کی صحبت کی وجہ سے اس کے اندر دین داری آئی ہے، آپ سارے ماحول پر نظر کرکے آزمالو، پوچھ لو، معلومات حاصل کرلو تو معلوم ہوا کہ نیک بننے کے لیے نیک صحبت بڑی ضروری ہوتی ہے۔ آپ ویسے دُنیا میں غور کریں کہ ہر فن سیکھنے کے لیے اس فن والے کے پاس جانا ہوتا ہے، آپ نے درزی کا کام سیکھنا ہے تو بڑھئی کے پاس بیٹھ کر درزی کا کام نہیں آئے گا، آپ نے کپڑے سلائی کرنے ہیں تو دوائیوں کی دُکان پر بیٹھ کر کپڑے سلائی نہیں آئیں گے، آپ وکیل بن گئے ہیں پڑھائی کرلی ہے جب تک وکیلوں کے پاس کچھ عرصہ نہیں لگاؤ گے آپ کو وکالت کا طریقہ نہیں آئے گا، ہر فن والا جو ہے اس کے پاس کچھ عرصہ گزارنے سے اس فن کے ساتھ مناسبت ہوتی ہے۔ اس فن کا حاصل کرنا آسان ہوجاتا ہے، اس فن کی مہارت حاصل ہوتی ہے، آپ دیکھ لیجیے آپ کے گھر میں آپ کے گھر والے روزانہ آٹا گوندھتے ہیں، آپ دیکھتے ہیں آٹا گوندھ رہے ہیں، آپ نے اگر کبھی آٹا گوندھا نہیں ہے، کبھی تجربہ نہیں کیا ہے کبھی گھر والوں سے پوچھا نہیں ہے کہ آٹا گوندھنے کا کیا طریقہ ہے، پانی کیسے ڈالتے ہیں، کیسے پکاتے ہیں، اگر آپ نے سیکھا ہی نہیں آپ آج آٹا گوندھیں تو کبھی بھی آپ اس قابل نہیں ہوں گے۔ اسی طرح اگر والدہ اپنی بچی کو روٹی پکانا، آٹا گوندھنا،

ہانڈی پکانا، ہانڈی کا طریقہ نہ سکھائے تو از خود کبھی بھی نہیں آئے گا اس کو، تو معلوم ہوا کہ ہر فن سیکھنے کے لیے فن والے کے پاس بیٹھنا بڑا ضروری ہے۔

کہ جن کے دل کے اندر اللہ کی محبت ہے اللہ کا خوف ہے اللہ کا تعلق ہے اللہ کی فرمانبرداری ہے ان کے پاس بیٹھو اُٹھو۔

دیندار بننے کا آسان نسخہ

ایک شخص نے حضرت مجدد ملت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں خط بھیجا کہ حضرت نماز کے اندر میری بڑی کوتاہی ہوتی ہے کوئی ایسا تعویذ دے دیجیے کہ نماز کے اندر کوتاہی نہ ہو، اب تعویذ کے ذریعے نماز کی کوتاہی دور ہو، یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے دماغ میں بٹھانے کے لیے مذاقاً ایک بات لکھی، فرمایا بھئی ایسا تعویذ مجھے نہیں آتا کہ میں ایک سپاہی کو ڈنڈے کے ساتھ لے کے اس میں بند کردوں، جب تم نماز میں سستی کرو تو فوراً تعویذ سے تمہارے اوپر ڈنڈے برسانے شروع کردے۔ ہاں البتہ اس کا طریقہ میں بتا دیتا ہوں۔ ایک ہے آسان ایک ہے مشکل طریقہ یہ ہے کہ جب تمہاری سستی کی وجہ سے نماز چلی جائے، نماز قضاء ہوجائے تو اپنے آپ کو سزا دو، اگر تم غریب ہو تو ہر نماز میں پانچ روپے نکالو تا کہ دل پر چوٹ لگے، ہائے میں پانچ روپے کیسے نکالوں؟ تو دوبارہ نماز میں سستی ہوگی تو سوچنا پڑے گا، پانچ روپے بڑی مشکل سے نکلیں گے، کیسے نکالوں گا؟ اور اگر آپ امیر ہیں پانچ روپے نکالنا آسان ہے تو امیر آدمی کو کھانے پینے کا شوق ہوتا ہے، اس وقت آپ فاقہ کریں ایک وقت فاقہ کریں دو وقت فاقہ کریں اور ہوسکے تو روزے رکھو، اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ فاقہ بھی کرسکتے ہیں، روپیہ بھی دے سکتے ہیں، نماز پڑھنا مشکل، ایک نماز قضاء ہو تو بیس رکعت پڑھو جرمانے کے، اب چار رکعت پڑھنے کی جگہ بیس پڑھنی پڑھ رہی ہیں، اپنے آپ کو سزا

دو، پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ مشکل کام کرنا ذرا یہ اپنے اوپر سزا جاری کرنا مشکل ہوتا ہے اور دوسرا آسان طریقہ یہ ہے کہ تمہارے گردونواح میں جو تمہارے نزدیک اللہ والا ہو، اس کے پاس جاتے رہو، آتے رہو، اس کی باتیں سنتے رہو، دعا کراتے رہو، ہوتے ہوتے ایسا ہوگا کہ ازخود تمہیں نماز کی عادت ہوجائے گی، خود بخود دین کی باتیں تمہارے اندر آنا شروع ہوجائیں گی، آسان طریقہ یہی ہے کہ اللہ والوں کی صحبت اختیار کرے اور اللہ والوں نے اپنے آپ کو سزائیں دی ہیں جو حق تعالیٰ جل شانہ کو راضی کرنا چاہتے ہیں ان سے کوئی کوتاہی ہوجاتی ہے تو اپنے آپ کو سزائیں دیتے ہیں تاکہ آئندہ کوتاہی نہ ہو۔

حضرت عمرؓ کے فضائل اور فکرِ آخرت

آپ جانتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کتنا اونچا مقام ہے۔ ان کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد اگر نبی ہوتا تو عمر ہوتے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی ہیں اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ وہ دس خوش نصیب جن کے متعلق زندگی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ یہ جنتی ہیں ان میں سے ایک حضرت عمر ہیں زندگی میں جنت کی خوشخبری مل گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتنے مقرب ہیں کہ آج بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں آرام فرما رہے ہیں۔

جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال قریب ہوا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے درخواست کی کہ میرا دل یہ چاہتا ہے کہ میری قبر بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برابر بن جائے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے ساتھ ہوجائے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ یہ جگہ تو میں نے اپنے لیے تجویز کر رکھی تھی کہ ایک میرے شوہر ہیں ایک میرے والد ہیں، ان کے پاس میں بھی آرام کروں لیکن میں عمر کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔ فرمایا میں اپنی جگہ قربان کرتی ہوں، ان کے لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر وصیت کی کہ ہوسکتا ہے میں اس وقت خلیفہ ہوں، اس واسطے انہوں نے اجازت دے دی ہے، میں مرجاؤں پھر اجازت مانگی جاوے، اگر خوشی سے اجازت دیں تو مجھے دفن کیا جائے ورنہ پھر مجھے وہاں دفن نہ کیا جائے، عام قبرستان جنت البقیع میں دفن کردیا جائے، مرنے کے بعد پھر اجازت لی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خوشی سے اجازت دے دی۔ پھر وہاں دفن کیا (صحیح البخاری) اتنا اونچا مقام ہونے کے باوجود ایک دفعہ ایک نماز کی جماعت چلی گئی، کئی لاکھ درہم خیرات کیے کہ میری جماعت کیوں گئی، اتنے درجے والے ہیں اور پتہ ہے کہ یہ جنتی ہیں پھر وہ اپنے آپ کو سزا دیتے ہیں، شام کے وقت درہ لے کر اپنے پاؤں پر مارتے تھے اور فرماتے خود کو اے عمر آخرت کے لیے آج تو نے کیا کام کیا ہے؟ یہ لوگ ہیں جن کو آخرت کی فکر تھی۔ بھلا وہ آدمی جو درے مارے گا اپنے پاؤں پر، حساب لے گا تو پھر کل کو برائی کرے گا کیا؟ برائی ہوگی کیا؟ آج ہم ہیں کہ بڑے فسق وفجور میں مبتلا ہیں، بڑے سے بڑے گناہ کر رہے ہیں، ایسا ہمیں کچھ نہیں خیال آتا کہ ہم اپنے آپ کو سزا دیں یا گناہ چھوڑیں یا گناہ چھوڑنے کا طریقہ سیکھیں۔

حضرت تمیم داریؓ کا فکرِ آخرت

ایک بزرگ تھے حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کی ایک دفعہ تہجد قضاء ہوگئی، اس غم میں کہ تہجد میری کیوں چھوٹی؟ ایک سال تک رات کو سوئے نہیں، حالانکہ تہجد فرض، واجب نہیں، یہ لوگ نیکی میں فرق آنے سے اپنے آپ کو سزا دیتے ہیں۔

ہماری حالتِ زار

ہم گناہ کر کر کے پھر سنبھلتے نہیں ہیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں، بیسیوں روحانی بیماریاں ہمارے اندر ہیں، ہم ان کے اندر مبتلا ہیں، ہمیں اس کا کوئی فکر نہیں، ہمارا جسم بیمار ہوجائے، ہیضہ ہوجائے، ہڈی ٹوٹ جائے، دق ہوجائے، ہمیں کتنا فکر ہوتا ہے؟ کتنی محنت کرتے ہیں؟ لیکن وہ بیماریاں جو ہماری آخرت کی تباہی کا باعث بن رہی ہیں ہمیں کوئی فکر نہیں ہے، ہماری زندگی خراب ہورہی ہے، ہمارا مرنا بھی خراب ہورہا ہے، ہماری قبر بھی خراب ہوگی، ہمارا حشر بھی خراب ہوگا، پھر ہمیں جہنم میں جانے کے لیے آواز دی جائے گی، اس کا ہمیں کوئی فکر نہیں ہے۔ بڑا ہولناک مرض ہے، سینکڑوں کے ایمان ایسے تباہ ہوگئے لیکن آج یہ ایسی بیماری ہمارے اندر آگئی ہے ایسی بیماری آگئی ہے کہ اس کا چھوڑنا بڑا مشکل ہے اور ہر گھر میں یہ ٹی وی اور وی سی آر نے اور بری عادت ڈال دی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ تفریح کا سامان ہے، یہ پتہ نہیں کہ آخرت کی تباہی کا سامان ہم گھر میں بیٹھے کر رہے ہیں۔

جھوٹ ہم کتنا آسانی سے بول لیتے ہیں ہم جھوٹ بولنے کو گناہ سمجھتے ہیں کہ میں نے اس کو ایسی بات کر کے اس کو پکڑ لیا اپنی چالاکی سے، اپنی ہوشیاری سمجھتے ہیں، یہ نہیں خیال کرتے کہ شریعت کے معیار کے مطابق کتنی ملاوٹ سے میں نے بات کی کتنی بری بات کی ہے۔

جھوٹ کا نقصان

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب انسان جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ ایک میل دور چلا جاتا ہے، رحمت کا فرشتہ ایک میل دور چلا جاتا ہے، ہمیں تو کچھ

احساس ہی نہیں ہے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخر عمر میں ان کی یہ کیفیت تھی کہ کوئی ان کے سامنے جھوٹ بولتا تو فرماتے کہ تیرے منہ سے بدبو آرہی ہے وہ جھوٹ کی بدبو محسوس کر لیتے تھے۔ ایسی حس ایسے صاف احساس والے لوگ ہوتے تھے ان کو تو دوسرے کے جھوٹ سے محسوس ہوجاتا تھا، آج ہم کو اپنا جھوٹ بول کے بھی احساس نہیں ہے۔ اسی طرح پچاسیوں طرح کی بیماریاں تکبر ہمارے اندر حسد، ہمارے اندر بغض و کینہ، جھوٹ، غیبت، شہوت پرستی، غصہ، حب مال ہے، حب جاہ ہے، پچاسیوں بیماریاں ہمارے اندر ہمیں کوئی فکر نہیں ہے اور جب تک یہ بیماریاں ہمارے اندر موجود ہیں نیکیاں ہمارے اندر نہیں آسکتیں اور ان ہی بیماریوں کو دور کرنے کے لیے نیک لوگوں کے پاس بیٹھنا اُٹھنا ضروری ہوتا ہے۔

نیک صحبت کے فوائد

جب آپ صحیح اللہ والے کے پاس جائیں گے آئیں گے، بیٹھیں، اُٹھیں گے باتیں سنتے رہیں گے، ان کے معاملات دیکھتے رہیں گے، کیسے معاملات ہیں، کیسی ان کی معاشرت ہے، کیسا لین دین ہورہا ہے، تو آپ کے دل کے اندر بھی احساس ہوگا کہ دین کے معیار کے اوپر چل رہے ہیں، ہمیں بھی اس طرح چلنا چاہیے، اللہ کے خوف سے کئی باتوں کو چھوڑ دیں گے دُنیا کی، آپ کو احساس ہوگا، اہل اللہ فکر آخرت میں کئی کام کرتے دیکھ کر آپ کو بھی فکر آخرت پیدا ہوجائے گی، اب وہ اپنے عیوب کی نگہداشت کر رہے ہوں گے، آپ کو بھی اپنے عیوب کا خیال ہونا شروع ہوجائے گا تو ایسے اللہ والے کہ جن کے پاس بیٹھنے اُٹھنے سے ہمیں اپنی آخرت کی فکر پیدا ہوجائے، آج ہمیں نہ تکبر کا پتہ ہے، نہ حسد کا، نہ بغض کا، نہ ریا کا، نہ کینے کا، نہ جھوٹ کا، نہ

فریب کا، نہ حب مال، کا نہ حب جاہ، کا نہ شہوت کا، نہ کسی اور چیز کا، خیال ہی نہیں آتا، ہم ان کے ساتھ بیٹھیں اُٹھیں گے تو خیال آئے گا کہ او ہو میں تو ڈوبا ہوا ہوں بیماریوں کے اندر، آپ کو اپنے عیوب محسوس ہونے شروع ہو جائیں گے۔ ایک وہ وقت ہے کہ آپ کی نماز چھوٹ گئی آپ سے، آپ کو فکر نہیں ہو رہی، ان کے پاس بیٹھنے اُٹھنے سے نماز کی عادت پڑ جائے گی، عادت تو نہیں پڑے گی، بلکہ یہ فکر سوار ہو جائے گی کہ میں نے اتنی نمازیں چھوڑی ہیں ان کا کیا بنے گا؟ آپ ان کی قضائیں کرنا شروع کر دیں گے، یہ ان کے پاس بیٹھنے اُٹھنے سے ہوگا۔

آپ نے پچھلے روزے نہیں رکھے ہوئے، آپ کو فکر ہوگی کہ میں روزے رکھ لوں، یہ تبدیلی کیوں آتی ہے؟ یہ ہی اللہ والوں کے پاس بیٹھنے اُٹھنے سے آتی ہے، آخرت کی فکر پیدا ہو جاتی ہے، عیوب محسوس ہونے شروع ہو جاتے ہیں، اصلاح کی فکر پیدا ہو جاتی ہے، بیماریاں دور کر کے صحت پیدا کی جاتی ہے، صحت پیدا ہوگی، دل کی قوت اور تقویت پیدا ہوگی، اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے، دل کی قوت آجاتی ہے، اب اخلاق رذیلہ سے ہمارا دل کھوٹا ہے، پھر اخلاق حمیدہ کے ساتھ ہمارا دل مزین ہو جائے گا، دل آپ کا بڑا مضبوط ہو جائے گا، آج ہم ذرا سی بات پر ڈر جاتے ہیں تو جب ہمیں اچھی صحبت مل جائے کہ جس صحبت سے ہمیں اپنے عیوب محسوس ہوں آخرت کی فکر پیدا ہو جائے، دین پر چلنے کی توفیق نصیب ہو جائے، سمجھو کہ یہ شخص اچھا ہے اس کے پاس بیٹھنا اُٹھنا چاہیے۔

دین بچانے کا واحد راستہ نیک صحبت ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ نیک لوگوں کے پاس بیٹھنے اُٹھنے کا اللہ تعالیٰ حکم دے رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا اُٹھنا ضروری ہے اور آج کل دین کے بچانے کا ایمان کے بچانے کا ایک واحد طریقہ اللہ والوں نے یہ ہی ارشاد فرمایا۔ حضرت مجدد ملت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آج کل نیک صحبت کو میں فرض عین کا درجہ دیتا ہوں اس لیے کہ نیک صحبت کی وجہ سے آپ کا ایمان بچے گا اور ایمان کو بچانا فرض عین ہے یا نہیں ہے؟ ورنہ آج ایمان کے ڈاکو ہر ایک کونے پر ہر ایک چوراہے پر ہر ایک دُکان پر ہر ایک گھر میں بیٹھے ہیں اور آج ایمان کے ڈاکو ہم نے گھر میں وی سی آر اور ٹی وی کی شکل میں لا رکھے ہیں۔ ان ڈاکوؤں سے بچنے کا کیا طریقہ اختیار کرو گے؟ اپنے ایمان کو بچانے کے لیے، اس واسطے انسان کو چاہیے جو شخص یہ چاہے، جس کے دل میں یہ خیال آئے کہ میں نیک بن جاؤں، برائیاں چھوٹ جائیں، دوزخ سے بچ جاؤں، جنت میں چلا جاؤں، حق تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ جاؤں، حق تعالیٰ کو راضی کرنا شروع کر دوں، اس کا طریقہ یہ ہی ہے جو اللہ کے مقبول ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں جو اللہ سے محبت رکھنے والے ہیں جو نیک لوگ ہیں ان کے پاس بیٹھنا اُٹھنا شروع کر دے۔ اسی واسطے حکم دے رہے ہیں ''وکونوا مع الصادقین'' نیک لوگوں کے ساتھ بیٹھنے کا حکم دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ جل شانہ، اس واسطے اپنے آپ کو انسان بنانے کے لیے سنوارنے کے لیے پوری کوشش کرنی چاہیے اور اگر ہمارے یہ دن چلے گئے ہمارے یہ مہینے، سال گزر گئے اور موت کا فرشتہ سر پر آ گیا اس وقت پتہ لگے گا کہ

ہاں میں نے بڑی غلطی کی ہائے لیکن اس وقت آپ کی دعا قبول نہیں ہوگی۔ آج دن بھی ملے ہوئے ہیں، راتیں ملی ہوئی ہیں، ہفتے ملے ہوئے ہیں، مہینے ملے ہوئے ہیں، سال ملے ہوئے ہیں، پوری پوری تیاری کی جاسکتی ہے، پوری پوری گناہوں سے معافی مانگی جاسکتی ہے جو اللہ ناراض ہے اس کو خوش کیا جاسکتا ہے، آج حقوق العباد ادا کیے جاسکتے ہیں، حقوق العباد کی معافی مانگی جاسکتی ہے، حقوق اللہ واجب ادا کیے جاسکتے ہیں، جب زندگی ختم ہوجائے گی کچھ نہیں ہوسکتا اور یہ سارے دین کی باتوں پر چلنے کے لیے آسان طریقہ یہ لکھا ہے کہ اللہ والوں کے پاس بیٹھتا اُٹھتا رہے۔ ان کی باتیں سنتا رہے، مشکلیں پیش آئیں، ان سے پوچھتا رہے، اس سے ان شاء اللہ دین پر چلنا آسان ہوجائے گا، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شیطانی وساوس اور اُن کا علاج

خطبہ مسنونہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِیْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا. مَنْ یَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ. وَمَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ. وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا كَثِیْرًا.

اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ○

آیتِ مبارکہ کا مفہوم

اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ جل شانہ کا ارشادِ گرامی ہے کہ جب شیطان کسی قسم کا دل میں وسوسہ ڈالے فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ تو اللہ کی پناہ میں آجاؤ، تعوذ پڑھنا شروع کردو، شیطان وسوسہ ڈالنا چھوڑ دے گا۔ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ شیطان وساوس ڈالتا ہے، طرح طرح کی باتیں دل میں ڈال لیتا ہے، تو فرماتے ہیں شیطان کو بھگانے کا طریقہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجائیں، تعوذ پڑھنا شروع کردو اور دوسری جگہ فرماتے ہیں: اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾ جب میرے بندوں کو شیطان کا گروہ، شیطان کسی طریقے سے پریشان کرتا ہے تَذَكَّرُوْا وہ مجھے یاد کرتے ہیں فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾ تو ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں، ان کو بصیرت حاصل ہوجاتی ہے۔

وسوسہ آئے، اللہ کو یاد کیا، بصیرت حاصل ہوئی۔ بصیرت سے ان شاء اللہ وہ وسوسہ دور ہوجائے گا، انسان اپنے کام میں لگ جائے گا۔

شیطان کا کام وسوسہ ڈالنا ہے

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں کہ جس نے شیطان کو آپ کے اعمال میں اور افعال میں دسترس نہیں دی ہے، وہ صرف وساوس ڈال سکتا ہے، اگر آپ وساوس سے بچ جائیں تو آگے نہیں کام خراب ہوگا اور اگر وساوس میں مبتلا ہوگئے تو پھر کام خراب ہوجاتا ہے، تو پھر دین میں اثر پڑ جاتا ہے اور وہ براہِ راست نہ آپ کی نماز چھڑا سکتا ہے نہ روزہ چھڑا سکتا

ہے نہ نیک کام چھڑا سکتا ہے وہ صرف وساوس برے برے ڈالتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب انسان کو کوئی وسوسہ آئے اور برا لگے تو سمجھو یہ انسان نے خود نہیں سوچ پیدا کی، اس کے دل سے نہیں پیدا ہوئی چیز، بلکہ شیطان باہر سے پھونکتا ہے جو انسان خود سوچتا ہے وہ بری نہیں لگتی چیز، جو دوسرا کہتا ہے برا لگتا ہے اور طرح طرح کے برے برے وسوسے ڈالتا ہے تو برا لگتا ہے تو برا لگنے کی نشانی یہی ہے کہ انسان خود اس کا فاعل نہیں ہے بلکہ شیطان ہے فاعل۔ اس لیے کہ شیطان نے تو شروع میں ہی چیلنج کیا تھا دعویٰ کیا تھا کہ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۲﴾ میں آپ کی طرف کسی کو آنے نہیں دوں گا ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ میں سامنے سے بھی آؤں گا پیچھے سے بھی آؤں گا دائیں سے بھی آؤں گا بائیں سے بھی آؤں گا چھوڑوں گا نہیں۔ اس نے تہیہ کیا ہوا ہے وہ ہمیشہ اللہ کے راستے میں بیٹھ جاتا ہے اور ورغلاتا ہے، وساوس ڈالتا ہے، پریشان کرتا ہے، اگر اللہ کے راستے میں چلنے والا، اگر اللہ کا فرمانبردار اس سے پریشان ہوجائے تو وہ راستہ کھو بیٹھتا ہے۔ پھر راستے میں رہ جاتا ہے اور اگر پریشان نہ ہو راستہ چلتا رہے تو وہ راستہ میں ترقی کرتا رہتا ہے۔

شیطان کے وسوسہ کی مثال

دیہات میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب انسان کسی دیہات سے گزرتا ہے تو کتے بھونکتے ہیں اگر انسان ایک ایک کتے کے پیچھے لگے تو وہ بھاگتا جائے گا، بھونکتا جائے گا، بھاگتا جائے گا، بھونکتا جائے گا، بھاگتا جائے گا، بھونکتا جائے گا، آپ کتنے کتوں کے پیچھے لگو گے، ہر گاؤں میں کتے ملیں گے تو آپ کا سفر کھوٹا ہوجائے گا، آپ

کے سفر کی ترقی رُک جائے گی، اسی کو حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آں خدا انداں کہ راہ طے کردہ اند
گوش بہ بانگ سگاں نہ کردہ اند

مسافر کتے کی بھونک پر آواز پر کان نہیں دھرتے، چلتے رہتے ہیں، کتے بھونکتے رہتے ہیں۔ اسی طرح اللہ کا فرمانبردار بندہ چلتا رہتا ہے شیطان بھونکتا رہتا ہے یہ پروانہیں کرتا تب شیطان پریشان ہوجاتا ہے اور اگر اس کے بھونکنے پر ہم نے کان لگادیئے یا سوچنا شروع کردیا تو وہ حاوی ہوجائے گا۔ اس واسطے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لفظ میں علاج فرمایا کہ وساوس آئیں "فَلْيَنْتَهِ" کہ رُک جاؤ نہ وساوس کو لاؤ از خود سوچو نہیں، ایسے خیالات لاؤ نہیں اور آئیں تو رُک جاؤ، آپ کسی اور طرف توجہ کرلو یا کام کرلو "فَلْيَنْتَهِ" رک جانا چاہیے۔

وسوسہ کی دوسری مثال

بزرگوں نے مثال دی ہے کہ انسان پریشان اس لیے ہوتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے میرے دل سے پیدا ہو رہے ہیں حالانکہ باہر سے پھونک مارتا ہے اس کی مثال دی ہے کہ ایک آئینہ ہے اس کے اوپر ایک مکھی بیٹھی ہوئی ہے جس کو حقیقت معلوم نہیں وہ سمجھتا ہے آئینہ کے اندر مکھی بیٹھی ہے اس کا عکس جو نظر آتا ہے اس واسطے پریشان نہیں ہونا چاہیے کیسے بھی وسوسے آئیں بالکل پریشان نہیں ہونا چاہیے کیونکہ خیالات دل کے باہر ہوتے ہیں اندر نہیں۔

وساوس کا آنا ایمان کی نشانی ہے

ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں کچھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تشریف لائے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمیں ایسے ایسے برے خیالات ایسے ایسے وساوس آتے ہیں کہ ہم جل کر کوئلہ ہوجاویں، یہ اچھا ہے بجائے اس کے کہ ہم زبان سے بیان کریں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کو آتے بھی ہیں اور برے بھی لگتے ہیں تو "ذَالِكَ صَرِيحُ الْإِيمَانِ" یہ صاف ستھرے ایمان کی نشانی ہے، چور وہیں آتا ہے جہاں اس کو مال ملتا ہے، شیطان وہیں آتا ہے جہاں اس کو ایمان ملتا ہے۔ ایمان کو خراب کرنا چاہتا ہے، بالکل گھبراؤ نہیں خوش ہو جاؤ، تو چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک پر پورا اعتماد تھا غمگین آئے تھے، رنجیدہ آئے تھے پریشان آئے تھے، خوش ہو کے گئے کہ ہمارے اندر ایمان بھی ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب یہ شیطان پریشان کرے تو خوش ہو جانا چاہیے کہ الحمدللہ میرے پاس ایمان ہے۔ تعوذ پڑھے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے بھاگ جائے گا۔ إِذَا مَسَّهُمْ طَٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطَٰنِ تَذَكَّرُوا جب شیطان ورغلاتا ہے بہکاتا ہے وسوسہ ڈالتا ہے اللہ کو یاد کرتے ہیں فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ ﴿٢٠١﴾ ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اللہ کو یاد کرنے سے بصیرت حاصل ہوتی ہے۔ بصیرت سے تقویت حاصل ہوتی ہے بچ جاتا ہے انسان۔

وسوسہ کی تیسری مثال

ایک اور مثال بزرگوں نے دی ہے کہ آپ کے سامنے ایک محبوب بیٹھا ہوا ہے محبوب کہتا ہے کہ مجھے دیکھتے رہو، آپ اس محبوب کو دیکھ رہے ہیں اچانک ایک کبوتر اُڑتا ہوا نکل گیا وہاں سے، آپ نے کبوتر بھی دیکھ لیا تو کیا کبوتر کو دیکھنے کے لیے آپ بیٹھے ہیں یا محبوب کو دیکھنے کے لیے آپ بیٹھے ہیں؟ ظاہر ہے کہ آپ محبوب کو دیکھ رہے تھے کہ وہ بیچ میں آ گیا۔ اس طرح آپ اللہ کی رضا کے لیے نیک کام کر رہے ہیں نماز پڑھ رہے ہیں تلاوت کر رہے ہیں ذکر کر رہے ہیں شیطان ورغلانہ چاہتا ہے، وسوسہ آیا آپ پروانہ کرو تمہارا مقصود تو ظاہر ہے حق ہے، تمہارا مقصود تو حق تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے، یہ شیطان مردود کی پروانہ کرنی چاہیے۔

وسوسہ کا علاج

بس اگر نماز میں نہیں ہے تو آدمی تعوذ پڑھنا شروع کر دے، کوئی بھی ذکر کرنا شروع کر دے، اگر بڑا پریشان کرے تو بزرگوں نے فرمایا ہے یوں کہو "اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ کَفَرْتُ بِالطَّاغُوْتِ" میں اللہ پر یقین رکھتا ہوں شیطان کا انکار کرتا ہوں۔ دلائل الخیرات میں بروز پیر کی منزل میں ایک دُعا آئی ہے:

"اَللّٰھُمَّ قِنِیْ وَسَاوِسَ الشَّیْطَانِ وَاَجِرْنِیْ مِنْهُ یَا رَحْمٰنُ حَتّٰی لَا یَکُوْنَ لَهٗ عَلَیَّ السُّلْطَانُ۔"

"اے اللہ! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں مجھے وساوس شیطانی سے بچا لیجئے۔ مجھے اس سے نجات دے دیجئے اور مجھے اس پر غلبہ دے دیجئے۔"

مناجاتِ مقبول میں دُعا آتی ہے:

"اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ وَسَاوِسَ قَلْبِیْ خَشْیَتَكَ ذِكْرَكَ" (یا اللہ! وساوس جو آتے ہیں اس کے بجائے اپنا ڈر، اپنی یاد مجھے نصیب فرما دیجئے۔) کسی عنوان سے آپ اللہ کو یاد کریں اللہ کی پناہ میں آ جائیں جو اللہ کی پناہ میں آنے والا ہوتا ہے اللہ اس کو پناہ دے دیتے ہیں۔ اس واسطے ایسے وساوس سے بالکل پریشان نہ ہونا چاہیے۔ ہاں یہ ہے کہ اُصول یاد رکھنا چاہیے کہ وسوسہ خود نہیں لاوے، خیال خود نہیں لاوے اگر آ گیا ہے تو باقی نہ رکھے۔

وساوس پر مواخذہ نہیں ہے

بہت لوگ پریشان ہوتے ہیں کہ نماز میں برے وساوس آتے ہیں، بڑے وسوسے آتے ہیں، ہماری نماز کیا ہوئی، ہم مردود ہو گئے، کوئی فکر نہ کرنا چاہیے، اس لیے کہ وسوسہ غیر اختیاری ہے، اختیاری نہیں ہے، جو اجر ملتا ہے یا مواخذہ ہوتا ہے وہ اختیاری کاموں پر ہوتا ہے، جو انسان کر سکتا ہے، غیر اختیاری پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ آپ رات کو سوئے ہیں خواب میں جہنم میں جل رہے ہیں سزائیں مل رہی ہیں اللہ نے حکم دے دیا ہے اس کو مارو پیٹو فرشتے مار پیٹ رہے ہیں۔ آپ صبح اُٹھتے ہیں آپ ایمان والے ہیں سارے کام آپ کے ٹھیک ہیں صراطِ مستقیم پر قائم ہیں اس کا کوئی فکر نہیں غیر اختیاری ہے خواب۔ اسی طرح وسوسہ آتا ہے وہ غیر اختیاری ہے وہ شیطان کے اختیار میں ہے ہمارے اختیار میں نہیں بالکل پریشان نہیں ہونا چاہیے۔

امام احمد بن حنبل کا عبرت آمیز واقعہ

اور اس سے ایک اور بات بھی نکلتی ہے کہ شیطان تو وساوس ڈالتا ہے اور ڈالتا رہے گا اور عمر بھر ڈالتا رہے گا، ہمارے جیسے ناقص آدمیوں کو ڈالتا رہے گا اور بڑے بزرگوں کو بھی ڈالتا رہے گا تو معلوم ہوا کہ انسان کی اصلاح ہو جائے، انسان متقی بن جائے، گناہ چھوڑ دے، تقویٰ اختیار کر لے، اس کے بعد بھی شیطان پیچھا نہیں چھوڑتا۔ اس نے تہیہ کیا ہوا ہے میں مرتے دم تک بہکاؤں گا۔ اگلے دن عرض کیا تھا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت ہے۔ بیٹا کلمہ شریف کی تلقین کر رہا ہے۔ کلمہ شریف پڑھ رہا ہے کہ میرا ابا جی کلمہ شریف پڑھ لے کیونکہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "مَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِہٖ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ" جس کا آخری کلام آخری آواز، آخری زبان کی بات "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ" کی ہوگی اور اس کے بعد دُنیا کی کوئی بات نہیں کرے گا جنت میں داخل ہوگا۔

مگر ایں سعادت بزور بازو نیست

اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہوتی ہے یا عمر بھر کی محنت کا نتیجہ ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑے مہربان ہیں ہماری محنت کو ضائع نہیں کرتے اس سے اُمید رکھنی چاہیے لیکن محنت بھی کرنی چاہیے۔

ہمارے سکھر میں ایک عورت تھی اس کو یہ حدیث معلوم ہوئی کہ اگر آخری بات میری کلمہ شریف ہوگی تو جنت مل جائے گی۔ اب اس کے دل میں یہ آیا کہ مجھے یاد کیسے رہے کلمہ شریف، ایسا نہ ہو کہ بھول جاؤں اس کو، اس نے کہا کوئی اور طریقہ تو ہو نہیں سکتا بس یہی ہے کہ کلمہ شریف کو رٹ لگاؤں، پڑھتے رہو، پڑھتے رہو پڑھتے رہو

لاکھوں مرتبہ پڑھ گئی، روزانہ اس کا یہی معمول ہے کہ کلمہ شریف پڑھ رہی ہے پڑھ رہی ہے تاکہ آخری روز بھولوں نہیں یاد آ جائے یہی نیت تھی بس۔ چنانچہ جب اس کا آخری وقت آیا شوہر کو بلایا کلمہ شریف سنا رہی ہے، بہن کو بلایا، بھائی کو بلایا، بیٹوں کو بلایا، بیٹیوں کو بلایا سب کو کلمہ شریف سناتے سناتے رُخصت ہوگئی۔

بات یہ چل رہی تھی کہ آخری وقت تک یہ بھڑکاتا ہے یہ پیچھا نہیں چھوڑے گا انسان سمجھے کہ میں متقی بن گیا ہوں یا میرے باطن کی اصلاح ہوگئی ہے تو میرا پیچھا چھوڑ دے گا۔ اس نے کبھی پیچھا نہیں چھوڑنا۔ امام احمد بن حنبل کا آخری وقت ہے ان کا بیٹا کلمہ شریف کی تلقین کر رہا ہے اور وہ کہہ رہے ہیں "لَا بَعْدُ لَا بَعْدُ لَا بَعْدُ" نہیں ابھی نہیں بعد میں ابھی نہیں بعد میں۔ یہ بیٹا یہ سمجھا کہ یہ کلمہ شریف کا انکار کر رہے ہیں کیا ابھی نہیں پھر پڑھوں گا یہ بڑا پریشان۔ ان کی حالت کچھ اچھی ہوئی تو کہنے لگے ابا جان میں کلمہ شریف پڑھ رہا تھا، آپ کہنے لگے "لَا بَعْدُ" تو انہوں نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ شیطان آ گیا تھا وہ مجھے کہہ رہا تھا کہ اے احمد بن حنبل میں نے تجھے بڑا بہکایا ہے، بڑا ورغلایا ہے، بڑی کوشش کی لیکن میرے قابو میں نہیں آیا ہے تو اب ایمان کی سلامتی کے ساتھ جا رہا ہے اب کامیاب جا رہا ہے میں اس کو کہہ رہا تھا (ابھی اعتبار نہیں ابھی اعتبار نہیں) میرا خاتمہ کلمہ شریف پر، ایمان پر ہو، پھر اعتبار ہوگا ابھی نہیں "لَا بَعْدُ لَا بَعْدُ" اس کو میں کہہ رہا تھا۔

مجاہدہ سے مادۂ معصیت بالکل ختم نہیں ہوتا

تو آپ دیکھیے اتنے بڑے امام اور ان کو بھی ورغلا رہا ہے تو آپ اگر یہ خیال کرنے لگو کہ ہم نے تو گناہ چھوڑ دیئے ہیں، ہم نے تو اپنے باطن کی اصلاح کر لی ہے، اب ہمیں شیطان نہیں بہکائے گا، یہ غلط ہے، وہ ہمیشہ بہکاتا رہے گا، ہر وقت اس دشمن کے لیے تیار رہنا۔ تو اس نے تو تہیہ کیا ہوا ہے، اچھا ورغلائے گا کیا، مختلف باتیں ذہن میں ڈالے گا، کبھی شہوانی خیالات ڈال دے گا، کبھی غصہ کی باتیں ڈال دے گا، کبھی اور بات ڈال دے گا، تو اس سے ایک نتیجہ یہ نکلا کہ مادہ برے اخلاق کا باقی رہتا ہے۔ آدمی یہ سمجھے کہ مادہ ختم ہو جائے یہ کبھی نہیں ہوگا۔ شہوت کا مادہ رہے گا، غصہ کا رہے گا اور جتنے بھی اخلاق ہوتے ہیں سب کا مادہ رہے گا، لیکن جس شخص نے اپنی اصلاح کی ہوئی ہے، اپنے آپ کو بنالیا ہے، اپنا دل سنوار لیا ہے، اللہ کو راضی کر لیا ہے، اس نے مقابلہ کر کے شہوت کو اپنے قابو میں کر لیا ہے، غصہ کو قابو میں کر لیا ہے، غیبت کو قابو میں کر لیا ہے، بدنظری کو قابو میں کر لیا ہے، حسد نہیں کرتا، ریا نہیں کرتا، تکبر نہیں کرتا، اپنے نفس کو قابو میں کیا ہوا ہے، لیکن پھر ایسا وقت ایک آتا ہے کہ پھر ابھرتا ہے رذیلہ، یہ برائی پھر اُٹھتی ہے، انسان یہ سمجھتا ہے میں مردود ہوگیا، اتنے سالوں کی میری محنت بے کار گئی۔ نہیں یہ غلط بات ہے۔ اس لیے کہ ان کا مادہ ختم نہیں ہوتا ہے۔ فرق یہ ہوتا ہے کہ جس شخص کو نفس کے ساتھ مقابلہ کرنے کی عادت نہیں ہے، اس کو بڑی پریشانی پیش آتی ہے اور جس نے مقابلے کی عادت ڈالی ہے وہ بڑی آسانی سے قابو کر لیتا ہے۔ ذرا تکبر کا خیال ہے، شہوت کا خیال آئے، غصہ کا خیال آئے، یہ آئے گا ضرور، یہ شیطان ضرور وساوس ڈالے گا، لیکن فوراً یہ اپنے آپ کو قابو کر لیتا ہے۔ ایک آدمی اصلاح یافتہ ہو، وہ قابو کر لیتا ہے، جس کی اصلاح نہیں وہ پریشان ہو جاتا ہے۔

تو اس لیے انسان کو چاہیے کہ وساوس کی مطلقاً پروا نہ کرے اور مادہ جو ہے برائی کا رہے گا، اگر نہ رہے تو یہ دیوار ہے، اس کے اندر مادہ برائی کا نہیں ہے، یہ پتھر ہے، اس کے اندر مادہ برائی کا نہیں ہے۔ ہمارے اندر تو رہے گا تاکہ انسان ترقی کرتا رہے۔ ترقی کا ذریعہ ہے یہ، جب بھی انسان کو بری بات کا تقاضا ہو، گناہ کا تقاضا ہو تو سمجھ لے کہ اب لوٹ کا وقت آگیا ہے۔ سمجھ لے کہ میری ترقی ہونے والی ہے، اس لیے کہ مقابلہ کرے گا۔ شیطان کا مقابلہ کرے گا، نفس کا مقابلہ کرے گا اور مقابلے میں ہوگی تکلیف اور تکلیف میں اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں کہ میری رضا کے لیے تکلیف اُٹھا رہا ہے، مجھے خوش کرنے کے لیے گناہ سے بچ رہا ہے، مجھے راضی کرنا چاہتا ہے، تو وہ ہاتھ پکڑ لیتے ہیں وہ مدد کرتے ہیں، اپنا قرب عطا فرماتے ہیں۔ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا جو ہمیں راضی کرنے کے لیے مشقت برداشت کرتے ہیں البتہ ضرور ضرور ان کا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں ہم ان کو قرب عطا فرماتے ہیں آگے لے چلتے ہیں، راستے کھول دیتے ہیں ان کے لیے۔

اس واسطے انسان کو جو اصلاح یافتہ ہیں کبھی کبھی برائی کا خیال آئے تو گھبرائیں نہیں۔ بس یہ سوچنا ہے کہ ہمیشہ ہم نے مقابلہ کرنا ہے جو اصلاح یافتہ ہے ان کو مقابلہ کرنا آسان ہوتا ہے، جن کی اصلاح نہیں ان کو مقابلہ کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے، تو کبھی بھی انسان شیطان اور نفس سے غافل نہ ہو، ہمیشہ اس کے مقابلے میں ڈٹا رہے۔ نفس کو جب غذا ملتی ہے، جب کوئی محرک سامنے آتا ہے، پھر پتہ چلتا ہے کہ بیماری ہے کہ نہیں ہے۔ میں قابو کر سکتا ہوں یا نہیں کر سکتا ہوں؟ اگر بچنے کی گناہ سے عادت ڈالی ہوئی ہے تو محرک کتنا بھی سامنے آئے بچ جائے گا۔ تھوڑی سی کوشش میں بچ جائے گا ورنہ محرک سامنے آیا تو پھر مبتلا ہو جائے گا، غذا نہیں ملتی تو کہتا ہے میں ٹھیک ہوں ٹھیک ہوں لیکن غذا مل جائے برائی کی تو پھر ہوشیار ہو جاتا ہے۔

سمجھیں کہ یہ بار بار وہی بات ہے یہ قرب کتنا ہوا۔ فرمایا، اے برادر! بے نہایت درجہ ایست۔ اے بھائی ان کے درجات بہت وسیع ہیں، لامتناہی ہیں۔

اے برادر بے نہایت درجہ ایست

جہاں تو پہنچ جائے رُکنا نہیں آگے ترقی کر، آگے ترقی کر، بڑھتے رہو، چلتے رہو۔ اس واسطے درجات بڑھتے رہتے ہیں، قرب حاصل ہوتا رہتا ہے، تو چونکہ قرب کے درجات غیر متناہی ہیں اس لیے زندگی بھر انسان ترقی کرتا رہتا ہے۔ زندگی بھر آگے چلتا رہتا ہے، چلتا رہتا ہے چلتا رہتا ہے۔ تو انسان کو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ جب دل میں گناہ کا تقاضا ہو تو انسان بھانپ جائے، سمجھ جائے۔ دل میں پختہ تہیہ کر لے کہ اب میری کمائی کا وقت آ گیا ہے، لوٹ کا وقت آ گیا ہے، اب مجاہدے کا وقت آ گیا ہے، اللہ تعالیٰ کے قرب کا وقت آ گیا ہے، میں برداشت کروں گا، مقابلہ کروں گا، محنت کروں گا، تکلیف ہوگی اس سے میرے درجات بھی بلند، اللہ تعالیٰ میری مدد بھی کریں گے۔ لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۔ میری مدد بھی کریں گے، اس طرح ٹھان لے کہ میں نے ساری عمر گناہوں کا مقابلہ کرنا ہے، ساری عمر نفس وشیطان کا مقابلہ کرنا ہے اور اللہ کو راضی کرنا ہے۔ بس ٹھان لے انسان۔ اسی طرح چلتا رہے چلتا رہے چلتا رہے۔

ذوق وضبط شوق میں کش مکش

خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہے ذوق وضبطِ شوق میں دن رات کش مکش۔ میں اللہ کو راضی کرنے کی فکر کرتا ہوں اور شیطان ورغلاتا ہے میں پھر ضبط کرتا ہوں پھر ورغلاتا ہے، پھر ضبط کرتا ہوں پھر ورغلاتا ہے پھر ضبط کرتا ہوں۔

ہے ذوق وضبطِ شوق میں دن رات کش مکش
دل مجھ کو میں دل کو پریشان کیے ہوئے

مجاہدہ کرتا ہوں تکلیف برداشت کرتا ہوں، نفس کو میں پریشان کرتا رہتا ہوں میں اس کو کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔

ہے ذوق وضبطِ شوق میں دن رات کش مکش
دل مجھ کو میں دل کو پریشان کیے ہوئے

گناہ کا تقاضا برا نہیں، تقاضہ پر عمل برا ہے

اس واسطے انسان تہیہ کر لے کہ میں گناہوں کے نزدیک نہیں جاؤں گا، اللہ کی فرمانبرداری کروں گا، اس کو راضی کروں گا، اللہ کی ناراضگی کو میں برداشت نہیں کروں گا، تو انسان جب گناہ کا تقاضہ ہوتا ہے پریشان ہو جاتا ہے، گھبرا جاتا ہے، سمجھتا ہے کہ میں مردود ہو گیا ہوں، حالانکہ تقاضا برا نہیں ہے یہ خوب دل میں ڈال لو کوئی بھی تقاضا ہو، شہوانی ہو، یا غصہ کا ہو، کوئی بھی تقاضا ہو۔ تقاضہ برا نہیں ہے، یہ ہمیشہ یاد رکھے۔ تقاضا ہوتا رہے گا ہوتا رہے گا، بڑے اونچے درجے کے لوگوں کو بھی ہوتا رہتا ہے، تقاضے پر عمل کرنا برا ہے، یہ ہمیشہ ذہن میں ہونا چاہیے۔ انسان پریشان ہو جاتا ہے کہ مجھے گناہ کا تقاضا کیوں ہوا؟ وہ تو آئے گا وہ تو تمہاری ترقی کے لیے آئے گا۔ حق تعالیٰ کے قرب کے لیے آئے گا، حق تعالیٰ کی مدد کے لیے آئے گا، پھر وہ مدد کریں گے۔ تقاضا برا نہیں عمل برا ہے۔ تقاضے پر عمل نہیں کرنا چاہیے۔ تقاضا اسی لیے آتا ہے کہ شیطان ورغلاتا ہے۔ تقاضا اس لیے آتا ہے کہ مادہ اندر موجود ہے، مادہ کبھی زائل نہیں ہوگا۔ اب مادہ اس لیے موجود ہے کہ تاکہ آپ کی ترقی ہوتی رہے۔ حق تعالیٰ آپ کی ترقی چاہتے ہیں، اس وجہ سے مادے کو موجود رکھتے ہیں، جیسے پہلے عرض کیا

نفس کی مثال اژدھا کی ہے

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مثال دی ہے کہ ایک شخص سردی کے دنوں میں پہاڑ پر گیا، ایک اژدھا پڑا ہوا تھا وہاں، اس کو ہلایا تو ہلا نہیں، اس نے سمجھا کہ مرا ہوا ہے، اس کو اُٹھا کے گاؤں میں لے آیا اور بڑا فخر کر رہا ہے کہ میں نے اژدھا کو پکڑ لیا ہے، مار لیا ہے، لوگ تماشا دیکھنے کے لیے آ گئے، بہت بڑا اژدھا تھا، تماشا دیکھنے کے لیے آ گئے، سارے گاؤں والے اکٹھے ہو گئے، اُدھر صبح کا وقت ہوا تو سورج نکلا، سورج کی تمازت، سورج کی گرمی شروع ہوئی، جب خوب گرمی ہو گئی، اور اس اژدھا کو بھی گرمی لگی سردی اس سے اُتر گئی، اصل میں وہ ٹھٹھر رہا تھا سردی کے مارے، کچھ مردہ ہو رہا تھا، جب گرمی خوب لگی زور سے پھونکار ماری، تو سارے بھاگنا شروع ہو گئے گاؤں والے، اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نفس اژدھا است ... الخ

(یہ تو اژدھا ہے مرا ہوا نہیں ہے نفس مرے گا نہیں)

اس کو غذا نہیں ملی محرک سامنے نہیں آیا اس واسطے یہ خاموش ہے۔ جب محرک سامنے آیا پھر پتہ لگے گا۔ آپ کو گالی دے کوئی، غصہ دلائے آپ ضبط کریں۔ پھر پتہ لگتا ہے کوئی شہوانی مادہ سامنے آئے، آپ ضبط کریں پھر پتہ لگتا ہے کہ میں اس میں مبتلا ہوتا ہوں کہ نہیں ہوتا ہوں، تو وسائل نہ ہونے سے یہ نفس ڈھیلا پڑ جاتا ہے اور جب غذا ملتی ہے تو پھر دوڑنے لگتا ہے یہ نفس۔ جس شخص نے اللہ کو راضی کرنا ہے" گھبرائے نہیں کہ میں نے مقابلہ کرنا ہے چاہے سو دفعہ کرنا ہو پھر کروں گا۔

کر نفس کا مقابلہ بار بار تو
سو مرتبہ بھی ہار کے ہمت نہ ہار تو

اس کو پچھاڑ کے بھی نہ پچھڑا ہوا سمجھ
ہر وقت اس سے رہے ہوشیار تو

اس کا ہر وقت مقابلہ کرنا ہے، تو چونکہ مادہ رہتا ہے، اس وجہ سے معاصی کا تقاضا رہتا ہے۔ اگر مادہ نہ رہے معاصی کا، گناہوں کا، تقاضا نہ رہے تو ترقی رُک جائے گی انسان کی۔ اس لیے تقاضا رہے، تقاضا مسدود نہ ہو اس سے بڑا نفع ہوتا ہے انسان کو۔ جب دل میں تقاضا ہوتا ہے یہ ڈٹ کر مقابلہ کرتا ہے، اس کا گناہ نہیں کرتا، مجاہدہ کرتا ہے، مجاہدہ کرنے میں تکلیف ہوتی ہے اور چونکہ یہ تکلیف اللہ کو راضی کرنے کے لیے برداشت کر رہا ہے، اس واسطے اس کے درجات بڑھتے ہیں، قربِ حق نصیب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ خوش ہو جاتے ہیں۔

روحانی ترقی کے مراتب لامحدود ہیں

اچھا صاحب یہ ہم تیس سال کے تھے۔ مثال کے طور پر آپ نے مجاہدہ کیا گناہ سے بچنا شروع کر دیا۔ ساٹھ سال کے ہو گئے، ستر سال کے ہو گئے تو پھر بھی مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اب فرماتے ہیں یہ سمجھ میں نہیں آتی کہ اس وقت بھی مقابلہ، اب بھی مقابلہ ہے۔ فرماتے ہیں کرتے جاؤ، اللہ تعالیٰ کے قرب کے درجے بے شمار ہیں، بے انتہا ہیں۔ تم یہ نہیں سمجھو کہ ایک درجہ طے کر لیا حاصل کر لیا، نہیں! بے نہایت درجے ہیں ان کے غیر متناہی درجاتِ قرب ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات غیر محدود ہے اللہ تعالیٰ کی تمام صفات غیر محدود ہیں۔ آپ دیکھیں مخلوق کو رزق دے رہے ہیں کہ نہیں دے رہے؟ کب سے دے رہے ہیں، اب بھی دے رہے ہیں، آئندہ بھی دیتے رہیں گے، ان کے رزق سے تو کمی تو نہیں ہوئی لامحدود ہیں اس طرح ان کی محبت یہ بھی لامحدود ہے، اس کے قرب یہ بھی لامحدود ہیں۔ آپ شاید

دیوار ہے پتھر ہے، اینٹ ہے، ان کو کوئی گناہ کا تقاضا نہیں۔ اگر آپ دیوار بن جائیں تو ترقی ہوگی آپ کو؟

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا
لیکن اس میں لگتی ہے محنت زیادہ

محنت کریں یہ مجاہدے کی محنت ہوتی ہے ناں۔ فرشتے ہیں جو قرب ان کو حاصل ہے وہیں ہیں، آگے ترقی نہیں کریں گے، لیکن انسان ہے، مسلمان ہے، مؤمن ہے، یہ ترقی کرتا رہتا ہے، بلکہ ایک بزرگ تو یوں فرماتے تھے کہ ایک لحاظ سے دُنیا جنت سے بھی اچھی ہے۔ آپ اندازہ کیجئے کیسے اچھی ہے؟ ایک لحاظ سے دُنیا جنت سے بھی اچھی ہے۔ اس لیے کہ جنت میں جس درجے کو آپ پاؤ گے وہیں رہو گے، جو درجہ اعمال کی وجہ سے نصیب ہوا وہیں رہ گئے اور دُنیا میں آج ایک درجہ پر ہیں اللہ کو راضی کرنے کے لیے، نیکی کرتے رہے گناہ سے بچتے رہے، نفس وشیطان کا مقابلہ کرتے رہے۔ آج ایک درجے پر ہیں، کل دوسرے پر، تیسرے پر چوتھے پر یہاں ترقی دن بدن ہورہی ہے۔ بشرطیکہ ہم اللہ کو یاد رکھیں فرمانبرداری کرتے رہیں۔

نفس وشیطان ہیں خنجر در بغل

اس واسطے انسان کو بڑا اہتمام کرنا چاہیے، بڑا غور کرنا چاہیے، تہیہ کرنا چاہیے کہ میں نے نفس وشیطان کا مقابلہ کرنا ہے۔

نفس و شیطان ہیں خنجر در بغل

یہ...... بغل میں ایک خنجر لگا ہوا ہے۔

نفس و شیطان ہیں خنجر در بغل
وار ہونے کو ہے اے غافل! سنبھل

یہ تو وار کریں گے جب تو غافل ہوگا وار کر جائیں گے۔

آ نہ جائے دین وایمان میں خلل
باز آ باز آ آں اے بدعمل
نفس و شیطان ہیں خنجر در بغل
وار ہونے کو ہے غافل سنبھل
آ نہ جائے دین وایمان میں خلل
باز آ باز آ آں اے بدعمل

تو یہ انسان ہمیشہ رکھے کہ شیطان بھی پیچھے پڑے گا، نفس بھی پیچھے پڑے گا، لیکن نفس کا آپ مقابلہ کرتے کرتے نفس کو آپ مطیع کرلیں گے، تو آپ کامیاب ہوجائیں گے، پھر جلدی کامیاب ہوجائیں گے، نفس مطیع ہوجاتا ہے، اللہ کے مقبولین جو ہیں نفس کو مار لیتے ہیں، لیکن اُبھرتا پھر بھی ہے، تقاضا پھر بھی ہوتا ہے، گناہوں کا تقاضا۔ اولیاء اللہ کو بھی ہوتا ہے، نبی تو معصوم ہوتے ہیں باقی سب کو تقاضا ہوتا ہے لیکن ان میں خوبی یہ ہے کہ ان کو مشق ہوتی ہے تو فوراً قابو کرلیتے ہیں۔ ذرا سے اشارے سے قابو کرلیتے ہیں۔

اصلاح شدہ نفس تربیت یافتہ گھوڑے کی مثل ہے

اس کی ایک اور مثال دیتے ہیں۔ ایک گھوڑا ہے بڑا شریر، بڑی شرارتیں کرتا ہے، سوار کو پٹخ دیتا ہے نیچے۔ لیکن اس کا مالک اگر اس کی اصلاح وتربیت کرلے تو پھر جیسے سوار کہے ویسے کرتا ہے لیکن شوخی پھر بھی کبھی کرے گا تو ذرا سی ایڑ لگائے گا، شوخی ٹھیک ہوجائے گی اس کی۔ جس کا شریر گھوڑا سدھ گیا، سنور گیا، ایک

ایڑھی لگانے سے ٹھیک ہوجاتا ہے، پہلے پٹخ دیتا تھا سوار کو بھی نیچے، ایسے بھاگ جاتا تھا۔ اس نے اس کو سدھارنے کے طرح طرح کے طریقے اختیار کیے اب سدھر گیا سنور گیا، اب وہ شرارتیں نہیں کرتا اب سوار کو پٹختا نہیں، کل کو یہ شوخی کرتا ہے، سوار ایک ایڑ لگاتا ہے سمجھ جاتا ہے کہ مجھے اور سزا ملے گی۔ اسی طرح اللہ کے مقبولین جنہوں نے نفس کو سدھارا ہوا ہوتا ہے ذرا سی کوشش میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔ اگر ہم بھی چاہیں کہ ذرا سی کوشش میں کامیاب ہوجائیں تو کریں نفس کا مقابلہ، ہاں بار بار بار مقابلہ کرو، بار بار مقابلہ کرو تو آسان ہوجائے گا۔ ان حضرات نے بار بار مقابلہ کیا ہے پھر کامیاب ہوئے ہیں، اب ہم چاہیں کہ نفس کامیاب نہ ہو تو ہمیں بھی مقابلہ کرنا چاہیے۔ پھر یہی نفس مطیع ہوجائے گا۔ پھر جب تک یہ نیکی نہیں کرے گا اس کو چین نہیں آئے گا نفس مطمئنہ بن جائے گا۔

گناہ سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں

تو شروع یہ بات ہوئی تھی کہ انسان اصلاح کرلے، تقویٰ اختیار کرے، پھر بھی شیطان اس کو ورغلاتا رہتا ہے اور فرماتے ہیں تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ۝ وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں، بصیرت حاصل ہو جاتی ہے، بصیرت حاصل ہوتی ہے تو گناہ سے بچنا آسان ہوجاتا ہے۔ تو جب بھی شیطان ورغلائے اللہ کو یاد کرو، اللہ کی پناہ مانگو، اللہ کی پناہ میں آجاؤ، کوئی کلمہ شریف پڑھنا شروع کردو، سبحان اللہ پڑھنا شروع کردو، الحمدللہ پڑھنا شروع کردو، تعوذ پڑھنا شروع کردو، کوئی چیز پڑھنا شروع کردو، ان شاء اللہ اللہ کی یاد سے وہ غائب ہو جائے گا۔ اللہ کی یاد کے سامنے وہ ٹھہر نہیں سکتا۔ کہتے ہیں اگر صدقِ دل سے انسان صحیح طور پر جیسے آپ کسی کی منت کریں کہ مجھے بچالو مجھے بچالو، اگر اللہ تعالیٰ کو عرض کردیں

کہ مجھے بچالو، بچالو شیطان ورغلا رہا ہے تو تعوذ پڑھنے سے ایسا بھاگتا ہے کہ ہوا خارج ہوجاتی ہے، ریح خارج ہوجاتی ہے۔ بشرطیکہ توجہ کے ساتھ پڑھیں، رسمی طور پر نہ پڑھیں۔ آپ عربی میں نہ پڑھیں اُردو میں، پنجابی میں، پشتو میں، بروہی میں یا فارسی میں کسی بھی زبان میں، یا اللہ! مجھے مار رہا ہے مجھے بچالیجیے، مجھے بہکا رہا ہے مجھے بچالیجیے، اس طرح کہہ دیجیے گا، بچائے گا اللہ جل شانہ۔ وہ سنتے ہیں نا، وہ تو چیونٹیوں کی بھی سنتے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت سلیمان علیہ السلام نمازِ استسقاء کے لیے (جب قحط ہوتا ہے بارش نہیں ہوتی تو نمازِ استسقاء ادا کی جاتی ہے اس میں شہر کے سارے آدمی بوڑھے بھی بچے بھی، کپڑے میلے کچیلے پہن کر جانوروں کو بھی لے جاتے ہیں۔ یا اللہ! ہم سارے عاجز بن کر آئے ہیں، ہمارے جانور بھی حاضر ہیں، بوڑھے بھی حاضر ہیں، بچے بھی حاضر ہیں، ہمیں بارش دیجیے، اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہوجاتی ہے، ہوجاتی ہے بارش) حضرت سلیمان علیہ السلام بارش کے لیے جا رہے ہیں، دُعا مانگنے کے لیے راستے میں فرماتے ہیں چلو بھائی واپس چلو واپس۔ بارش ہوجائے گی، لوگوں نے کہا حضرت ابھی تو نماز نہیں پڑھی دُعا بھی نہیں مانگی بارش ہوجائے گی؟ فرمایا کہ چیونٹی پڑی ہے پاؤں اوپر نیچے بدن ہے اللہ تعالیٰ سے دُعا کر رہی ہے یا اللہ! ہم بھی مر رہے ہیں آپ بارش برسا دیں، اللہ تعالیٰ نے اس کی سن لی ہے اب دیکھنا بارش ہو جائے گی تو چیونٹیوں کی جب سنتے ہیں ہماری نہیں سنیں گے وہ؟ بس ان کا بن جائے آدمی، ان کے دروازے پر پڑ جائے آدمی، ان کو چھوڑے نہیں دروازے کو خوب مضبوط پکڑ لے۔

ہو کسی بھی حال میں مولیٰ سے لَو لگائے جا

تو فرماتے ہیں کہ جب انسان کو شیطان ورغلاتا ہے یہ اللہ کو یاد کرتا ہے۔ تَذَكَّرُوْا فَإِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝ ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں، ان کو بصیرت حاصل ہو جاتی ہے۔ بصیرت حاصل ہو جاتی ہے تو مقابلہ کرتے ہیں گناہ سے بچ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتے ہیں۔

تو ہو کسی بھی حال میں
مولیٰ سے لو لگائے جا
قوتِ ذوالجلال میں کیا نہیں
بس گڑگڑائے جا
کھولیں وہ یا نہ کھولیں در
اس پہ ہو کیوں تیری نظر
تو تو بس اپنا کام کر
یعنی صدا لگائے جا

تو ہو کسی بھی حال میں تو ہو کسی بھی حال میں، مولیٰ سے لَو لگائے جا۔ تو ہو کسی بھی حال میں، اچھے حال میں، ہو یا برے حال میں ہو، دشمن کا مقابلہ ہو یا اپنی جگہ بیٹھا ہو، عزت کی جگہ پر ہو تو ہو، کسی بھی حال میں۔ مولیٰ سے لَو لگائے جاؤ۔ چھوڑنا نہیں ہے تو نے، قوت ذوالجلال میں کیا نہیں گڑگڑائے جاؤ، قوتِ ذوالجلال میں کیا نہیں گڑگڑائے جاؤ۔ کھولیں وہ یا نہ کھولیں در۔ کھولیں وہ یا نہ کھولیں، دروازہ کھولیں یا نہ کھولیں، قبول کریں یا قبول نہ کریں، کھولیں وہ یا نہ کھولیں در۔ اس پہ ہو کیوں تیری نظر۔ تو تو بس اپنا کام کر یعنی صدا لگائے جا۔ فقیر جیسے صدا لگاتا رہتا ہے کہیں سے

خیرات ملتی ہے کہیں سے نہیں ملتی تو فقیر بن کے اس کے دروازے پر حاضر تو ہو جا، کھولے وہ یا نہ کھولے در۔ اس پر ہو کیوں تیری نظر۔ تو تو بس اپنا کام کر یعنی صدا لگائے جا۔ اس سے مانگتے رہو، مانگتے رہو، مانگتے رہو، ان شاء اللہ مانگنے والا ناکام نہیں ہوتا۔ باقی کبھی کبھی بندے کے لیے مصلحت ہوتی ہے اس واسطے دیر لگ جاتی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک انسان اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑا رہا ہے، رو رہا ہے، عاجزی کر رہا ہے، زاری کر رہا ہے، بال بکھرے ہوئے ہیں، کپڑے میلے کچیلے ہیں، رو رہا ہے، پریشان ہو رہا ہے، بار بار روز روز دُعا کر رہا ہے، روز روز دُعا کر رہا ہے۔ پھر فرشتے عرض کرتے ہیں یا اللہ! ان کی آہوں کا دھواں عرش پر آ رہا ہے، اس کی دُعا قبول کر لیجیے، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ تو میں بھی جانتا ہوں۔ تم سے زیادہ میں جانتا ہوں، لیکن میں نے اس کی دُعا قبول کر لی تو یہ آہ وزاری چھوڑ دے گا اور جتنا آہ وزاری کر رہا ہے، اتنا اس کو قرب حاصل ہو رہا ہے میرا، جب آہ وزاری چھوڑ دے گا قرب وہیں رہ جائے گا۔ تو میں چاہتا ہوں میرے بندے کا میرے ساتھ اور قرب ہو اور قرب ہو۔

نالاں مؤمن ہمیں داریم دوست
گو تضرع کن کہ ایں اعزازِ اوست

مؤمن کے رونے کو ہم بڑا پسند کرتے ہیں۔ نالائے مؤمن ہمیں داریم دوست۔ ہم اسے بڑا پسند کرتے ہیں، مؤمن کے رونے کو، اس کو کہو کہ تضرع کرتا رہے، اس میں اُس کی عزت ہے۔

نالائے مؤمن ہمیں داریم دوست
گو تضرع کن کہ ایں اعزازِ اوست

اصل چیز عمل ہے

مؤمن کا اعزاز اس کے رونے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں جب رقت طاری ہو فوراً دُعا مانگا کرو وہ قبولیت کا وقت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب ہوتا ہے اس وقت۔ تو بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ ساری جو قیل وقال ہوتی ہے، ناں میں نے بات کی آپ نے سن لی لیکن اس سے کام نہیں بنتا، کام تو عمل سے بنتا ہے۔ کروڑوں کا آپ کے پاس نسخہ ہو، سونے کا کشتہ ہو، ماء اللحم ہو، کوئی تریاق ہو، اعلیٰ قسم کا جو سانپ سے کاٹے کو کھلایا جائے۔ اگر استعمال نہیں کریں گے تو کیا فائدہ ہوگا اس کا؟ بہت بیش قیمت نسخہ ہو آپ بیمار ہو استعمال نہ کریں تو کوئی فائدہ نہیں اس کا۔ فائدہ اس وقت ہوتا ہے جب انسان عمل کرتا ہے۔ جب ہمیں معلوم ہو جائے شیطان ونفس کا مقابلہ کرنا ہے، اللہ کو راضی کرنا ہے، گناہ چھوڑنے ہیں نیکی کرنی ہے، اپنی زندگی سنوارنی ہے، ایمان کو قبر تک لے جانا ہے، خیریت وحفاظت سے لے جانا ہے تو پھر اس پر عمل کرنا چاہیے، مقابلہ کرنا چاہیے، اپنی ہمت ہارے نہیں ڈٹا رہے، ڈٹا رہے ڈٹا رہے۔ زندگی بھر کا یہ عمل ہے تو فرماتے ہیں یہ باتیں کرنا زیادہ تر بیکار ہوتا ہے کیونکہ عمل کرنا چاہیے۔

قال را بگذار مردِ حال شو

باتیں اتنی نہ کرو بس اپنے اندر ایک حال پیدا کرلو۔ جیسا کہتے ہو ویسے بن جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی محبت دل کے اندر سما جائے۔ اللہ تعالیٰ کا خوف دل کے اندر سما جائے۔ اعمال راسخ ہو جائیں نیک اعمال۔

قال را بگذار مردِ حال شو
پیشِ مردِ کامل پامال شو

اب اللہ کا مقبول مل جائے اس سے مشورہ کرتے رہو کہ صاحب حال میں کیسے بنوں، میں گناہوں کو کیسے چھوڑوں، نیکیاں کیسے کروں، اللہ کو راضی کیسے کروں، ایمان کو قبر تک کیسے لے جاؤں۔ اس سے مشورہ کرتے رہو، کوئی دینی مشیر ہو اس سے مشورہ کرتے رہو، وہ راہنمائی کرتا رہے گا۔

قال را بگذار مردِ حال شو
پیشِ مردِ کامل پامال شو

یعنی باتیں نہ کرو عمل کرو مطلب یہ ہے۔ عمل کرنے سے ساری بات ہوتی ہے۔

قلب کی اصلاح فرض ہے

اور یہ دل کی صفائی، دل کے اندر سے رذائل کو دور کرنا، دل کے اندر اچھی باتوں کو پیدا کرنا، رذائل جتنے بھی ہوتے ہیں، دل کی بیماریاں جتنی بھی ہیں، دل کے روگ جتنے بھی ہیں یہ سب اللہ کے غیر ہیں، جب تک ان غیروں کو نکالیں گے نہیں، جب تک انسان کو نجات نہیں ملے گی، جس کے اندر اللہ کے غیر ہوں اس دل کے اندر اللہ کی محبت نہیں آتی، اللہ کا تعلق نہیں آئے گا۔ اگر اللہ کا تعلق چاہتے ہیں تو غیروں کو نکالنا پڑے گا، ان غیروں کو نکالو گے نہیں، اللہ تعالیٰ کی محبت راسخ نہیں ہوگی، تھوڑی محبت تو ہر ایک کو ہوتی ہے ایسے محبت نصیب ہو جو ساری محبتوں پر غالب آجائے، ایسی محبت نصیب ہو جو کہ اللہ تعالیٰ کے احکام ماننے آسان ہو جائیں۔

یہ جو چیز ہے کہ رذائل کو نکالنا ہے یہ فرض ہے، بالکل فرض ہے، نماز فرض ہے تو یہ بھی فرض ہے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ تکبر جو ہے اس کے بارے میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ

مِنْ کِبْرٍ۔ اَوْ کَمَا قَالَ النَّبِی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" جس کے دل کے اندر ذرہ برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا، حسد کے متعلق فرماتے ہیں جب کوئی انسان حاسد ہوتا ہے اس کی نیکیاں اس طرح جل جاتی ہیں جس طرح سوکھی لکڑی کو آگ لگائیں جل جاتی ہے۔ ریا یہ ہے کہ آپ اس لیے نیک عمل کر رہے ہیں یا دُنیا کا کوئی کام کر رہے ہیں کہ مجھے لوگ بڑا کہیں، مجھے عزت والا کہیں، میری تعریف کریں، آپ کی نیت خدا کو راضی کرنے کی نہیں ہے، اپنے خوش کرنے کے لیے کہ مجھے لوگ اچھا سمجھیں، یہ ریا ہوگی۔ ریا سے تمام اعمال ضائع ہوجاتے ہیں، اگلے دن ذکر کیا تھا ناں کہ ریاکار قاری، حافظ، ریاکار شہید، ریاکار سخی، حکم ہوگا کہ گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دو، اُلٹے منہ گھسیٹ کے۔ تو ریا سے سارے اعمال ضائع ہوئے۔ جب ریا اتنی بری ہے، حسد اتنا برا ہے اور تکبر اتنا برا ہے تو فرض نہیں ہے اس کو ٹھیک کرنا؟ ہم اس کو معمولی بات سمجھتے ہیں، ہم اس کو اہمیت نہیں دیتے کہ دل کی بری باتیں نکالنی ہیں یہ فرض ہے، نماز فرض ہے، تو یہ بھی فرض ہے۔ جیسے تکبر کے بارے میں عرض کیا کہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، تو معلوم ہوا کہ یہ چیزیں ایسی ہیں کہ ایسی برائی کرتے کرتے خاتمہ پھر ایمان پر نہیں ہوتا، خاتمہ ایمان پر نہ ہوا تو کفر پر ہوتا ہے، کفر پر ہوا تو دوزخ میں جائے گا، جنت میں کہاں جائے گا یہ شخص؟ تو ایمان سلب ہوجائے تکبر کی وجہ سے تو کیا حاصل ہوا؟ اس واسطے فرماتے ہیں کہ جتنے بھی اخلاقِ رذیلہ ہیں ان کو دور کرنا چاہیے اور اوصاف حمیدہ پیدا کرنے چاہئیں، دل کے اندر اللہ کی محبت پیدا کرنی چاہیے، اس کو حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دور باش آفکارِ باطل

دور باش اغیارِ دل

جتنی بھی باطل سوچیں ہیں ....

دور باش افکارِ باطل

دور باش اغیارِ دل

جو اللہ کے غیر کی چیزیں میرے دل میں ہیں سب دور ہوجائیں دور ہو جائیں دور ہوجائیں میرے نزدیک نہ آؤ۔

سج رہا ہے شاہِ خوباں کیلئے دربارِ دل

اب میں نے اپنے اللہ کو اپنے دل میں بسا لیا ہے اب تمہاری جگہ اس میں نہیں ہے۔

دور باش افکارِ باطل دور باش اغیارِ دل

سج رہا ہے شاہِ خوباں کیلئے دربارِ دل

تو بزرگ یہ بھی فرمایا کرتے ہیں جب بات کر لیتے ہیں:

ایں قدر گفتیم باقی فکر خود کن

باتیں سن لیں۔ اب سوچو فکر کرو۔ فکر سے انسان کے راستے کھلتے ہیں۔

فکر آں باشد کہ بکشاید راہ

راہ آں باشد کہ پیش آید شاہے

فکر وہ ہوتا ہے جو راستہ کھول دیتا ہے، راستہ وہ ہوتا ہے جو بادشاہ پر جاتا ہے اللہ کے پاس پہنچ جاتا ہے۔

فکر آں باشد کہ بکشاید راہ

راہ آں باشد کہ پیش آید شاہے

گانے بجانے کے آلات رکھنا حضور ﷺ کا مقابلہ کرنا ہے

جو بادشاہِ حقیقی تک پہنچا دے، سوچنا چاہیے انسان کو اپنی زندگی سنوارنے کی فکر کرنی چاہیے۔ اس واسطے انسان کو ہر ممکن کوشش کر کے انسان کو گناہوں سے بچنا چاہیے۔

ایک بڑا عظیم گناہ جو ہمارے ہر گھر میں پھیلا ہوا ہے یہ ٹیلی ویژن ہے۔ ٹیلی ویژن کو لوگ بڑا معمولی سمجھتے ہیں اس کی برائی کی کوئی اہمیت ہمارے دل میں نہیں ہے، اس کو تفریح کا سامان سمجھتے ہیں۔ یہ تو ہمارا معیار ہے، دُنیاوی معیار ہے، آزاد لوگوں کا معیار ہے، قسم قسم کے تو ہم نے بھی معیار بنا لیے ہیں۔ اب دیکھنا چاہیے کہ شرعی طور پر کیا معیار ہے؟ اب بتائیے گانا بجانا حرام ہے کہ نہیں؟ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ جل شانہ نے گانے بجانے کی چیزوں کو مٹانے کے لیے بھیجا ہے، اب جس چیز کو مٹانے کے لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں ان کو ہم فروغ دیں، ان کو بڑھائیں، ان کو حاصل کریں، آپ خود سوچیں یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقابلہ ہے یا نہیں؟ جس چیز کو فرمایا میں مٹانے کے لیے آیا ہوں ہم اس کو خوب اپنے گھر میں رکھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقابلہ، شریعت کا مقابلہ ہے کہ نہیں؟ آپ خود دیکھیں ٹی وی کے وی سی آر کے جتنے بھی پروگرام ہوتے ہیں سب اس پر مشتمل ہوتے ہیں تو گانا بجانا حرام ہوتا ہے وہ حرام، تو ٹی وی کیا حلال ہو جائے گا؟ اور اس میں جانداروں کی متحرک تصاویر ہوتی ہیں، تصویر کو کھینچنا، تصویر کو رکھنا قطعاً حرام ہوتا ہے۔ قیامت میں سب سے زیادہ عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا، حکم ہوگا کہ جاؤ ان کو گانٹھ دو، گانٹھ کہاں دے سکے گا،

تم نے جو انسان کی تصویر بنائی اور ان کو، انسان کو جوڑو پتہ لگ جائے کہ جان ڈالو اس کے اندر، کیسے ڈال سکے گا؟ اور یہ تو آپ نے کئی دفعہ سنا ہوگا کہ جس گھر میں جاندار کی تصویر ہو اس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ گو کہ تصویر رکھ کے ہم جان بوجھ کے رحمت کے فرشتوں کو دور کرتے ہیں، رحمت کے فرشتے نہیں آئیں گے تو زحمت کے فرشتے آئیں گے کہ نہیں؟

گناہ کو حلال سمجھنا کفر ہے

پھر ایک ہے کہ گناہ کو گناہ سمجھنا ایک ہے گناہ کو تفریح کا سامان سمجھنا اس سے ایمان جاتا رہتا ہے، گناہ کو حلال سمجھنا، گناہ کو سمجھنا ٹھیک ہے، گناہ ہے ہی نہیں، تو انکار کرنا اللہ کے حکم کا تو حرام ہے، اس سے ایمان جاتا رہتا ہے۔ ایک ہے گناہ کو گناہ سمجھ کے کرنا وہ گنہگار ہے، گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے، ایک ہے گناہ کو حلال سمجھے، اس کا ایمان جاتا رہتا ہے۔ ایک آدمی ہے قربانی ساری عمر کرتا ہے لیکن اس کا عقیدہ یہ ہے کہ قربانی ہے کوئی چیز بھی نہیں میں تو ایسے کر لیتا ہوں وہ کافر ہے اللہ تعالیٰ کے شعائر اسلامی کا انکار کر رہا ہے۔ ایک آدمی نماز ساری عمر پڑھتا رہتا ہے لیکن نماز کا انکار کرتا ہے کہ نماز کوئی چیز ہی نہیں ہے وہ کافر ہے۔ ایک آدمی ساری عمر نماز نہیں پڑھتا، ایک آدمی ساری عمر قربانی نہیں کرتا لیکن کہتا ہے میں گنہگار ہوں مجھ سے ہوتا نہیں بڑا گناہ گار ہوں، وہ ایمان والا ہے، گناہ کو حلال کرنے کا کوئی جواز ہی نہیں ہے ورنہ ایمان جاتا رہتا ہے۔ آج صاحب کہتے ہیں تفریح کا سامان ہے۔

بعض کہتے ہیں صاحب! یہ تو عکس ہے تصویر تھوڑی ہے، عکس دیکھ رہے ہیں جیسے شیشے میں دیکھ لیا عکس۔ صاحب! ایک آئینہ سامنے رکھا ہوا ہے، ایک عورت

سامنے بیٹھی ہے، آپ اس عکس میں اس عورت کو دیکھ سکتے ہیں کیا؟ حرام ہے، نہ آئینہ میں اس کو دیکھ سکتے ہیں، نہ خود اس کو دیکھ سکتا ہے جس چیز کو دیکھنا حرام ہے اس کو آئینہ میں دیکھنا بھی حرام ہے۔ ایک زندہ عورت بیٹھی ہے آپ اس کو دیکھ رہے ہیں آپ کے جذبات خراب ہو رہے ہیں کہ نہیں ہو رہے؟ تو کیا شریعت اس کو حلال کر دے گی؟ اس پر کہ وہ تو تصاویر ہیں۔

ٹی وی کے خطرناک نتائج

تو یہ سارے پروگرام اسی پر ہوتے ہیں کہ تصویروں پر گانے بجانے پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اس واسطے کون اس کو جائز و حلال کر سکتا ہے۔ پھر آپ دیکھتے ہو کہ یہ جو فلمیں آتی ہیں یا جو بھی ڈرامے آتے ہیں جو بھی چیزیں آتی ہیں اس میں عورتیں کیا کیا کرتی ہیں؟ کوئی ناچتی ہے، کوئی گاتی ہے، کسی کا نیم عریانی کا لباس ہوتا ہے، کوئی سر ننگے ہوتی ہے، کوئی کیسے ہوتی ہے، عورت کو دیکھنا ہی حرام ہے، تو عورت کو ننگے دیکھنا کیسے ہوگا؟ ناچنا دیکھنا کیسے ہوگا؟ اس کے نتائج بڑے برے ظاہر ہو رہے ہیں، اس کے اثرات بڑے خراب ہو رہے ہیں، زہریلے اثرات ہو رہے ہیں، کئی واقعات سننے میں آئے۔ ٹی وی دیکھ رہے ہیں، ڈرامے دیکھ رہے ہیں، شہوات کے جذبات اُبھر رہے ہیں، باپ نے اپنی بیٹی کو نہیں چھوڑا، بھائی نے اپنی بہن کو نہیں چھوڑا، مجھے بتاؤ کیا بتاؤں ان کو۔ ایسے برے نتائج جب ہوتے ہیں تو اس کا دیکھنا حلال ہو جائے گا یا حرام ہو جائے گا؟ نوجوانوں کے جذبات کو بالکل خراب کر دیتی ہے۔ پھر آپ دیکھتے ہیں جب آپ ٹی وی دیکھ رہے ہیں یا وی سی آر دیکھ رہے ہیں یا فحش گانے سن رہے ہیں یا اور کوئی اس طرح کا پروگرام دیکھ رہے ہیں کیا اس وقت آپ کو اللہ کی یاد آتی ہے؟ کیا نماز کا خیال آتا ہے اس وقت کیا نیکی کے خیالات آئے

ہیں؟ آئیں گے تو شیطانی خیال آئیں گے، شہوانی خیالات آئیں گے، اللہ کے باغی کرنے والے خیالات آئیں گے، اللہ کی فرمانبرداری کرنے والے خیالات نہیں آئیں گے۔ جو چیز بھی اللہ کی یاد سے غافل کر دے وہ دُنیا ہوتی ہے حرام ہوتی ہے۔ پھر آپ کیسے ان کو جائز کہہ سکتے ہیں؟

جب سے یہ ٹی وی وغیرہ کے پروگرام آئے ہیں، ڈاکے کے پروگرام آئے ہیں، وی سی آر میں ڈاکے کے پروگرام آئے ہیں، جب سے آپ نے دیکھ لیا کیا حشر ہو رہا ہے؟ جرائم کی تعداد بڑھ گئی ہے، ڈاکے پڑنا شروع ہو گئے ہیں، اغوا ہونا شروع ہو گئے ہیں، جہازوں کو ہائی جیک کرنا شروع ہو گئے ہیں، شراب نوشی کی عادت پڑ گئی ہے، بے پردگی ہو گئی ہے، بے حیائی ہو گئی ہے، زنا کے واقعات پیش آ رہے ہیں۔ جب ایسے برے اثرات ہوں تو اس کو جائز کیسے کہہ سکتے ہیں؟ تفریح کا سامان کیسے بن سکتا ہے؟ گناہ اور تفریح کا سامان؟ ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔

اب تو یہ جنہوں نے ٹی وی رائج کیا ہے وہ خود کہتے ہیں بار بار ٹی وی دیکھنے سے جسم پر برے اثرات ہوتے ہیں، جسمانی صحت خراب ہوتی ہے۔ اگر کوئی کہے کہ صاحب پھر ٹی وی جائز کیسے ہو سکتا ہے؟ تو جائز تب ہوگا جب یہ تمام برے دلائل جو دیئے ہیں ختم ہو جائیں، کوئی گناہ کی بات نہ ہو، پھر ٹی وی جائز ہو سکتا ہے۔ نصیحت کی باتیں ہوں، حدیث کے مضامین ہوں، قرآن کی تفسیر ہو، مواعظ کا بیان کیا جائے ٹھیک ہے، پھر کرے۔ جب کوئی گناہ کسی قسم کا نہ ہو تو پھر ٹھیک ہے، ہو سکتا ہے جائز، لیکن جب گناہوں کا مجموعہ ہو تو پھر کیسے اس کو شریعت جائز کہہ سکتی ہے؟ میں نے تبھی عرض کیا تھا کہ ایک ہے ہمارا معیار، ہم کہتے ہیں تفریح ہے، ایک ہے شریعت کا معیار، ہر آدمی سوچ لے کہ اپنے معیار پر چلنا ہے یا شریعت کے معیار پر چلنا ہے؟

ٹی وی حلال کرنے کے بیہودہ دلائل

بعض کہتے ہیں صاحب بیوی بچے نہیں مانتے ہیں، گھر مجبور ہو کر لاتے ہیں، بیوی بھی تنگ کر رہی ہے، بچے بھی تنگ کر رہے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے "لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ" جب اللہ کے حکم میں نافرمانی ہو رہی ہو تو پھر مخلوق کا کہنا نہیں ماننا ہے۔ "لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ"

بعض کہتے ہیں جی بیوی بچے پڑوس میں جا کر ٹی وی دیکھتے ہیں اس واسطے ہم گھر پر لے آئے ہیں تو پڑوس میں تو نہ جائیں گھر میں تو رہیں۔ اچھا جی جب پڑوس میں شراب پی جا رہی ہو، جوا کھیلا جا رہا ہو، زنا ہو رہا ہو تو کیا بچے کو اجازت دے دیں گے؟ کہ بیوی بھی جائے بچے بھی جائیں، ایسا برداشت کر سکتے ہو؟ جب زنا کے لیے جوئے کے لیے شراب کے لیے بچوں کو روکتے ہو اور وہ حرام ہے تو ٹی وی حرام نہیں ہے؟ اس کے لیے کیوں نہیں روکتے ہو؟ اصل میں بات یہ ہے کہ دینی ماحول ہم نے خود نہیں بنایا ہے۔ قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا پر ہم نے خود عمل نہیں کیا تو اب بیوی بچے کیا مانیں گے؟ خود بھی نیک بنے اور بیوی بچوں کو بھی نیک بنائے۔ جیسے ہمارے دل میں اگر نفرت ہو جائے، بیوی بچے اگر نیک دیندار ہوں تو ان کے دل میں بھی نفرت ہو جائے گی، نفع کے کاموں کے لیے انہیں بٹھائے نہیں، دین کی اہمیت بٹھائے نہیں تو پھر کیسے مانیں گے وہ؟

بعض لوگ کہتے ہیں جی دورِ حاضر کا تقاضا یہی ہے کہ ٹی وی رکھنا چاہیے' بڑے عجیب پروگرام آتے ہیں فائدہ اُٹھانا چاہیے، صاحب اگر سارے گھروں میں آگ لگ جائے تو تم بھی اپنے گھر میں آگ لگاؤ گے کیا؟ جن گھروں میں یہ رواج

ہے آگ لگ رہی ہے ان کے گھروں میں، آگ لگ رہی ہے، ایمان کو آگ لگ رہی ہے، ایمان جل رہا ہے، اللہ سے دوری ہو رہی ہے، جہنم کا سامان بن رہا ہے، کیا خود بھی اپنے گھر میں یہ کر لو گے کام؟

بعض کہتے ہیں صاحب ہمارے گھر میں بیمار ہیں، بیمار کا نفسیاتی علاج ہوتا ہے اس میں مصروف رہے گا بیماری بھول جائے گا، تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بیمار جو ہے اس کا علاج حرام غذا سے حرام دوا سے مت کرو، اس میں شفا نہیں ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تو یہ فرمان ہے ہمارا یہ خیال ہے، اب وی سی آر جو ہوتے ہیں ان میں کتنی فحش فلمیں ہوتی ہیں، کتنے فحش گانے ہوتے ہیں اور بعض اوقات آپ دیکھتے ہیں نمازوں کے وقت میں جمعہ کے وقت میں ہوتے ہیں ایسے پروگرام سننے میں آیا ہے، جو چیز آپ کو نماز سے روک دے جمعہ سے روک دے اور نیکی سے روک دے گناہ کرنے پر لگا دے اس کو کیسے جائز کہہ سکتے ہیں؟ اس واسطے ان باتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے ٹی وی سے نجات حاصل کرنی چاہیے۔ یہ نہیں کہ گھر میں جا کے لڑائی کرنا شروع کر دے، طریقے سے محبت سے دلائل سے سمجھا کر ان کو بھی اپنا ہمنوا بنائیں، پھر نکالیں اس لعنت کو۔ پھر ایسا ہوتا ہے کہ یہ عامل کہتے ہیں ہم نے جن گھروں میں دیکھا ہے ٹی وی ہے وی سی آر چل رہے ہیں ان گھروں میں جنات کا اثر ہو جاتا ہے سحر کا اثر ہو جاتا ہے اور جن گھروں میں اللہ کی یاد ہوتی ہے ان میں جنات بھی نہیں آ سکتے، سحر بھی اثر نہیں کر سکتا یہ عامل لوگوں کا کہنا ہے، ایسے بھی عامل لوگ کہتے ہیں کہ جب ہم نے کسی کے گھر سے جن کو دور کرنا ہوتا ہے تو پہلے کہتے ہیں ٹی وی کو دور کرو ورنہ جنات نہیں جائیں گے۔

خاتمہ بالخیر کی فکر کریں

اگر کوئی صاحب یوں کہے کہ صاحب ہم نے رکھا ہے ٹی وی، ہمارے گھر تو جن کوئی نہیں آتا؟ آج نہیں تو کل آجائے گا، پرسوں آجائے گا، بہر حال کچھ بھی ہو ہمیں شریعت کے معیار کو سمجھ کر اپنا عقیدہ درست کرنا چاہیے۔ خدانخواستہ گناہ کرنا ہے تو گناہ سمجھ کے کرو تفریح نہ سمجھو، اول تو گناہ کبیرہ ہے کیا پتہ اسی حالت میں مرجائے انسان۔ کئی آدمی ہیں گناہ کرتے کرتے مرگئے۔ ایک آدمی عین زنا کی حالت میں مرگیا بتاؤ کیا گزرے گی؟ ٹی وی دیکھتے دیکھتے ہارٹ اٹیک ہوجائے تو ایمان ہوگا بے ایمانی ہوگی؟ اس واسطے اس کو دور کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی جائے اپنے دل میں بھی اس کی اہمیت شریعت کے مطابق بٹھائی جائے اور گھر والوں اور بچوں کو صحیح طرح سمجھایا جائے کہ اس لعنت کو دور کرنا چاہیے۔ خوب اچھی طرح ذہن نشین کرائیں دلائل کے ساتھ، پھر وہ آپ کے ہمنوا ہوجائیں گے، پھر اس لعنت کو دور کردیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ تو ایک مثال ہے۔ آج کل گناہوں کی ایک یلغار آگئی ہے، گناہوں کا سیلاب آیا ہوا ہے، اس پر سیلاب آیا ہوا ہے پھر اپنے آپ کو بچاتا ہے، انسان کہ نہیں بچاتا ہے۔ بارش زوردار ہو رہی ہے، چھینٹوں سے بچاتا نہیں اپنے آپ کو۔ ہاں اگر کسی کو پتہ بھی نہ ہو خیال بھی نہ ہو کہ یہ عذاب ہے تو پھر اس کی دوسری بات ہے، اس واسطے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ اپنے آپ کو بچائے انسان۔ اب بچانے کا مطلب کیا ہے؟ اللہ کو راضی کرے، اللہ کو راضی کرنے کا مطلب کیا ہے؟ ایمان لے کر قبر تک جائے، ایمان لے کر قبر میں جائے تو ساری منزلیں اس کی آسان ہوجائیں گی، لیکن آج تو ایمان کو نہیں مانتے، لوگ آج

کہتے ہیں کھالو پی لو عیش کرلو، اگلا جہاں پھر دیکھا تھوڑی ہے، یہ ایسے لوگ رسول کے خلاف اللہ کے خلاف بہکاتے ہیں۔ سب کچھ دیکھا تھوڑی ہے، برزخ تھوڑی معلوم ہے، جنت تھوڑی دیکھی ہے، دوزخ تھوڑی دیکھی ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برزخ بھی دیکھ کے آئے، دوزخ بھی دیکھ کے آئے جنت بھی دیکھ کے آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کررہا ہے، جھٹلا رہا ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو، پھر کہاں جائے گا ایمان اس کا؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے میں جنت بھی دیکھ کے آیا ہوں دوزخ بھی دیکھ کے آیا ہوں۔

اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے

ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رو رہے ہیں، رو رہے ہیں، زاروقطار رو رہے ہیں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لے گئے۔ جا کے دیکھا زاروقطار رو رہے ہیں، زاروقطار رو رہے ہیں، جب آپ کو سکون ہوا تو پوچھا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کیوں غمگین ہیں کیوں پریشان ہیں؟ فرمایا میں دوزخ دیکھ کے آیا تھا اس میں ایسے ایسے عذاب ہو رہے ہیں، ایسے ایسے عذاب ہو رہے ہیں، ایسے ایسے عذاب ہو رہے ہیں، کہ مجھے عذاب دیکھ کر رونا آگیا ہے، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت دوزخ کو دیکھ کر آئے ہیں، برزخ کے حالات سارے دیکھ کے آئیں ہیں۔ معراج شریف میں برزخ کے بہت سے حالات دکھائے گئے، جب انہوں نے فرمایا ہے اور قرآن مجید میں بھی برزخ کا حال آتا ہے، جنت کا بھی دوزخ کا بھی۔ قرآن مجید کا ایک تہائی مضمون توحید کا ہے ایک تہائی رسالت کا ہے ایک تہائی آخرت کا ہے۔ آخرت کے مضمون

ایک تہائی قرآن میں موجود ہیں اور ہم اس کا انکار کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جناب اگلا جہاں کس نے دیکھا تھوڑی ہے۔ کس قدر لوگ ورغلاتے ہیں دین سے؟ اور اللہ سے دور کرتے ہیں۔ ہمیں چاہیے جس جس کو معلوم ہو جائے اپنے ایمان کا فکر کرے، ایمان کو سنبھال سنبھال کر قبر تک لے جائے۔ "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِیْمِ" سارے اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہوتا ہے۔ اس ایمان کو سنبھالنے کا طریقہ یہ ہے کہ گناہوں سے بچائے، جتنا آدمی نیک کام کرتا ہے اتنا ایمان مضبوط ہوتا ہے جتنا گناہ کرتا ہے ایمان کمزور ہوتا ہے تو خدا کے لیے اس ایمان کو سنبھال کر قبر تک لے جانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

"فکر آخرت"

خطبہ مسنونہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا۔ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ۔ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۔

اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا ﴿۱۶﴾ وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی ﴿۱۷﴾

آیات کا مضمون

اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ آخرت بہت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے۔ آخرت کو کوئی فنا نہیں، آخرت میں کوئی نقصان نہیں، کوئی کمی نہیں۔ اس بہتری کے باوجود خیر کے باوجود، فانی نہ ہونے کے باوجود، باقی رہنے کے باوجود جو چیز فنا ہونے والی ہے اس میں تکالیف اور دُکھ اور پریشانیاں ہیں۔ اس زندگی کو تم کیوں ترجیح دیتے ہو؟ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴿۱۶﴾ تم دُنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت نہایت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے۔

اب چونکہ آج کل ہمیں آخرت کی کوئی اہمیت نہیں، آخرت کے متعلق دل کے اندر کوئی قدر نہیں ہے اس واسطے ہم دُنیا کو ترجیح دیتے ہیں تو دُنیا کو ترجیح دینے کی مذمت ہے کہ دُنیا کو ترجیح نہ دو، ترجیح دینے کی چیزیں آخرت میں ہیں۔ فرماتے ہیں:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ جو دنیا طلب کرتا ہے اُس کے لیے جس کو ہم چاہتے ہیں جتنا چاہتے ہیں دیتے ہیں ہر ایک کو نہیں دیتے جو چاہتا ہو۔

دُنیا کی خاطر آخرت کا نقصان کرنا ممنوع ہے

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ
فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا﴿۱۹﴾

اور آخرت کا جو طالب ہے ایماندار ہو اور کوشش کرے اُس کی ہم ہر کوشش کی قدر کرتے ہیں تو جو دُنیا کی چیز آخرت کے مقابلے میں آجائے وہاں دُنیا کو ترجیح نہیں دینی چاہیے۔ آخرت کو ترجیح دینی چاہیے۔ دُنیا کوئی بھی کام کرے دُنیا کا انسان کوئی بھی ارادہ کرے، جب اُس میں آخرت کا نقصان ہو رہا ہو تو آخرت کو ترجیح دینی

چاہیے دُنیا کو ترجیح نہیں دینی چاہیے، اور وہ ارادہ دُنیا کا، وہ کام دُنیا کا جو محض دُنیا کے لیے ہو اس کی مذمت کی گئی ہے، تو معلوم ہوا کہ دُنیا کمانا، کسب دُنیا یہ مضموم نہیں ہے یہ بُرا نہیں ہے، دُنیا کو دین پر یا آخرت پر ترجیح دینا یہ بُرا ہے۔ دُنیا کا کوئی ایسا کام کرنا جس سے دین کا نقصان ہو یا آخرت کا نقصان ہو اُس کو منع کیا گیا ہے۔ وہاں کہا جائے گا کہ آخرت کو دین کو ترجیح دینا چاہیے۔

رزق حلال کی طلب فرض ہے

بعض لوگ علماء پر اعتراض کرتے ہیں صاحب یہ تو کہتے ہیں دُنیا ہی چھوڑ دو۔ یہ بالکل غلط گمان ہے علماء تو دُنیا کو جائز نہیں بلکہ ضروری قرار دیتے ہیں، کیونکہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے: "طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ" (الحدیث) دوسرے فرائض کے بعد حلال مال کا طلب کرنا فرض ہے۔ جو شخص صحیح نیت کے ساتھ دُنیا کو کمائے گا تو وہ فرض ادا کر رہا ہے اور جو اپاہج ہو کر بیٹھ جائے، کام کر سکتا ہے نہیں کرے گا تو کہا جائے گا فرض کے چھوڑنے کا گناہ گار ہے۔ ترک فرض کا گناہ گار ہوگا۔ علماء دُنیا کمانے سے منع نہیں کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ دُنیا کو ترجیح نہ دو۔

اللہ کی محبت کو ہر محبت پر غالب رکھیں

آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبارک زمانے میں بہت فتوحات ہوئیں۔ قیصر و کسریٰ کے خزانے مسجد نبویؐ میں جمع ہو گئے، سونے کے ڈھیر، چاندی کے ڈھیر، زر و جواہرات کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور فرمایا اللہ ہم یہ تو نہیں کہتے کہ ہمیں یہ چیز نہیں چاہیے، ہم یہ نہیں کہتے کہ ان کی محبت ہمارے دل میں نہیں ہے، ہماری درخواست یہ ہے کہ

آخرت کے مقابلے میں اس کو ترجیح نہ دیں۔ یہ مال آخرت خراب کرنے کا ذریعہ نہ بنے، ہم یہ درخواست کرتے ہیں۔ محبت تو ہوتی ہے، بیٹوں کی محبت ہے، کھیت کی محبت ہے، مال کی محبت ہے لیکن یہ محبت آپ کی محبت میں آڑے نہ آجائے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دُنیا کی چیزوں کو اکٹھا بھی کیا، تقسیم بھی کیا، استعمال بھی کیا۔ لیکن فرماتے تھے کہ یہ محبت اللہ کی محبت کے سامنے غالب نہ آجائے۔ غالب ہو تو اللہ کی محبت ہو۔ پھر یہ ہوتا ہے کہ اگر علماء کہتے ہیں کہ دُنیا کمانا ضروری ہے تو ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں: "اَلضُّرُورَۃُ تَتَقَدَّرُ بِقَدْرِ الضَّرُوْرَۃِ" ضرورت کی چیز ہوتی ہے بقدر ضرورت ضروری ہوتی ہے۔ انسان بے تحاشا دُنیا میں لگ جائے اور آخرت کو بھول جائے، نمازیں چھوڑ دے اور باقی واجبات جو ہیں، اہل وعیال کے حقوق ادا کرنے ہیں اور دوسرے حقوقوں کو بھول جائے، تو کہا گیا ہے یہ تو ضرورت سے زیادہ کر رہے ہو۔ اتنا پھیلاؤ کرو کہ سارے حقوق و واجب پورا ادا کرتا رہے تو ارادہ دُنیا کا کرنا، دُنیا کو کمانا وہ مضموم ہوگا، وہ برا ہوگا جس سے اپنی آخرت خراب ہو جائے، ہمیشہ یہ اُصول رکھ لو، جب انسان کے پاس مال دولت ہو تو انسان وہ خود اپنے لیے بھی آسائش سے گزارہ کر سکتا ہے، اپنے غریب ہمسائے ہوں، رشتے دار ہوں، مساجد ہیں، مساکین ہیں، مدارس ہیں، ہر جگہ کر سکتا ہے لیکن شرط یہی ہے کہ ایسی ترجیح دینا کہ حرام حلال کی پروانہ ہو، ناجائز جائز کی پروانہ ہو، اس کا خیال رکھنا ہے۔

کسب مال برا نہیں حُب مال برا ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ" اچھا مال نیک آدمی کے لیے اچھی چیز ہے، جس کے دل کے اندر اللہ کی محبت ہو، اللہ کا خوف ہو، وہ مال کو اللہ کا غلام سمجھ کر خرچ کرے گا، مرضی سے نہیں کرے گا۔ جس طرح محکمہ خزانچی ہوتا ہے روزانہ لاکھوں، کروڑوں روپے اس کے ہاتھ سے نکلتے

ہیں لیکن وہ اسی کا مالک ہے جو تنخواہ اُس کو ملتی ہے، وہ خزانے بینک کے مال کو اپنی مرضی سے نہیں خرچ کرتا۔ اسی طرح مؤمن کو یہی حکم ہے اپنی مرضی سے خرچ نہ کرو جہاں ہم کہیں وہاں خرچ کرو، جہاں منع کر دیں رُک جاؤ، تو مال برا نہیں ہے، مال کی محبت بری ہے۔ کسب مال برا نہیں ہے حُب مال برا ہے، کسب دُنیا بری نہیں ہے حُب دُنیا بری ہے۔ اس دل کے اندر صرف اللہ کی محبت ہونی چاہیے غیروں کی محبت نہیں ہونی چاہیے۔

مولانا جامی اور خواجہ عبید اللہ احرار کا عجیب واقعہ

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں خیال آیا کہ دل کے اندر، میں بھی اللہ کی محبت بھر لوں۔ اس ارادے سے سوچتے رہے، مشورے کرتے رہے، کون ایسے بزرگ ہیں جن کے ذریعے میرے دل میں اللہ کی محبت آجائے، اللہ کا تعلق غالب آجائے، سوچتے رہے، پوچھتے رہے، کسی نے بتایا کہ خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ۔ اس زمانے میں بڑے اونچے بزرگوں میں سے ہیں، وہاں چلے جاؤ۔ اب ہر ایک نے اپنا معیار بنایا ہوا ہے۔ حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے دل میں یہ معیار بنایا ہوا تھا کہ اللہ والے ایسے درویش ہوتے ہیں کہ چٹائی پر بیٹھتے ہیں، دُنیا سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا، روٹی مل گئی مل گئی نہ ملی نہ ملی۔ یہ مال اور دولت اللہ تعالیٰ کی تقسیم ہے جس کو چاہیں دیں اس کا معیار ہمیں نہیں معلوم کیا ہے۔ بہرحال ان کے دل میں یہی معیار تھا کہ اللہ والے جہاں میں جا رہا ہوں وہ ایسے ہوں چٹائی پر بیٹھے ہوں گے، کوئی سروسامان بھی نہیں ہوگا، میں جا کے ان سے اللہ کی محبت کا سبق سیکھتا ہوں، اللہ کا تعلق میرے دل میں غالب آجائے وہ سیکھوں، دُنیا کی محبت مغلوب ہو جائے، آخرت کی محبت غالب ہو جائے اس واسطے، خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں جا کر دیکھا تو بڑی شان و شوکت ہے، بڑی شاہی

ٹھاٹھ کی طرح تھے جو رئیسوں کے ہاں ہوتا ہے، وہ تھا۔ یہ بڑے حیران کہ میرا معیار تو دوسرا تھا۔ یہاں تو اور معیار نکلا ہے یہ کیا اللہ والے ہوں گے؟ اور اُسی جوش میں اور گھبراہٹ میں یہ جملہ نکل گیا:

نہ مردست آں کہ دنیا دوست دارد

(وہ اللہ کا دوست کیا ہوا کہ جو دُنیا کو دوست رکھے)

وہ اللہ والا کیا جو دُنیا کو دوست رکھے۔ یہاں تو شاہی شان وشوکت ہے، بڑی ٹھاٹھ ہے تو یہ اللہ والے کیا ہوں گے۔ گھبرا کے جوش میں آ کے چلے آئے کہ یہاں میرا مقصد حل نہیں ہوگا، میں تو یہ چاہتا ہوں میرے دل کے اندر اللہ کی محبت بیٹھ جائے، میں بھی چاہتا ہوں کہ اللہ کا تعلق غالب ہو جائے، میں جو چاہتا ہوں دُنیا کی محبت مغلوب ہو جائے اور آخرت غالب ہو جائے تو یہاں کیا ہوگا یہ تو خود دُنیا دار ہیں، بڑی شان وشوکت ہے۔

یہ جملہ کہہ کر "نہ مردست آں کہ دنیا دوست دارد" وہ اللہ والا کیا ہوا جو دُنیا کو دوست رکھتا ہے، میں ان سے کیا سیکھ لوں گا؟ جو خود ہی دُنیا دار ہیں، مجھے کیا سکھائیں گے؟ چلے آئے۔ پاس نزدیک ایک مسجد تھی، وہاں بیٹھے بیٹھے نیند آ گئی اور نیند کی حالت میں خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ قیامت کا میدان قائم ہے اور یہ پکڑے ہوئے ہیں اور اہل حقوق ہیں، قرض خواہ ہیں، ان سے مانگ رہے ہیں، ہمارا قرض ادا کرو، ہمارا حق ادا کرو، یہ کہتے ہیں میرے پاس تو کچھ ہے نہیں، فرشتوں نے پکڑا ہوا ہے ان کو کہ حق ادا کروان کا، یہ بڑے پریشان ہیں کہ میں کہاں سے حق ادا کروں؟ اتنے میں خواب ہی کی حالت میں کیا دیکھتے ہیں، حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کی سواری آ رہی ہے خواب میں، انہوں نے کہا بھئی اس درویش کو کیوں تنگ کر رہے ہو؟ تو فرشتوں نے کہا جی اہل حقوق مطالبہ کر رہے ہیں اور یہ حقوق ادا نہیں کر رہے، پکڑے ہوئے ہیں تو

خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارے پاس جو مال ہے وہ ان غریب لوگوں کے لیے تو ہے، ہمارے خزانے میں سے ادا کر دو۔ یہ منظر دیکھ کر آنکھ کھلی، پریشان ہوئے کہ میں جن کو ایسا سمجھ رہا تھا کہ دُنیا دار ہیں یہ تو بڑے اونچے درجے کے لوگوں میں سے ہیں۔ قیامت میں میری مدد کر رہے ہیں اتنے میں باہر جو نکلے تو کیا دیکھتے ہیں خواجہ عبیداللہ احرار مسجد کی طرف آ رہے ہیں نماز پڑھنے کے لیے۔ یہ دوڑ کے جا کر اُن کے قدموں میں گر گئے، کہا حضرت مجھ سے گستاخی ہوئی، مجھے معاف کر دیجئے۔ انہوں نے فرمایا نہیں تم یہ بتاؤ تم نے کیا جملہ پڑھا تھا؟ جملہ صحیح ہے تمہارا اپنی جگہ۔ انہوں نے کہا حضرت میں نے گستاخی کی بے ادبی کی، آپ مجھ سے نہ کہلوائیں، فرمایا اب تو میں کہلوا رہا ہوں تم خود تھوڑی کہہ رہے ہو، تو مجبور ہو کر کہا:

نہ مردست آں کہ دنیا دوست دارد

(وہ اللہ والا کیا ہوا جو دُنیا کو دوست رکھے دُنیا کو ترجیح دے، دُنیا کے اندر مر کھپ جائے۔)

حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جملہ بالکل صحیح ہے، غلط نہیں ہے اس کے ساتھ ایک جملہ اور ملا لو باقی سارا مطلب تمہارا صحیح ہو جائے گا۔

نہ مردست آں کہ دنیا دوست دارد

اگر دارد برائے دوست دارد

(اگر مال ہے تو ان کے حکم سے خرچ کرے، ان کے لیے کرے جو کرنا ہے۔)

تو بات یہ چل رہی ہے کہ دُنیا کی محبت یہ بری ہے، کسب دُنیا بری نہیں ہے۔ کسب مال برا نہیں ہے، حب مال برا ہے۔ دل کے اندر نہ ہو دُنیا ہاتھ میں ہو، پیسہ ہاتھ میں ہو، دل کے اندر محبت نہ ہو اور اُس کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ اللہ کے حکم سے کماتا ہے اللہ کے حکم سے خرچ کرتا ہے جہاں اُن کا حکم ہے، یہ جائز ہے یہ ناجائز ہے یہ حرام ہے یہ حلال ہے تو ناجائز اور حرام کو چھوڑ دیتا ہے اور جائز جگہ پر وہ خرچ کرتا ہے، تو ترجیح جو دُنیا ہے آخرت کی زندگی کو ترجیح دینا ہے، دُنیا کی زندگی کو ترجیح نہیں دینی چاہیے۔

فکرِ آخرت فکرِ دُنیا پر غالب ہونی چاہیے

اس کو فرماتے ہیں: بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۱۶﴾ دُنیا کی زندگی کو ترجیح دے رہو اور آخرت کو بھول رہے ہو حالانکہ تم کو چاہیے کہ آخرت کی زندگی بناؤ تو ترجیح ہمیشہ یادرکھیں کہ آخرت کو دینی ہے اور اُس کا پتا اُس وقت چلتا ہے جب دین کا دُنیا کا مقابلہ ہوتا ہے، دُنیا دار ہوں، چاہے ہماری بیوی بچے ہوں، چاہے دوست احباب ہوں، چاہے برادری ہو، کوئی موقع آجائے اور وہ ہمیں دین کے خلاف چلانا چاہتے ہیں اور دین جو ہے ان کے خلاف چلانا چاہتا ہے، دین کہتا ہے حرام ہے وہ کہتے ہیں کرو، دین کہتا ہے ناجائز ہے لوگ کہتے ہیں کرو۔ اُس وقت پتہ چلے گا کہ اس کو دین کی محبت ہے یا دُنیا کی محبت ہے؟ آخرت کی محبت ہے یا دُنیا کی ہے؟ کس کو ترجیح دیتا ہے؟ تو حق تعالیٰ جل شانہ اس کی شکایت کرتے ہیں کہ آخرت کی زندگی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہے، باقی رہنے والی ہے، فنا ہونے والی نہیں ہے، کوئی دُکھ تکلیف وہاں ہے ہی نہیں، وہاں ہر طرح کا آرام ہی ہے، سکھ ہے، چین ہے۔ کہتے ہیں فرعون جو ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اُن کو سمجھاتے رہتے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے ایمان لانے پر چار انعامات کا وعدہ

ایک دفعہ فرعون نے کہا موسیٰ علیہ السلام سے، بھئی تم جو میرے پیچھے پڑے ہوئے ہو، میں تمہارا کہنا قبول کرلوں تو مجھے کیا ملے گا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، میں تم سے وعدہ کرتا ہوں اگر تم دین قبول کرلو، تمہیں ایسا انعام ملے گا ایسا انعام ملے گا کہ کبھی مروگے نہیں، ہمیشہ زندہ رہو گے، کبھی بوڑھے نہیں ہوگے، ہمیشہ جوان رہو گے، کبھی تنگدست نہیں ہوگے، ہمیشہ مال دار رہو گے، کبھی بیمار نہیں ہوگے، ہمیشہ

تندرست رہو گے، وہ کہنے لگا میں تو بادشاہ ہوں، میں تکلیفیں جھیل کر پریشان بھی ہوتا ہوں، عمر بھی بڑی ہورہی ہے۔ واقعی بات تو ٹھیک ہے اس کے دل میں بیٹھ گئی بات، گھر گیا آسیہ، وہ مؤمنہ کاملہ تھیں، بڑے اونچے لوگوں میں سے تھیں، اُس سے مشورہ کیا، اُس نے کہا اگر وہ یہی وعدہ کرتا ہے تو ضرور قبول کرلو، جلدی قبول کرلو، دیر نہ لگاؤ، وہ پکے ارادے سے نکلا، آگے ہامان جو وزیر تھا وہ ملا، اُس نے کہا ساری عمر ہم اُن کی مخالفت کرتے رہے، کل کا بچہ ہے، ہمارے سامنے پالا پوسہ گیا ہے اور اب آپ اس کے کہنے میں آرہے ہیں، اگر تم نے ان کا کہنا ماننا ہی ہے تو پہلے میری گردن اُڑا دو، بس وہ خیال پھر گیا اُس کا۔ تو موسیٰ علیہ السلام کا مطلب یہ تھا کہ جنت میں جب انسان جائے گا تو ہر شخص کی عمر 33 برس کی جوانی کی ہوگی، بھرپور جوانی ہوگی کبھی بوڑھا نہیں ہوگا، ہمیشہ خوشحال رہے گا، کبھی تنگدست نہیں ہوگا، ہمیشہ تندرست رہے گا، کبھی بیمار نہیں ہوگا، کوئی تکلیف نہیں ہے۔

بہشت آں جا کہ آزارے نباشد
کسے رابا کسے کارے نباشد

بہشت وہ چیز ہے: کہ جہاں کوئی تکلیف نام کی چیز نہیں ہے فرماتے ہیں آخرت جو ہے وہ تو باقی بھی ہے بہتر بھی ہے، ہر طرح سے اچھی چیز ہے، اس کو تو تم ترجیح نہیں دیتے ہو، دُنیا جو فانی ہے اور نقصان والی ہے پریشانی کا ذریعہ ہے اُس کو تم ترجیح دے رہے ہو، تم میرے بندے ہو میں تم سے مطالبہ کرتا ہوں کہ اپنی آخرت کی فکر کرو، دُنیا کو مطلوب رکھو۔ بس اس کا طریقہ یہی ہے کہ جائز کام کرو ناجائز سے بچو، حلال اختیار کرو حرام سے بچو، جن کاموں سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے وہ اختیار کرو، جن سے ناراض ہوتا ہے بچ جانا چاہیے۔ تو مال کمانا یہ برا نہیں ہے مال کی محبت دل کے اندر آجائے یہ بری ہے۔

محبت الٰہی کا معیار

دل صرف اللہ تعالیٰ جل شانہ کی محبت کے لیے ہے۔ اس واسطے وہ شخص دُنیا دار نہیں کہلایا جاسکتا جس کے پاس مال ہو اور حلال طریقے سے کمائے، حلال طریقے سے خرچ کرے۔ اللہ کا غلام بن کر خرچ کرے، یا کمائے وہ دُنیا دار نہیں ہے۔ دُنیا دار وہ ہے جو آزاد ہو، اللہ کی فرمانبرداری نہ کرے، اپنی مرضی سے کرتا رہے، ہاں یہ فرماتے ہیں کہ مال کی محبت دل سے کیسے نکلے گی؟ اگر یہ معلوم ہو جائے، دل میں بیٹھ جائے کہ مال کی محبت یا دُنیا کی محبت مغلوب ہو جائے، اللہ کی محبت غالب ہو جائے، کیسے نکلے گی؟ فرماتے ہیں دُنیا کمانے کے لیے تم بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کرتے ہو، اسی طرح دین دار بننے کے لیے آخرت کو ترجیح دینے کے لیے، دُنیا کو مغلوب کرنے کے لیے، اللہ کی محبت کی ڈگری بھی پاس کرلو۔ یہ ڈگری تمہارے پاس آجائے گی تو پھر تم کو بڑا آرام مل جائے گا۔ پھر تم خود بخود دُنیا سے نفرت کرو گے۔ اب کوئی شخص کہے صاحب کہ ہمارے دل میں تو اللہ کی محبت ہے تو اللہ کی محبت کی نفی نہیں کی، کیونکہ ہر شخص کے دل میں اللہ کی محبت ہے، لیکن محبت معیاری وہ ہے جو ساری دُنیا کی چیزوں پر غالب آجائے، وہ چاہیے وہ معیار چاہیے، یہ تو نہیں بیوی خلاف چلائے تو چل جائے، بچے خلاف چلائیں تو چل جائے، دوست خلاف چلائیں تو چل جائے یہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت وہ معیاری ہے جو ساری دُنیا کی محبتوں پر غالب آجائے، اب کوئی یہ کہے شیخ صاحب آپ مشقت کراؤ گے، سونا چھوڑنا پڑے گا، کھانا چھوڑنا پڑے گا، کام کاج چھوڑنے پڑیں گے۔ نہیں کچھ نہیں چھوڑنا پڑتا۔ صرف یہ ہے کہ اپنے نفس کے تقاضے جو ہیں گناہ کے تقاضے ہیں اُن کے خلاف کرنا پڑے گا بس۔ جہاں نفس مجبور کرتا ہے یہ گناہ کرلو اُس گناہ کا مقابلہ کرنا ہوگا اور اُس کا مقابلہ کرے گا مقابلہ کرے گا، بار بار مقابلہ کرے گا، تو پھر ان شاء اللہ تعالیٰ گناہ چھوڑنا آسان ہو جائے گا۔ ہر کام جب بار بار کیا جاتا ہے تو آسان ہو جاتا ہے۔

ہر کام سیکھنے سے آتا ہے

ایک شاگرد ہے درزی کے پاس بیٹھتا ہے پہلے دن اُس کو سوئی میں دھاگہ ڈالنا نہیں آتا، سوئی سے سینا نہیں آتا، بار بار کرتا ہے، بار بار کرتا ہے، بار بار کرتا ہے، وہی ماہر درزی اور اُستاد بن جاتا ہے۔ ایک کتابت لکھائی، خوش نویسی سیکھنا چاہتا ہے۔ پہلے دن الف ب بھی سیدھی نہیں پڑتی، کوشش کرتے کرتے ایسا مشاق بن جاتا ہے کہ جلدی جلدی ساری خوش نویسی کی بات لکھ جاتا ہے۔ بار بار کرنے سے ہر کام آسان ہو جاتا ہے۔ اگر ہم کو کہا جائے کہ صاحب بڑھئی بنو، بسولہ ہاتھ میں لو، یہ کام کرو تو ہم کو اُٹھانا بھی نہیں آئے گا، اگر ہم نے پہلے نہ اُٹھایا ہو تو لیکن بڑھئی کی شاگردی کرتے کرتے سارے اعلیٰ کام کرلیتے ہیں۔ تو ہر کام بار بار کرتے، بار بار کرتے، بار بار کرتے آسان ہو جاتا ہے۔ اس لیے گناہوں کا بھی مقابلہ بار بار کرو، بار بار کرو، بار بار کرو، بار بار کرو، گناہ سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔ آج انسان کہتا ہے جی میں بری نظر سے بچ نہیں سکتا، میرے اختیار میں نہیں ہے، بار بار بری نظر کرتے کرتے عادت ہوگئی ہے اب چھوڑنا مشکل ہے، جس طرح بار بار دیکھنے کی عادت بنائی ہے، بار بار چھوڑنے کی عادت بناؤ، ایک وقت ایسا آئے گا دیکھنا مشکل ہو جائے گا۔ ایک بزرگ جا رہے تھے اوپر نظر گئی تو یہ خیال آیا کہ حکم تو ہے اللہ جل شانہ کا نظر نیچے رکھو۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ (سورۃ النور: آیت ۳۰) میری نظر اوپر کیوں گئی ہے؟ زور سے آنکھ میں انگلی ماری، آنکھ نکال دی۔ کسی نے پوچھا یہ کیا بات ہے، کہنے لگا میری نظر اوپر کیوں گئی؟ اوپر کوئی شخص تھا مجھے یہ معلوم نہیں عورت تھی یا مرد، عورت تھی یا مرد تھا یہ مجھے معلوم نہیں لیکن اوپر گئی کیوں؟ آج انسان کہتا ہے نظر

بچانا بڑا مشکل ہے، مشکل اسی لیے ہے ہم نے عادت بری ڈال دی ہے، عادت اچھی ڈالو گے تو عادت بن جائے گی۔

تو وہ ڈگری یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت دل کے اندر بھر لی جائے۔ اُس کا طریقہ یہ ہے گناہ چھوڑے، بار بار چھوڑے، بار بار چھوڑے، گناہ چھوڑنے کی عادت ہوجائے گی اور چونکہ زیادہ میل جول لوگوں سے ہوتا ہے، ایسے دوست ہمارے احباب ہوتے ہیں جو کہ غلط راستے پر چلنے والے ہیں، اُن کی مجلس میں بیٹھتے بیٹھتے گناہ کرنا بھی آسان ہوجاتا ہے۔ گناہ چھوڑنا مشکل ہوجاتا ہے۔ ایسے ساتھی کا کیا ساتھی ہے جو ہماری آخرت خراب کرے جو ہماری قبر خراب کرے ایسے ساتھی کا کیا ساتھی ہے۔

انسان اپنے دوستوں سے پہچانا جاتا ہے

اسی واسطے فرماتے ہیں کہ آدمی کی پہچان اچھے ہونے کی یہ دیکھے دوست کیسے ہیں اس کے "اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ" انسان اپنے دوست کی مرضی پر ہوتا ہے جیسے دوست ہیں یہ بھی اچھا برا بن جاتا ہے تو جو بری صحبت، جو برے دوست ہماری آخرت خراب کریں اُن سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اب دیکھئے کسی کو خدانخواستہ دل کی تکلیف ہوجاتی ہے آپ ہسپتال میں داخل کرتے ہیں، کہتے ہیں سارے ملاقاتی بند ہیں، کوئی ملاقات نہیں کرسکتا، آپ پرہیز کرتے ہیں نہیں کرتے؟ اس لیے کہ اگر پرہیز نہیں کریں گے جاں کا خطرہ ہے، دل کی بیماری بڑھ جائے گی۔ اگر اللہ والے ایمان کی حفاظت کی پابندی لگائیں کہ بری صحبت سے بچو، برے دوستوں سے بچو، برے کام سے بچو تو پرہیز کیوں نہیں کیا گیا؟ ایمان کی حفاظت نہیں کرنی چاہیے کیا؟

اس واسطے اللہ نے فرمایا یا تو اچھے دوستوں کے پاس بیٹھو یا تو تنہائی میں بیٹھو تاکہ تمہارا ایمان صحیح رہے، تمہاری آخرت بنتی رہے اور آپ یہ چاہیں کہ برے دوستوں میں میل جول بھی ہو، برے انداز سے میل جول بھی اور پھر آخرت بھی ٹھیک ہوجائے یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ تو پرہیز کرنا پڑے گا، ہم تو اتنا بھی کرلیں تو بڑی غنیمت ہے، جن لوگوں کی اونچی طلب تھی اُن کا حال ہی اور تھا۔

حضرت ذوالنون مصری کی قبولیتِ دعا کا عجیب واقعہ

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ بڑے اونچے لوگوں میں سے تھے۔ ذوالنون معنی مچھلی والا۔ اس کا واقعہ یوں ہوا کہ جارہے تھے کشتی میں، ایک تاجر کا کوئی موتی تھا وہ گم ہوگیا، یہ بیچارے میلے کپڑوں میں سیدھے سادھے آدمی تھی لوگوں نے کہا یہ فقیر آدمی ہے اسی نے چوری کی ہے۔ سارے کشتی والے اُن کے پیچھے پڑ گئے، اُن کو مارنا شروع کیا، پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی یا اللہ! آپ جانتے ہیں ساری عمر میں نے کبھی چوری نہیں کی اور یہ چوری کا الزام لگارہے ہیں۔ آپ میری مدد کرنے والے ہیں، ان کا یہ فرمانا تھا کہ مچھلیاں دریا یا سمندر، جہاں بھی تھیں مچھلیاں، کئی مچھلیاں آگئیں، موتی منہ میں لیے ہوئے، وہ موتی لیا اس تاجر کو دے دیا۔ جب اُن کو پتہ لگا کہ کیا مقام ہے ان کا، یا ان کو کسی نے کہا کہ اگر تم نے زہد اختیار کرنا ہے، دُنیا کو ترجیح نہیں دینی ہے، آخرت کو ترجیح دینی ہے، اگر آخرت بنانی ہے تو اس کا طریقہ تم کو بتاتے ہیں کہ ایک بڑا اچھا عابد نوجوان فلاں جگہ ہے وہ اس دُنیا کو چھوڑے ہوئے ہیں اُن کے چھوڑنے کا اور نظام ہے یہ نہیں کہ ہم بھی اسے چھوڑ دیں کیونکہ رہبانیت ہمارے ہاں نہیں ہے۔ اسی دُنیا میں رہے، سب کے حقوق ادا کرتے

ہوئے ہمیں اللہ تعالیٰ تک پہنچنا ہے لیکن ان کو چوٹ بھی لگی تو وہاں لگی۔ جا کے دیکھا تو دیکھتے کیا ہیں کہ اُس نوجوان نے اپنے آپ کو درخت سے لٹکایا ہوا ہے، اُلٹا لٹکا ہوا ہے، یہ حیران کہ یہ کیا بات ہے جب نزدیک ہوئے تو دیکھا وہ کہہ رہا ہے اپنے بدن کو اپنے نفس کو مخاطب کر کے، میں تجھے اسی طرح سزا دیتا رہوں گا دیتا رہا ہوں گا یا تو مر جائے گا یا پھر عبادت کرے گا ٹھیک۔ یہ اس کی اس حالت پر بڑا حیران ہوا، بڑا ترس آیا، تھوڑا اور قریب ہو کر رونے لگے رونے کی آواز جو اُس نے سنی تو کہنے لگا مجھ بے حیاء، گنہگار پر کون رو رہا ہے؟ یہ اُس کے قریب ہوئے، قریب ہوئے سلام کیا اور پوچھا کہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ بات یہ ہے میرا بدن عبادت میں ڈھیلا ہے، جتنی عبادت میں کرنا چاہتا ہوں یہ کرنے نہیں دیتا اور میں اس کو سزا دے رہا ہوں کہ اگر تو مجھے عبادت کرنے نہیں دے گا، میری معاونت نہیں کرے گا، تو میں تجھے اسی طرح لٹکا کے اسی طرح ماروں گا تجھے۔ یہ کہنے لگے تو تو بھئی بڑا زاہد ہے۔ زاہد کا مطلب ہوتا ہے قلت رغبت الی الدنیا...... دُنیا سے کم رغبت ہونا تُو تو دُنیا کو ترجیح نہیں دیتا، تو نے تو چھوڑ دی ہے دُنیا کو، انہوں نے کہا نہیں، اگر تو نے زاہد دیکھنا ہے تو اس پہاڑ پر چلا جا، پہاڑ پر گئے تو ایک غار تھی، غار کے باہر ایک پاؤں کٹا ہوا پڑا ہوا تھا، اندر گئے تو ایک نوجوان ہے اُس کو کیڑے پڑے ہوئے ہیں زخموں میں۔ سلام کیا پوچھا کیا حال ہے آپ کا؟ کہنے لگا میں اسی غار میں اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا، 30 سال ہو گئے اللہ کی عبادت کرتے کرتے، ایک دن دیکھتا کیا ہوں کہ ایک عورت جا رہی ہے، غار کے دروازے پر مجھے شیطان نے ورغلایا، میں بھی اس کے پیچھے چلنے لگا، ابھی میں باہر نکلا تھا دو قدم اُٹھائے تھے تو غیب سے آواز آئی او بے غیرت، 30 سال ہماری عبادت کر کے اس شیطان کی عبادت کرنے کے لیے چلا ہے؟ تو میں نے کہا، پہلا قدم جو میرا

باہر نکلا ہے اُسی پاؤں کو میں کاٹ دیتا ہوں، پاؤں کاٹ دیا، اس پر پھر انہوں نے کہا تُو تو بڑا زاہد ہے، کہتا ہے میرا زہد کیا ہے؟ اگر تو نے زاہد دیکھنا ہے تو پہاڑ کی چوٹی پر چلا جا، یہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھنے لگے، چڑھ نہیں سکے پھر واپس آ گئے مجھ سے چڑھا نہیں جاتا، انہوں نے کہا میں واقعہ سناتا ہوں، یہ جو اللہ کی عبادت کر رہا ہے چوٹی پر یہ شخص اس کا حال یہ ہے کہ کسی نے اس کو طعنہ دیا کہ تو کما کے کھا اور جو موجود ہیں تمہارے اندر وہ گننا شروع کرو تو گن بھی نہیں سکو گے جو ان گنت نعمتیں ہیں ان کی طرف ہمارا دھیان ہی نہیں اور جو گنتی کی ہیں تھوڑی سی ہیں ان پر دھیان ہے ہمارا۔

انسان پر اللہ تعالیٰ کی بیشمار نعمتیں برستی رہتی ہیں

ہم پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں برستی رہتی ہیں کہ اگر ہم ان نعمتوں کو گننا شروع کریں گننا شروع کریں تو ہر نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرنا پڑے گا۔ ہر نعمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو گی، کہتے ہیں گن بھی نہیں سکو گے تم، شکر کیا ادا کرو گے؟ فرمایا ہے اتنی نعمتیں ہیں، بے انتہا نعمتیں ہیں کہ شکر بھی نہیں کر سکو گے۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہر سانس جو اندر جاتا ہے انسان کی فرحت کا سبب بنتا ہے اور ہر سانس جو باہر نکلتا ہے انسان کی زندگی قائم رہنے کا سبب بنتا ہے۔ سانس کا اندر جانا بھی نعمت، سانس کا باہر نکلنا بھی نعمت، دونوں نعمتوں کا شکر ادا کرو، کوئی نہیں کر سکتا، انسان کے بدن میں ۳۶۰ جوڑ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، گنتی کے قابل جوڑ ہیں ہر جوڑ پر شکر کرنا چاہیے مثلاً ایک جوڑ بند ہو جائے تو لوٹا بھی نہیں سکتے۔ آنکھیں اللہ تعالیٰ نے دی ہیں، کان دیئے، زبان دی، ہاتھ دیئے، پاؤں دیئے، گھر دیا ہے، ہر ایک کو اپنے گھر میں سکون ہوتا ہے۔

ایک ایک چیز انسان شروع کرے گننا تو گن نہیں سکے گا۔ فرماتے ہیں شکر کرنا شروع کرو گے تو ایک سانس پر شکر ادا نہیں کر سکتے تو باقی پر کیا شکر ادا کرو گے؟ اور بالفرض والمحال تم نے شکر ادا بھی کر لیا اوّل تو کر نہیں سکو گے، کر بھی دیا تو یہ شکر کی جو توفیق ملی ہے اس کا ادا کرو شکر، اُس کا ادا کرو شکر، جو توفیق ملی ہے اُس کا شکر ادا کرو، تو لامحالہ کہنا چاہیے یا اللہ! آپ کی اتنی نعمتیں ہیں، میں شکر نہیں ادا کر سکتا۔ بہر حال شکر کا مطالبہ ضرور ہے، شکر ادا کرنا چاہیے، تو فرماتے ہیں نعمتیں جو آدمی شمار کرتا ہے، تو نعمتوں پر احسان مند ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ جل شانہ کا۔ جو منعم ہوتا ہے، جو نعمت دینے والا ہے جو احسان کرنے والا ہوتا ہے اُس سے محبت ہو جاتی ہے۔

اعمالِ صالحہ میں دوام ہونا چاہیے

اور فرماتے ہیں کہ جو اُن کے احکام ہیں جو اُن کے ارشادات ہیں ان کو باقاعدگی سے بجالانا شروع کرو، عمل کرو، عمل میں دوام ہونا چاہیے یہ نہیں کہ دو دن عمل کیا اور دو دن چھوڑ دیا۔ عمل میں دوام ہونا چاہیے اور دوام باقاعدگی، ہمیشہ کا کرنا چاہیے پھر عمل میں بھی وہ طریقہ معتبر ہے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اس طریقے کے مطابق عمل کرے گا وہ قابل قبول ہوگا۔ فرمایا تیسری نیت یہ کیا کرے یا اللہ! یہ جو میں کام کر رہا ہوں نفلیں پڑھ رہا ہوں، تلاوت کر رہا ہوں، تسبیح پڑھ رہا ہوں، بیوی بچوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آ رہا ہوں، معاملات صحیح کر رہا ہوں، معاشرت صحیح کر رہا ہوں، آپ مہربانی فرمایئے۔ مجھے اس حکم ماننے کی وجہ سے آپ اپنی محبت عطا فرما دیجئے، آپ کی محبت بڑھ جائے گی، بہ نیت ازدیادِ محبت...... انسان اعمال کرے دوام کے ساتھ کرے اور معمول بہ طریقے سے کرے جو سرکار نے فرمایا ہے اُس کے مطابق کرے۔

اچھی، بری صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے

اور تیسری بات یہ ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالع ترا طالع کند

بہت سے لوگوں سے ہم نے سنا ہمارے بچے بری صحبت میں بیٹھے برے ہو گئے، خراب ہو گئے تو جو لوگ نیک ہیں جن کے دل میں اللہ کی محبت ہے اُن کے پاس آپ بھی بیٹھیں، اُٹھیں تو آپ کے دل میں بھی اللہ کی محبت کا عکس پڑ جائے گا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، نیک صحبت کی مثال ایسی ہے جیسے کسی عطار کے پاس چلا جائے آدمی، اس کے پاس کھڑا ہو جائے، یہ ہو سکتا ہے کہ ایک پھریری آپ کو دے دے نہ بھی دے گا جب تک آپ کھڑے رہیں گے خوشبو تو آتی رہے گی۔ اسی طرح اللہ والوں کے پاس بیٹھ جائیں، اُن کی جو رحمتیں اللہ تعالیٰ کے پاس سے آ رہی ہیں ان رحمتوں کے اثرات تو مل جائیں گے اور خوش ہو کے کوئی طریقہ بتادیں دُعا کر دیں، کوئی گُر ہاتھ آ جائے تو سبحان اللہ۔ تو ایسے لوگ جن کے دل میں اللہ کی محبت ہے اُن کے پاس جانا آنا چاہیے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بری صحبت کی مثال ایسی ہے جیسے بھٹی دھونک رہا ہے وہاں جا کے کھڑے ہو گئے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی چنگاری آ کے کپڑوں کو جلا دے نہ بھی ہو جو بدبو آ رہی ہے وہ تو تم کو آتی رہے گی۔ اس واسطے برے لوگوں سے بچنا چاہیے، اچھے لوگوں کے پاس اُٹھنا بیٹھنا چاہیے۔

محبت والوں کے پاس بیٹھنے سے محبت آئے گی، برے لوگوں کے پاس بیٹھو گناہ سیکھنے آ جائیں گے۔ اب دیکھیں ہیروئن والے ہیروئن والوں کے پاس بیٹھتے

ہیں، چرس والے چرس والوں کے پاس بیٹھتے ہیں، عادت پڑ جاتی ہے۔ بچے ہمارے سگریٹ نہیں پیتے، ایسے فضول میں سگریٹ پی کر عادت پڑ جاتی ہے تو چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے جو بچے ایسے لوگوں کے ساتھ نہیں بیٹھتے، صاف ستھرے صحیح رہتے ہیں، اسی طرح برے لوگ بھی ایسے ہی جو بری صحبت میں بیٹھے برے بن جاتے ہیں، عمر گزر جاتی ہے چالیس برس ہو جاتے ہیں، شرابیوں کے پاس بیٹھتے، شراب کی عادت پڑ جاتی ہے تو برے دوستوں سے بچ کر اچھے دوستوں میں بیٹھنا چاہیے۔ ایک ہے عمل کرنا جو عمل کا طریقہ ہے وہ اختیار دوام کے ساتھ کرے۔

محبت الٰہی حاصل کرنے کا نسخہ

اور یہ نیت کرے کہ یا اللہ! آپ کی محبت مجھے نصیب ہو جائے، دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچے، بار بار سوچے، اُن کا احسان مند ہو، احسان مند ہوگا تو ان شاء اللہ دل میں محبت آتی چلی جائے گی اور جو محسن ہوتا ہے اس سے ہماری محبت ہو جاتی ہے اور ایسا محسن عالم جن کی نعمتوں کا شمار ہی نہیں ہے اس کے ساتھ محبت نہیں ہوگی کیا؟

اور تیسری بات یہ ہے کہ جو اہل محبت ہیں اُن کے پاس بیٹھے اُٹھے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ جس کی محبت ہم چاہتے ہیں اُس کا نام بھی تو لیتے رہو، اس کا ذکر کرتے رہو، اُس کی صفات پر نظر کرو۔ مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ ذِكْرَهٗ. جس کو کسی سے محبت ہو تو اس کا اکثر ذکر کیا کرتا ہے تو بار بار اللہ تعالیٰ کا نام لے رہے ہیں، بار بار اللہ کا نام لے رہے ہیں، بار بار نام لینے سے، اس تکرار سے دل کے اندر اُس کی یاد رچ جاتی ہے تو محبت آ جاتی ہے۔ فرماتے ہیں اگر تم یہ چاہتے ہو کہ دُنیا کی محبت مغلوب ہو

جائے، آخرت کی محبت بڑھ جائے، اُس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دل کے اندر اللہ کی محبت پیدا کرلو، اس طریقے سے تمہارے لیے آسان ہو جائے گا، اللہ کی محبت کے بڑے عجیب وغریب واقعات، حالات ہوتے ہیں۔

ایک زاہد بزرگ کی حکایت

حضرت فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ گزرے ہیں اُن کی خدمت میں ایک شخص آیا۔ مسجد میں ملا کہ میں مسافر ہوں اور مسافر کا مقیم پر حق ہوتا ہے۔ میری ایک درخواست ہے وہ آئے کہ میرا حق میری درخواست پوری کریں۔ انہوں نے کہا کیا بات ہے؟ اس نے کہا جی کل میں فلاں جگہ مرنے والا ہوں وہاں مر جاؤں گا کل۔ اللہ کی شان ہے، اللہ کے ولیوں کو اللہ تعالیٰ کبھی کبھی بتا دیتے ہیں۔ فلاں جگہ کل کو میں مر جاؤں گا اور آپ کو میں یہ وصیت کرتا ہوں مجھے غسل دینا اور انہیں کپڑوں میں یہ بوسیدہ کپڑے ہیں انہیں میں دفن کرنا۔ دوسرے دن اُس جگہ گئے وہ واقعی مرا پڑا تھا۔ انہوں نے اُس کے غسل کا انتظام کیا، انہیں کپڑوں میں جیسے وصیت کی ویسے کفن دیا اور دفن کیا۔ جب دفن کر کے واپس آنے لگے تو قبر سے آواز آئی۔ اے فتح موصلی تم نے میرا کہنا قبول کیا، وعدہ پورا کیا، ان شاء اللہ اگر اللہ نے مجھے طاقت دی تیرے ساتھ بھی میں اچھی طرح پیش آؤں گا کل قیامت میں احسان کا ادا کروں گا تجھے۔ پھر فرمایا ایک بات سنتے جاؤ، وہ یہ کہ میں ساری عمر کا نچوڑ بتاتا ہوں، ایک ہے ابدالآباد کی زندگی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی اُس کو بنانے کے لیے دُنیا میں بھی تیاری کرلو ورنہ پچھتاؤ گے۔ اگر تیاری نہیں کی تو پریشان ہو جاؤ گے۔ یہ میری نصیحت مان لو۔ میری ساری عمر کا خلاصہ یہ ہے کہ ابدالآباد کی زندگی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی کے لیے اب تیاری کر سکتے

ہواور اب تیاری نہیں کی تو پچھتانا پڑے گا تو فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں بڑا اُن کا احسان مند ہوں کہ انہوں نے اتنی بڑی بھاری نصیحت کی۔

انسان کا مقصدِ زندگی

تو انسان کو دُنیا میں بھیجا ہی اس لیے گیا ہے کہ اللہ کی فرمانبرداری کی جائے۔ اللہ کی تابعداری کی جائے اور اپنی آخرت بنائی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کی جائے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے جو احکام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اُن کے مطابق جو کرنے کے کام ہیں کرنے چاہئیں جن سے روکا گیا ہے رُکنا چاہیے۔

یہ ہی ساری زندگی کا لب لباب ہوتا ہے، لیکن افسوس یہ ہے اسی طرح قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی شکایت ہے۔ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا ﴿۱۶﴾ کہ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو اور آخرت کو بھول جاتے ہو۔ اُسی ضمن میں یہ بات بھی آئی تھی کہ اس سے لوگ یہ سمجھیں کہ دُنیا کے کام چھوڑ دیں؟ کوئی کام نہیں چھوڑنا، تجارت کرو، زراعت کرو، کھیتی باڑی کرو، ملازمت کرو جو مرضی کرو، کسب دُنیا سے منع نہیں کرتے، حُب دُنیا سے منع کرتے ہیں۔

مال ہاتھ میں رکھو دل میں نہ رکھو

کسب مال سے منع نہیں کرتے، حُب مال سے منع کرتے ہیں۔ مال ہاتھ میں لے کر جہاں چاہے خرچ کرو، دل کے اندر محبت نہ ہو، جیسے کل پرسوں کشتی کی مثال دی تھی، کشتی کے نیچے پانی ہوتا ہے میلوں چلی جاتی ہے سامان بھاری لے کر اور سواریوں کو لیتے ہوئے جاتی ہے اور اگر وہ پانی کشتی کے اندر آجائے تو اُس کو ڈبو دیتا ہے۔ اس لیے فرماتے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ" نیک آدمی کے لیے اچھا مال اچھی چیز ہے وہ اُس کو صحیح خرچ کرے گا۔ اہل حقوق کے حقوق ادا کرے گا، زیر کفالت آدمی کے حقوق ادا کرے گا، فالتو ہوگا تو خیرات کرے گا، مساجد میں مدارس میں محتاجوں کو، مسکینوں کو دے گا۔ ضروریاتِ دین میں خرچ کرے گا اور اس کے برخلاف جو شخص دُنیادار ہے، گناہ کرنے والا ہے، وہ فسق وفجور میں خرچ کرے گا۔ تو مال ہاتھ میں ہو دل میں نہ ہو محبت مال کی۔ جس طرح کشتی کے اندر پانی آئے گا ڈوبے گی تو پانی کی مثال مال کی ہے۔ آپ مال کو ہاتھ میں رکھو، آپ کو بہت کام دے گا لیکن اگر مال کی محبت دل کے اندر آئی تو آپ کے ایمان کو ڈبو دے گا۔

کل ایک حدیث پڑھی تھی ناں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دو بھوکے بھیڑیے بکریوں کے غلے میں چھوڑ دیئے جائیں وہ بکریوں کو اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا مال کی محبت اور جاہ کی محبت انسان کے دین اور ایمان کو تباہ کردیتی ہے۔ مثال دینے والے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ کوئی عام آدمی نہیں دے رہا مثال، اب ہمارے ذہن میں یہ تو آجاتا ہے کہ بھیڑیا بھی ہو بھوکا بھی ہو اور بکریوں کو چیر پھاڑ، نقصان، تہس نہس کردیتا ہے یہ تو سمجھ آتی ہے، یہ سمجھ میں کیوں نہیں آتی کہ جب سرکار نے مثال دی کہ مال کی محبت اور جاہ کی محبت ہمارے دین کو تباہ کردے گی یہ کیوں نہیں سمجھ آتی؟ جب سرکار نے فرمایا تو اس کو سوچنا بھی چاہیے دل میں بٹھانا بھی چاہیے، عمل کرنا چاہیے، یہاں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محبت کا نام لیا ہے مال کی محبت جاہ کی محبت، اللہ تعالیٰ ویسے مال دے دیں، عزت دیدیں دوسری بات ہے لیکن وہ نہ عزت کو نہ جاہ کو نہ مال کو غلط جگہ خرچ نہیں کرے گا وہ صحیح جگہ خرچ کرے گا۔

خلاصۂ وعظ

اسی لیے کہ اللہ کا فرمانبدار ہے، اللہ کا تابعدار ہے لیکن ہمارے جیسے دُنیادار کو مال مل جائے سرکشی اور بغاوت اور گناہوں میں اور فسق وفجور میں خرچ کرتے ہیں، عزت مل جائے تو آپ دیکھتے ہیں عزت والے، عہدے والے کیا کر رہے ہیں؟ آج آپ کو علم ہے یہ۔ اس طرح دین برباد ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دُنیا کو ترجیح مت دو ترجیح دینا ہے تو آخرت کو دو۔ آخرت باقی رہنے والی ہے ہمیشہ رہنے والی ہے، دُنیا فنا ہونے والی ہے، ختم ہونے والی ہے یا دُنیا تم کو چھوڑ جائے گی یا تم دُنیا کو چھوڑ جاؤ۔ ان میں سے ایک بات ضرور ہونے والی ہے۔ چند دن کی زندگی ہے ختم ہونے والی ہے اس دن کی چند دن کی زندگی کو سنوار لو گے تو اچھا ہوگا، گنوا دو گے تو خرابی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ توفیق عطا فرمائے، صحیح چیز اللہ تعالیٰ ہمارے ذہن میں بٹھا دے اور صحیح اعمال کی توفیق عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

”توبہ کیجئے“

خطبہ مسنونہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا۔ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ۔ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ۔ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ۔ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِيْعَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا۔

اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٣١﴾

تمہید

حق تعالیٰ جل شانہ اس آیت شریفہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو! سب کے سب توبہ کرو اپنے گناہوں کی معافی مانگو، اللہ کی طرف رجوع کرو تاکہ فلاح ملے تم کو۔ فلاح کا مطلب ہے کامیابی، عافیت دُنیا اور آخرت میں سکون، راحت، آرام، کامیابی وہ ہوتی ہے جس میں کوئی پریشانی نہ ہو، اللہ تعالیٰ جل شانہ راضی ہو جائیں۔ تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ کا مطلب ہے کہ تم سب کے سب اللہ کی طرف رجوع کرو۔ اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو، رجوع الی اللہ کرنے کا فائدہ ہے کہ تم کامیاب ہو جاؤ گے، دُنیا کی کامیابی بھی نصیب ہوگی آخرت کی کامیابی بھی نصیب ہوگی، آج آپ دیکھ رہے ہیں کراچی میں کیا حال ہو رہا ہے؟ حیدرآباد میں کیا حال ہو رہا ہے؟ نہ کسی کی جان محفوظ ہے نہ کسی کا مال محفوظ ہے، نہ کسی عزت محفوظ ہے، ہر شخص پریشان ہے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ کرنا کیا ہے؟ اگر ایسے واقعات ہوں تو کیا کرے؟ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

ہر مصیبت ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے

اس کے لیے حق تعالیٰ فرماتے ہیں: وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ جو بھی کوئی مصیبت آتی ہے تمہارے اپنے ہی گناہوں کی وجہ سے آتی ہے اپنے کیے کی وجہ سے آتی ہے۔ اسباب کے درجے میں جو اسباب ہیں وہ آپ اختیار کرو جو مصائب دور کرنے کی تدابیر ہیں ان کو بے شک اختیار کرو لیکن یہ یقین رکھو کہ ان مصائب کو دور کرنے والی ذات گرامی اللہ تعالیٰ ہیں وہ جس کو چاہیں ہمارے اوپر عذاب کے ذریعے ڈلوا دیں، ہمیں اتنا بھی شعور نہیں ہے جتنا ہمارے

کتے کو شعور ہے، آپ کے ہاتھ میں لاٹھی ہو، آپ کتے کو ماریں لاٹھی لگتی ہے کتے کو لیکن کتا جانتا ہے کہ لاٹھی بے بس ہے بے جان ہے جس کے ہاتھ میں لاٹھی ہے وہ احساس رکھتا ہے تو کاٹنے کے لیے مارنے والے کے پاس جاتا ہے۔ لاٹھی کو نہیں مارتا ہم ان ماری ہوئی چیزوں میں لگتے ہیں، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے، اس طرف ہماری توجہ ہی نہیں رہتی، ہم دیکھ رہے ہیں، ہم آج بازاروں میں ہوں یا گھروں میں ہوں یا محلوں میں ہوں، ہمارے ہاں ٹی وی، وی سی آر پہلے چلتا تھا، اب بھی ویسے ہی چل رہا ہے، ٹی وی پہلے تھا اب بھی ویسے ہی چل رہا ہے، فحش کیسٹیں اب بھی ویسے ہی چل رہی ہیں، گناہ پہلے تھے اب بھی ویسے ہی ہو رہے ہیں، شراب پینے والے ویسے ہی شراب پی رہے ہیں، زنا کرنے والے ویسے ہی زنا کر رہے ہیں۔ جب پانی سر سے اوپر ہو جاتا ہے جب اس کو ہوش آتا ہے کہ ڈوب نہ جاؤں میں۔

عمومی عذاب نیک و بد سب پر آتا ہے

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک وقت آئیگا کہ ایک قافلہ چلے گا مکہ شریف کعبہ کو ڈھانے کے لیے، ایک پہلا حصہ مکہ مکرمہ کے قریب ہوگیا جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا سب وہیں کے وہیں دفن ہو جائیں گے، بیت اللہ شریف تک پہنچ نہیں پائیں گے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب ایک میلہ ہوتا ہے جب کوئی اجتماع ہوتا ہے اس میں ان کی ضروریات بیچنے کے لیے آجاتے ہیں جیسے کوئی برف لے آیا کوئی بوتلیں لے آیا کوئی مٹھائی لے آیا، کوئی روٹی لے آیا، قافلے والے ڈھانے والے جو ڈھانے والے تھے لیکن دُکاندار جو ساتھ آئے تھے تاکہ فائدہ ہو جائے کیا

وہ بھی اسی میں پکڑے جائیں گے؟ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب اس میں مارے جائیں گے لیکن جس کی نیت بری ہے۔ عذاب صرف اسی کو ہوگا گناہوں کا وبال عام طور پر آتا ہے جب وبال عام طور پر آئے گا اچھے لوگ بھی اس میں مارے جاتے ہیں اس واسطے جو لوگ احساس رکھتے ہوں جن کو شعور ہے جو سمجھتے ہیں کہ ہمارے گناہوں کی سزا ہے تو ضرور ان کو گناہوں کی معافی میں لگنا چاہیے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک آدمی ایک دیوار کے اندر ٹونٹی ٹھونک رہا تھا، دیوار اس سے سوال کرنے لگی کہ میرا سینہ کیوں چاک کر رہی ہے؟ ٹونٹی سے کہا اس ٹونٹی نے کہا مجھے کیا کہہ رہی ہے جو مجھے ٹھونک رہا ہے اس کو کہہ، ہمیں لگتی ہے، گولی مارنے والے گولی مارے جس سے مروائی جس نے مروائی ہے اس کی طرف رجوع کیوں نہیں کرتے؟ ہمیں لگا خنجر جس نے خنجر لگوایا ہے اس کی طرف رجوع کیوں نہیں کرتے؟ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ

غم چوں بینی زود استغفار کن

جب بھی تجھے کوئی غم کا واقعہ پیش آئے کوئی پریشانی پیش آئے کوئی حادثہ کوئی سامنے آجائے۔

غم چوں بینی زود استغفار کن

جلدی استغفار میں لگ جاؤ دیر نہ لگاؤ اس لیے کہ گناہوں سے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ناراض۔

دیر گیر و سخت گیر

اہتمام استغفار

اللہ تعالیٰ تحمل فرماتے ہیں حلم سے کام لیتے ہیں، برداشت سے کام لیتے ہیں تو اپنے گناہوں میں مست ہو رہا ہے تجھے خبر نہیں ہو رہی، دیر سے پکڑیں گے، پھر ایسا پکڑیں گے تجھے کوئی چھڑا نہیں سکے گا۔

دیر گیر و سخت گیر

تو یہ نہ خیال کر کہ ابھی ہم امن میں ہیں کیا پتا کہ کب کیا مصیبت آجائے۔ اس واسطے اس کا علاج یہی ہے کہ ہم سب کے سب استغفار میں لگ جائیں، اللہ کو راضی کرنے میں لگ جائیں۔ گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں، ان کی ناراضگی سے بچیں، اپنے گناہوں کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں، آپ پر کوئی احسان کرتا ہے کوئی بھی انسان کسی بھی قسم کا احسان کرتا ہے آپ اس کو ناراض کرنا گوارا نہیں کرتے۔ ہر کام کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں، حق تعالیٰ جل شانہ جنہوں نے اتنا ہمیں نعمتوں کے اندر ڈبو رکھا ہے جتنی نعمتیں ہمارے اوپر ہیں ہم ان کو شمار نہیں کر سکتے۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اللہ کی نعمتیں گننا شروع کریں، شمار نہیں کر سکیں گے، تو اس مالک حقیقی کو ناراض کرنے کا انسان کیسے گوارا کر لیتا ہے؟ جس مالک نے ہمیں اتنی نعمتیں عطا کی ہیں کہ ہم گن نہیں سکتے وہ ہم سے ناراض ہوں، محسن حقیقی وہ ہم سے ناراض ہو، ان کو ناراض کرنے کی انسان کیسے ہمت کر لیتا ہے۔ کیسے؟ اور پھر سزا دیتے ہیں دُنیا میں بھی سزا دیتے ہیں آخرت میں بھی سزا دیتے ہیں۔ ایک تو یہ سزا کہ کہیں لوٹ مار کی وارداتیں ہیں، ڈاکے کی وارداتیں ہیں، کہیں کچھ ہو رہا ہے کہیں کچھ ہو رہا ہے گناہوں کی وجہ سے، سب سے بڑی بات اس طرف ہمارا دماغ

بھی نہیں جاتا۔ وہ یہ ہے کہ آخرت کی بے رغبتی ہو جاتی ہے، آخرت کا خیال جاتا رہتا ہے، آخرت کی فکر جاتی رہتی ہے اور دُنیا کی طرف رغبت ہو جاتی ہے جو کام کریں گے دُنیا کے لیے کریں گے آخرت کا خیال بھی نہیں رہتا اور اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے کہ دین میں انسان کچا ہو جاتا ہے، دل کا کمزور ہو جاتا ہے، تو آدمی اگر چاہے کہ میں دین کے اندر پختہ ہو جاؤں، اگر آدمی چاہے میرا دل مضبوط ہو جائے، اس کو چاہیے کہ گناہ کے پاس بھی نہ جائے۔ اپنے آپ کو گناہوں سے بچانے کی پوری کوشش کرنی چاہیے، مگر افسوس یہ ہے کہ ہماری اس طرف نظر ہی نہیں جاتی کہ ہم نے اپنے اللہ کو ناراض کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی وجہ سے ہمارے اوپر مصیبتیں اُتری ہیں اس کو راضی کرلیں، مصیبتیں ہٹ جائیں گی، دُنیا میں قتل عام، عام ہو گیا ہے بڑے بڑے اچھے آدمی، نیک آدمی، بڑے سب مارے جاتے ہیں۔

اپنے ساتھ دوسروں کیلئے بھی استغفار کریں

ایک وہ لوگ ہیں کہ جن کو پتا بھی نہیں کہ کس وجہ سے ہمارے اوپر عذاب آرہا ہے۔ ایک وہ لوگ ہیں جن کو پتا ہے، دین کی طرف رُجحان بھی ہے، خیال بھی آتا ہے، گناہوں کی سزا ہے، معافی مانگنے کے لیے گناہ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ایک وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کا فضل ہے، جو توبہ بھی کرتے ہیں، ندامت بھی ہوتی ہے، افسوس بھی کرتے ہیں، ناراضگی کا سبب بھی گناہوں کو سمجھتے ہیں۔ وہ کم از کم اپنے گناہوں کی معافی مانگنا شروع کردیں، دوسروں کے لیے گناہوں کی معافی مانگنا شروع کردیں، چھوڑیں نہیں گناہوں کی معافی، مانگتے رہنا چاہیے، بڑے بڑے فضائل آتے ہیں جو دوسروں کے لیے گناہوں کی معافی مانگتا ہے۔ ایک حدیث میں

آتا ہے "من استغفر للمؤمنين والمؤمنات" جو شخص تمام مؤمنین کے لیے مردوں کے لیے اور عورتوں کے لیے استغفار کرتا ہے ان کے لیے گناہوں کی معافی مانگتا ہے اللہ تعالیٰ ہر مؤمن بندے اور ہر مؤمن عورت کے بدلے میں اس کو ایک ایک نیکی عطا فرماتے ہیں۔ اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص روزانہ پچیس (۲۵) دفعہ یا ستائیس (۲۷) دفعہ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کے لیے گناہوں کی معافی مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دُعائیں قبول کرتے ہیں اور کچھ اللہ کے مقبولین دُنیا میں ایسے ہیں کہ جن کی وجہ سے لوگوں کو رزق ملتا ہے۔ ہماری اس پر نظر نہیں ہوتی۔ فرماتے ہیں جو شخص روزانہ ستائیس (۲۷) دفعہ یا پچیس (۲۵) دفعہ تمام مؤمنین اور مؤمنات کے لیے استغفار کرتا ہے اس کو یہ ثواب ملتا ہے کہ اس کی دُعائیں قبول ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ مستجاب الدعوات ہو جاتا ہے اور وہ ان لوگوں میں سے لکھا جاتا ہے جن کی وجہ سے لوگوں کو رزق ملتا ہے، اتنی بڑی فضیلت ہے۔ معلوم ہوا کہ ہمیں اپنے لیے بھی گناہوں کی معافی مانگنا چاہیے اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے بھی گناہوں کی معافی مانگنا چاہیے۔ اس لیے کہ جو غافل ہے ان کو اس کی اہمیت نہیں معلوم ہو رہی ہے کہ ہمارے گناہوں کی سزا کی وجہ سے حادثات آرہے ہیں، جن کو معلوم ہے کہ گناہوں کی سزا مل رہی ہے ان کو چاہیے کہ خوب دل لگا کر خوب توجہ کے ساتھ خوب دھیان کے ساتھ خوب زاری کر کے گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں، اپنے گناہوں کی گناہوں کی معافی مانگنے سے اللہ تعالیٰ سے ناراضگی معاف ہو جاتی ہے ان کی ناراضگی معاف ہو جائے گی۔ پھر ان شاء اللہ مصائب دور ہو جائیں گے۔

جو خالق کو ناراض کرتا ہے مخلوق اس سے ناراض ہو جاتی ہے

پہلے اکابر جتنے بھی ہوتے تھے سب یہ ہی کام کرتے تھے، جب بھی کوئی ناگوار واقعہ پیش آئے، سمجھو کہ یہ میرے گناہوں کی سزا ہے۔ ایک بزرگ تھے فرمایا کرتے تھے کہ جس دن مجھ سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے اور میں نے توبہ نہیں کی ہوتی، مجھے دھیان نہیں آتا میں سواری پر سوار ہونے لگتا ہوں، سواری مجھ سے شوخی کرنے لگ جاتی ہے، سواری میرے قابو میں نہیں آتی، میں فوراً سمجھ جاتا ہوں آج مجھ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوگئی ہے تو یہ سواری میری نافرمانی کر رہی ہے، میں فوراً اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں، استغفار کرتا ہوں، معافی مانگتا ہوں، سواری بھی میری ٹھیک ہو جاتی ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب مجھ سے کوئی گناہ ہوتا ہے، میری بیوی میرا کہنا نہیں مانتی، میرے بچے میرا کہنا نہیں مانتے چونکہ گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے اپنے آپ کو گناہوں سے بچانا چاہیے۔ ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو تمہاری بیماری اور دوا نہ بتاؤں؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ضرور بتائیے گا۔ فرمایا سب سے بڑی بیماری تمہارے گناہ ہیں اور علاج کیا ہے استغفار، اپنے گناہوں کی معافی مانگنا۔ یہ تو آپ نے کئی دفعہ سنا ہوگا گناہوں کی وجہ سے انسان رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔ آج آپ دیکھ رہے ہیں سارے کاروباری آدمی کتنے پریشان پھر رہے ہیں، باہر سارا دن بیٹھے رہتے ہیں گاہک نہیں آتا، پریشانی کہاں تک پہنچ گئی ہے، کہیں مارشل لاء لگ گئی ہے، کہیں کرفیو لگ جاتا ہے اپنے کاروبار کا کیا حال ہے، سارا کاروبار ختم ہوگیا، اپنی جان کے تحفظ کی پڑی ہوئی ہے، کھانے کے لیے جن کے پاس موجود نہیں ہے، وہ بھی پریشان ہو رہے ہیں۔ تو گناہوں کی وجہ سے انسان رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔

گناہوں کی وجہ سے ظالم حکمران مسلط کیے جاتے ہیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ گناہ کرتے کرتے دل پر زنگ لگ جاتا ہے، انسان کو احساس ہی نہیں رہتا میں کیا کر رہا ہوں، اس کا علاج یہ ہے کہ آدمی گناہوں کا زنگ دور کرنے کے لیے استغفار کرے۔ ایک حدیث میں آتا ہے حدیث قدسی کا ارشاد ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اللہ بادشاہوں کا مالک ہوں، بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں جب بندے میری اطاعت کرتے ہیں، ان کے بادشاہوں کے دلوں کو ان کی طرف رحمت کے ساتھ شفقت کے ساتھ پھیر دیتا ہوں۔ پھر حکام جو ہیں مہربان ہو جاتے ہیں اپنی رعایا پر، اگر بندے میر نافرمانی کرتے ہیں میں ان کے دلوں کو غضب کے ساتھ پھیر دیتا ہوں وہ ان کو سخت عذاب کی تکلیف دیتے ہیں۔ اب بادشاہ کافر مسلط ہو جائے یا کوئی اور ایسے ہمیں تنگ کرنے والے پیدا ہو جائیں، بس اللہ تعالیٰ کی طرف سے آ رہا ہے اور یہ ہمارے گناہوں کی سزا ہے، آپ بے شک مادی اسباب اختیار کرو جو آپ کے اختیار میں ہیں سب تدابیر اختیار کرو، لیکن خدا کے لیے اس کو نہ بھولو کہ گناہوں کی وجہ سے ہمیں سزا مل رہی ہے، اس کے لیے ہر شخص کو اپنے اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہیے، گناہوں کے ساتھ اس طرح ہوتا ہے کہ جب انسان اللہ کی نافرمانی کرتا ہے، بے حکمی کرتا ہے، تو اس شخص کی تعریف کرنے والا بھی اس کی ہٹ کرنے لگتا ہے اس کو برا بھلا کہنے لگتا ہے، اس واسطے انسان کو چاہیے کہ اپنے گناہوں کی معافی مانگتا رہے۔

مایوس مت ہوں

اب بعضوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ صاحب میرے گناہ تو اتنے بڑھ گئے کیا معافی ہوگی؟ نہیں اللہ تعالیٰ جل شانہ بڑے مہربان ہیں، وہ بڑے مہربان ہیں، یہ یقین رکھئے، جس طرح ایک حاکم کے پاس آپ میلے کچیلے کپڑوں میں جائیں وہ حاکم ناپسند کرتا ہے اسی طرح حاکم حقیقی حق تعالیٰ جل شانہ بھی گناہوں والے دل کو ناپسند کرتے ہیں، گناہوں کا میل بھی اس کے دل میں بھرا ہوا ہو اس کو ناپسند کرتے ہیں اپنے۔ اب یہ سوچ لیجئے کہ صاحب میلا کچیلا کپڑا ہو آپ اس کو صابن لگا کر بھٹی چڑھا کر صاف کر دیتے ہیں بالکل صاف ستھرا ہو جاتا ہے اسی طرح گناہوں کی میل توبہ کے ذریعے معاف فرما دیتے ہیں اور حدیث میں آتا ہے کہ جب آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم! تمہاری اولاد میں سے اگر کوئی مجھ سے مغفرت کا سوال کرے گا تو میں بخل نہیں کروں گا کہ میرا نام کریم ہے اور طبیب ہے اور جب قبروں سے اُٹھیں گے ہنستے ہوئے اُٹھیں گے، ہنستے ہوئے اُٹھاؤں گا ان کو، اور بشارت سنتے ہوئے اُٹھیں گے، جیسے اگر ہم نے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی فکر نہ کی تو یاد رکھئے پھر اس کا وبال بھی بڑا سخت ہوتا ہے، پھر قبر میں بھی عذاب، میدان محشر میں بھی عذاب، ہر جگہ عذاب ہی عذاب ہوگا۔ عام طور پر سب کو یاد آتا ہے "اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ" جو رب پیدا کرنے والے ہیں جب آپ اپنی زبان میں توجہ کے ساتھ توبہ کریں وہ بھی ایک طریقہ ہے معافی مانگنے کا، دو نفل پڑھ کر عاجزی و زاری کے ساتھ تمام گناہوں کی معافی مانگ لے انسان اور مسلمانوں کے گناہوں کی معافی مانگے۔

استغفار کے کلمات اور ان کے فضائل

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں:

"اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ" میں اس ذات گرامی سے اس اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور وہ زندہ ہیں ہمیشہ قائم رہیں گے اور میں نے ان کی طرف رجوع کیا سب غیروں کو چھوڑ کر ان کی طرف آ گیا۔ فرماتے ہیں کہ جو شخص بستر پر لیٹ کر تین دفعہ استغفار اس طرح کر لیتا ہے اس کے گناہ اللہ تعالیٰ جل شانہ معاف فرما دیتے ہیں، دریا کی سمندروں کی جھاگ کے برابر ہو چاہے درخت کے پتوں کے برابر ہوں یا ریگستان کے ریت کے ذروں کے برابر ہوں، اللہ تعالیٰ سب کے گناہ سارے کے سارے گناہ معاف فرما دیتے ہیں تو یہ بھی ایک طریقہ ہے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کا۔ ایسے فرماتے ہیں صبح کے وقت بھی اور عصر کی نماز کے بعد جو شخص بھی گناہوں کی معافی مانگتا ہے۔ "اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ"

اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کسی وقت بھی اس طرح معافی مانگ لے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں آپ معافی مانگ لیں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ مبارک جو ہیں ان کے اندر معافی مانگ لیں ان کے لیے معافی مانگ لیں اور یہ سید الاستغفار آپ نے سنا ہوا ہے کچھ لوگوں کو یاد بھی ہے۔

"اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا

صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْلِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔"

کہ اگر کوئی شخص دل میں یقین رکھتے ہوئے دن میں پڑھا اور مرگیا تو جنت میں جائے گا، اگر رات کو پڑھے گا صبح سے پہلے پہلے فوت ہوگیا تو جنت میں جائے گا، گناہوں کی معافی کا طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا ہے اور ایک دُرود شریف ہے:

"اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا۔"

ایک اسی کو دوسری طرح پڑھا جاتا ہے۔

"اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔"

فرماتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو روایت کرتے ہیں جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے اُٹھنے سے پہلے پہلے اسّی (۸۰) دفعہ یہ دُرود شریف پڑھ لے اس کے اسّی (۸۰) سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اسّی (۸۰) سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے اگر آدمی پڑھ لے اور ساتھ میں نیت کرے یا اللہ! میں جتنے بھی مؤمنین اور مؤمنات ہیں سب کی طرف سے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں وہ بھی مانگ لیجیے۔

گناہوں کی معافی مانگنے کا طریقہ

اب فرض کرو یہ ساری دعائیں یاد نہ ہوں تو اپنی زبان میں رجوع کیجیے، ان کی طرف اپنے گناہوں سے شرمسار اور نادم ہو کر ان کو بلائیے گا، ان سے کہیے گا

کہ یا اللہ! مجھ سے غلطی ہوگئی، یا اللہ! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، یا اللہ! میں نے بہت زیادتی کی، یا اللہ! آپ کا کھا کے آپ کا پی کے، آپ کا پہن کے آپ کی زمین کے اندر ان کے آسمان کے نیچے رہتے ہوئے آپ کی موجودگی، آپ کے دیکھتے ہوئے پھر میں نے آپ کو ناراض کیا، گناہ کیے، یا اللہ! مجھے بڑی نازیبا حرکت ہے، میں بڑا گستاخ ہوں بڑا بے ادب ہوں، یا اللہ! مہربانی فرما کر مجھ کو معاف فرما دیجیے، یا اللہ! میں آئندہ نہیں کروں گا، اب ہوگیا جو ہوگیا اب میں آئندہ نہیں کروں گا ہمیشہ آپ جب بھی معافی مانگیے عہد کرلیں کہ یا اللہ! میں آئندہ نہیں کروں گا، اس کا فکر نہ کریں، توبہ ٹوٹ جاتی ہے، شیطان مردود ہے، داؤ مارتا ہے توبہ کر کے توڑ دیتا ہے، میرا کیا فائدہ توبہ کرنے کا؟ نہیں بالکل غلط بات ہے۔ آپ عہد کیجیے گا، ان شاء اللہ اس کی برکت سے ایک دن ایسا آئے گا آپ اپنی توبہ پر قائم رہو گے۔ قصہ مختصر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتے ہیں تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٣١﴾ اے ایمان والو! اگر تم فلاح چاہتے ہو اس کا طریقہ یہی ہے کہ سب کے سب اللہ کی طرف رجوع کرو، سب کے سب اللہ کی طرف رجوع کرو، ان کو مناؤ، ان کو راضی کرو، راضی کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ گناہ چھوڑ دو، گناہوں کی معافی مانگو، ان شاء اللہ وہ راضی ہوجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو گناہوں سے معافی مانگنے کی توفیق عطا فرمائیں تا کہ یہ مصائب یہ حالات یہ تکلیف کی باتیں چوری کی وارداتیں، ڈاکہ کی وارداتیں جتنی بھی ہیں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی وجہ سے آ رہی ہیں سب اللہ تعالیٰ دور فرمادیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

پانچ نعمتوں کی قدر کریں

خطبہ مسنونہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا۔ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّلَہٗ۔ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۔

اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

فقد قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم۔

اَلدُّنْیَا دَارُ مَنْ لَّا دَارَلَہٗ اَوْکَمَا قال علیہ الصّلوٰۃ والسلام۔

"پانچ چیزوں کو غنیمت جانو" پہلی فراغت

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پانچ چیزیں ہیں ان کو تم بڑا غنیمت سمجھو، جب یہ چیزیں انسان سے دور ہو جاتی، فوت ہو جاتی ہیں تو انسان کو بڑا افسوس لگتا ہے، ہائے میں کچھ کر لیتا تو اچھا تھا۔ پہلی بات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مشغول ہونے سے پہلے فراغت میں ہو، انسان کہ فارغ ہو اس کو بڑا غنیمت سمجھو، انسان جب مشغول ہوتا ہے طرح طرح کے منصوبے بناتا ہے کہ میں فارغ ہوں گا تو اتنے نوافل پڑھوں گا اتنی تلاوت کروں گا، اتنا ذکر کروں گا، اتنا مخلوق خدا کی خدمت کروں گا، طرح طرح سے انسان سوچتا ہے، لیکن جب انسان کو فراغت ملتی ہے اس کی قدر نہیں کرتا ہے، فراغت کا وقت نکل جاتا ہے، تو پشیمان ہوتا ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے خبردار کردیا کہ متنبہ فرمادیا کہ دیکھو فارغ وقت کو غنیمت سمجھا کرو، یہ وقت جو ہے بہت قیمتی ہے، اسی وقت کے اندر انسان سونے چاندی جواہرات جیسی چیزیں اکٹھی کرسکتا ہے اور اسی وقت میں انسان ڈھیلے پتھر اور نقصان کی چیزیں اکٹھی کرسکتا ہے، اس واسطے جب بھی انسان فارغ ہو اس کو اچھے مصرف میں لاؤ، اچھے کام کرے، مخلوق خدا کی خدمت ہوسکتی ہے وہ کرے، محتاجوں، مساکین کی امداد کرے اور جو کام یہ کرسکتا ہے وہ کرے، عبادات کا شعبہ اس کی تکمیل کرے، اخلاقی معاملات معاشرت ہر شعبہ میں جو جو فارغ ہونے کے وقت کام کرسکتا ہے اس کی تکمیل کرے ورنہ فراغت کے اوقات چلے گئے مشغولی میں پھر انسان کو اتنا وقت نہیں ملتا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے سے ہی ہمیں یہ تلقین فرمادی کہ تم جب بھی فارغ ہو اس کی پوری پوری قدر کرنا چاہیے، ان اوقات کو اچھے کام میں خرچ کرنا چاہیے۔

۲۔ جوانی

پھر جوانی کو بڑھاپے سے پہلے غنیمت سمجھ لو، جب انسان کا بڑھاپا آتا ہے تو نہ اعضاء ساتھ دیتے ہیں، نہ قوت رہتی ہے، بینائی میں، سماعت میں فرق پڑ جاتا ہے، چلنے پھرنے سے معذور ہو جاتا ہے، جوانی کے وقت میں انسان ہزار ہا کام کرسکتا ہے جو بڑھاپے میں کرنا مشکل ہوتے ہیں، اس واسطے جوانی کے زمانے کو غنیمت سمجھنا چاہیے، جوانی کے زمانے میں جس طرح جذبات برے اُٹھتے ہیں، اسی طرح ان جذبات کو اچھی طرف لگایا جائے تو یہ جذبات بہترین کام دے سکتے ہیں۔ آپ نے سنا ہوگا کہ قیامت کے روز عرش کے سائے کے نیچے سات قسم کے لوگ ہوں گے جن کو جگہ دی جائے گی ایسا دن ہوگا جو پچاس ہزار سال کا ایک ہی دن ہوگا اور اس میں کہیں کوئی سایہ نہیں ہوگا، نہ کوئی نشیب وفراز ہوگا، نہ اس میں کوئی ٹیلہ ہوگا، نہ کوئی غار ہوگی، نہ کوئی درخت ہوگا، جہاں انسان پناہ لے سکے اور زمین بالکل ہموار ہوگی کہیں نہیں چھپ سکتا، انسان صرف ایک عرش کا سایہ ہے جس خوش نصیب کو نصیب ہو جائے ان میں سے ایک وہ جوان ہے "نشاء فی عبادۃ اللہ" جس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں جوانی کو خرچ کردیا۔

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیمبری
گرگ ظالم در پیری مے شود پرہیزگار

انسان جوانی کے وقت میں توبہ کرے، نیکی کرے، گناہوں سے بچے، اپنے آپ کو اللہ کا فرمانبردار بنا کر رکھے، یہ پیغمبر کی حالت ہوتی ہے جو بڑھاپا آتا ہے تو شیر ہو بھیڑیا ہو سب پارسا بن جاتے ہیں، اس لیے کہ شکار پر بھاگ کر حملہ نہیں

کر سکتے، بڑھاپے میں انسان کیا کر سکتا ہے جوانی میں سارے جذبات جوش پر ہوتے ہیں۔ ان جذبات کو قابو کر کے ان جذبات کو نیکی کی طرف لگانا یہ انسان کو بہت اونچا لے جاتا ہے جوانی کو بڑا غنیمت سمجھنا چاہیے، جب جوانی رخصت ہو جاتی ہے تو پھر یہ کبھی بھی نہیں آتی ہے، یہ جوانی گئی سو گئی اب بڑھاپے کے بعد پھر جوانی نہیں آئے گی۔ انسان یہ سوچے میں کل کرلوں گا، پرسوں کرلوں گا یا مہینے کے بعد کرلوں گا یا سال کے بعد کرلوں گا یہ محال ہے جو کرنا ہے انسان ابھی صحیح سمجھ کے ساتھ کرنا شروع کر دے، ورنہ کل کو سوائے پچھتانے کے حاصل کوئی نہیں، کچھ نہیں حاصل ہوگا۔

۳۔ صحت

اور اسی طرح تیسری بات تندرستی کو بیماری سے پہلے غنیمت سمجھو، انسان جب بیمار ہوتا ہے تو بہت سی باتوں سے محروم رہ جاتا ہے نہ کسی کے کام آسکتا ہے نہ کسی کا ہاتھ بٹا سکتا ہے نہ خود اپنے کام کر سکتا ہے نہ اعزاء اقرباء کے کام آسکتا ہے، بیماری میں بالکل مفلوج ہو کر بیٹھ جاتا ہے، بلکہ دوسروں کا دستِ نظر ہو جاتا ہے، تندرستی میں جو کام کر سکتا ہے وہ بیماری میں نہیں کر سکتا، تندرستی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اس کی بڑی قدر کرنی چاہیے۔ آج ہمارے نوجوانوں کا یہ مشغلہ ہے اس تندرستی اور جوانی کو عیاشی میں فحاشی میں طرح طرح کی بے حیائیوں میں وقت کو ضائع کر رہے ہیں، آنکھیں بند ہوں گی تو پتہ چلے گا کہ کرنا کیا چاہیے تھا؟ اس واسطے یہ جو تندرستی کی طاقت اللہ تعالیٰ نے دے رکھی ہے اس کو غنیمت سمجھ کر اس کو صحیح طور پر خرچ کرنا چاہیے، بیمار ہے نوافل نہیں پڑھ سکتا ہے ذکر نہیں کر سکتا ہے تلاوت نہیں کر سکتا ہے مجبور ہو کر پڑا ہوا

ہے، تندرستی میں انسان سب کچھ کر سکتا ہے اس واسطے تندرستی کو بیماری سے پہلے غنیمت سمجھنا چاہیے۔

۴۔ مالداری

اسی طرح چوتھی چیز تنگدستی سے پہلے مال داری کو غنیمت سمجھنا چاہیے، تنگدستی آتی ہے انسان تنگدستی کے حال میں کچھ نہیں کر سکتا، مالداری جو ہے اس کے ذریعے بے شمار مخلوق خدا کے لیے کام کر سکتا ہے، اپنی راحت کے انتظام بے شمار کر سکتا ہے، مالداری ہے اسی مال سے انسان مساجد میں پیسے خرچ کر سکتا ہے، جو باقیات صالحات کا حکم رکھتی ہے جب تک مسجد رہے گی جب تک اس میں نمازی نماز پڑھتے رہیں گے یہ مر چکا ہوگا لیکن مسجد جب تک رہے گی اس کا ثواب برابر اس کو ملتا رہے گا۔ مدارس ہیں رفاہِ عام ہیں، راستے میں لوگوں کے آرام کے لیے پہلے لوگ سرائے بنایا کرتے تھے، راہ کے کنویں ہیں کوئی نلکا لگا دیا، لوگوں کے رفاہ عام کے لیے، لوگوں کے فائدہ کے لیے لگا دیا یا لوگوں کو دین سکھا دیا، قرآن مجید پڑھا دیا یا دینی کتابیں تقسیم کر دیں، قرآن مجید تقسیم کر دیئے، مال داری کے ساتھ انسان کیا کچھ کر سکتا ہے؟ بیواؤں کے کام آسکتا ہے، یتیموں کے کام آسکتا ہے، محتاجوں کے کام آسکتا ہے، ہر طرح کے کام آسکتا ہے دین کی بڑی خدمت کر سکتا ہے۔ لیکن افسوس آج ہمارا حال یہ ہے یا تو یہ حالت کی وجہ سے ہے یا برے ماحول کی وجہ سے ہے لوگ ٹی وی میں وی سی آر میں زنا میں بری بری باتوں میں خرچ کرتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ہی لیے متنبہ فرمادیا کہ دیکھو مال داری ہو، شکر کرو، اللہ تعالیٰ کا اسی مال کے ساتھ زکوٰۃ نکالو گے کئی مساکین کا فائدہ ہوگا۔ اسی مال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے گھر کی

زیارت کر سکتے ہو، اسی مال کے ساتھ انسان اللہ تعالیٰ کے رسول کے حجرہ روضۂ اطہر قبر مبارک کی زیارت کر سکتا ہے اور نہ جانے کتنے کارہائے خیر میں مالداری میں سے حصہ لے سکتا ہے تو مالداری جو ہے یہ بڑی نعمت ہے۔ بشرطیکہ اس کو صحیح مصرف میں خرچ کیا جائے۔ اگر اس کو غلط مصرف میں استعمال کیا تو یہ ہی ہمارے لیے وبال جان ہو جائے گی۔ فرمایا ایسا نہ ہو کہ تنگدست ہو جاؤ تمام کارہائے خیر سے محروم ہو جاؤ گے۔

۵۔ زندگی

اور پھر فرمایا زندگی کو موت سے پہلے غنیمت سمجھو، موت آئے گی سارے اعمال کا خاتمہ کر دے گی چاہے آپ بوڑھے ہوں چاہے آپ بیمار ہوں، چاہے آپ تنگدست ہوں، چاہے آپ مشغول ہوں، پھر بھی زندگی سے کچھ کر سکتے ہو کچھ نہ کچھ انتظام کر سکتا ہے انسان۔ لیکن موت آ گئی تو سارے کاموں سے معطل ہو کر رہ جائے گا، انسان کچھ کام نہیں آ سکتا اس واسطے موت سے پہلے پہلے زندگی کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔ اس دُنیا کے اندر اتنا انہاک ہو جائے دُنیا کمانے میں اتنا مرکھپ جائے کہ نہ اس کو اللہ تعالیٰ کے حقوق یاد ہوں نہ حقوق العباد یاد ہوں جن بندوں کے حقوق ہمارے ساتھ وابستہ ہوں جن کے حقوق ہمارے ذمے ہوں یا اللہ تعالیٰ نے جو جو ہمارے ذمے واجبات رکھ دیئے ہیں مقرر کر دیئے ہیں ان میں خلل آئے تو یہ عقل مندی نہیں ہے۔

دُنیا کی حقیقت

فرماتے ہیں کہ آپ دُنیا کی حقیقت یوں سمجھ لیجئے گا کہ ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والی ہو اس کو دُنیا کہا جاتا ہے۔

چیست دنیا از خدا غافل بدن

دُنیا ہر اس چیز کا نام ہے جو اللہ کی یاد سے غافل کر دے۔ اللہ کی فرمانبرداری میں رُکاوٹ ہو۔ اللہ کے سامنے حائل ہو جائے وہ دُنیا ہوتی ہے۔ اس لیے آپ کے روزمرہ کے کام تجارت، ملازمت، کھیتی باڑی جو بھی آپ کام کرتے ہو یہ دُنیا نہیں ہے۔ اگر آپ اس کو صحیح نیت سے کریں۔ صحیح طریقے سے کریں تو یہ دین بن جاتا ہے، لیکن اگر اس میں اتنا مرکھپ جائیں کہ نماز کا وقت بھی جا رہا ہے، قضاء ہونے کے قریب ہے اور نماز کا ہوش نہیں ہے اتنا انہاک ہے کہ نماز کا وقت آیا بھی جماعت کا وقت آیا بھی نکل بھی گیا، عصر کی نماز قضاء بھی ہو گئی، پھر آپ افسوس کرو کہ ہائے افسوس اتنا مرنا کھپنا دُنیا کے اندر کہ فرائض وواجبات، حقوق اللہ میں فرق پڑ جائے، اس سے منع کیا گیا ہے یا حقوق العباد جو ہمارے ذمے جن بندوں کے حقوق وابستہ ہیں ان میں خلل آئے، اس سے منع کیا گیا ہے۔ ان دونوں کے ہوتے ہوئے آپ دُنیا کمائیں رکھیں، کھائیں، پئیں، اللہ تعالیٰ منع نہیں فرماتے، بعض دفعہ انسان کو دُنیا کی طرف بڑا میلان ہوتا ہے، روپیہ آئے، پیسہ آئے، مال و دولت ملے، جائیداد ملے، میلان ہوتا ہے خیال آتا ہے کہ یہ مل جائے، اس کا کوئی حرج نہیں ہے، اس میلان کے تقاضے پر عمل کرنا، اس سے شریعت منع نہیں کرے گی، لیکن اس کے اندر اتنا انہاک آ جائے کہ آدمی باقی فرائض وواجبات سے رہ جائے، یہ منع ہے۔ انہاک کا مطلب یہ ہوگا کہ اسی میں مرکھپ رہا ہے تو انہاک منع ہوگا اور اگر آپ کو تقاضا ہوتا ہے گناہ کا تو یہ گناہ نہیں، لیکن عمل کرے گا تو گناہ ہو جائے گا۔ تو انسان کو دُنیا کی چیزوں کی طرف میلان ہونا منع نہیں ہے۔ مگر ان میں انہاک نہ ہو، گناہ کے تقاضوں پر عمل کرنا منع ہے۔

زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں

تو دُنیا جو ہے اس کے اندر انہماک نہیں ہونا چاہیے۔ ایسا منہمک ہو کہ نمازیں جارہی ہیں، روزے کی پروا نہیں ہے بیوی بچے طرح طرح سے پریشان ہیں، مجبور ہو رہے ہیں اتنا مرکھپ رہے ہیں کہ نہ اپنا خیال ہے نہ ان کا خیال ہے اس مرنے کھپنے سے منع کیا جاتا ہے، تو دُنیا کے اندر آ کر انسان دُنیا کے اندر دل نہ لگائے، بلکہ آخرت کی طرف دل لگائے، دُنیا کو مقصود نہ بنائے، آخرت کو مقصود بنائے، دُنیا کو ایک استعمال کی چیز سمجھے، پھر یہ بڑے کام کی چیز ہے۔ ہم نے آخرت کو پس پشت ڈال کر دُنیا کو مقصود بنا رکھا ہے، اسی واسطے ہمیں پریشانی آتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ قلت رغبت الی الدنیا دُنیا سے رغبت کم کرنا اس کو زہد کہا جاتا ہے۔ زاہدانہ زندگی بسر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اندر مرے کھپے نہیں یہ دُنیا چند روز کی ہے، آپ کو معلوم ہے کہ بڑی جلدی رخصت ہو جاتی ہے۔ دُنیا میں آپ نے دیکھا ہے آپ کے گھر سے محلے سے مساجد سے گھروں سے شہر سے کئی جنازے نکل چکے اور ہم خود دفن کر کے آئے ہیں اور زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے کہ ہماری زندگی کب ختم ہو جائے۔

خلیفہ ہارون رشید کی دینی خدمات

خلیفہ ہارون رشید بغداد میں بڑے اونچے لوگوں میں شمار ہوئے ہیں، بڑے مشہور خلیفہ ہیں، ان کے زمانے میں بغداد شہر کی آبادی دس لاکھ سے زائد تھی، ان کا زمانہ ایسا مبارک تھا کہ صحاح ستہ حدیث کی چھ صحیح کتابیں ہیں۔ بخاری شریف ہے، ابوداؤد شریف ہے، مسلم شریف ہے ترمذی شریف ہے، سننِ نسائی ہے، سننِ

ابن ماجہ ہے۔ اس میں کئی احادیث کی کتابیں ہیں یہ ساری ان ہی کے زمانے میں لکھی گئی ہیں۔ بڑے بڑے امراء اور فضلاء، اولیاء اللہ ان کے زمانے میں ہوئے ہیں۔ دین کی ابتدائی تعلیم کا انتظام انہوں نے مساجد میں کیا ہے اور جتنے بھی دین کے طالب علم تھے سب کو مفت میں لباس ملتا تھا، مفت کی خوراک ملتی تھی، ان کے بغداد شہر میں تین ہزار مساجد تھیں، بڑا اچھا انہوں نے انتظام کر رکھا تھا، ان کے دولڑکے تھے ایک امین ایک مامون اور ایک تیسرا لڑکا تھا جو بڑا تھا یہ دو چھوٹے لڑکے جو تھے یہ شاہانہ لباس پہنا کرتے تھے ایک بڑا لڑکا تھا وہ اپنے ماں باپ کا بڑا خدمت گزار بھی تھا بڑی خدمت بھی کرتا تھا، لیکن ان کو اس بڑے لڑکے کو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے کچھ اشخاص ایسے زاہد ملے تھے، ایسے بزرگ ملے تھے، جن کی وجہ سے ان کا دین کی طرف بڑا مضبوط واسطہ ہو گیا، آخرت بنانے کی بڑی فکر پڑ گئی محل میں رہ کر محل سے دلچسپی نہیں، ایسا اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اس کے دل کے اندر دُنیا سے بے رغبتی پیدا کر دی کہ محل کے اندر رہتے ہوئے اس فقیرانہ لباس میں آتے جیسا اس وقت صوفیاء کا لباس ہوتا ہے ویسا درویشوں کا لباس پہنا کرتا تھا، ہارون رشید نے بائیس (۲۲) سال کی عمر میں خلافت سنبھالی تھی اور تیئس (۲۳) سال تک بڑی شاندار حکومت کی اس نے بڑے لوگوں کا انتظام کیا تھا، بغداد میں کئی نہریں نکالی تھیں۔

ہارون رشید کے بیٹے کا زہد و تقویٰ

تو یہ لڑکا جو اللہ تعالیٰ کے مقبولوں کی صحبت میں رہا ہے اولیاء اللہ کی صحبت میں رہا ہے، دین کا علم بھی سیکھا ہے، اور علم کے ساتھ والدین کی خدمت بھی بڑی کیا کرتا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ اپنی آخرت بنانے کے لیے دن بھر روزہ رکھا کرتا تھا اور

رات کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑا ہو کر نفلیں پڑھ رہا ہے، قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہے، عاجزی وزاری کر رہا ہے، اس کا عام طور پر مشغلہ یہ تھا کہ قبرستان جاتا اور قبرستان والوں کو بڑی حسرت سے دیکھتا اور دیکھ دیکھ کر اپنی موت کو یاد کیا کرتا تھا کبھی کبھی قبر کے حالات سوچتا، کبھی دیکھتا کہ دیکھیے یہ لوگ بھی تو ہیں ساری دُنیا کو چھوڑ کر یہاں آ پڑے ہیں۔ گویا ان کے لیے دُنیا فانی ہے دُنیا کی جتنی بھی چیزیں ہیں ان کے لیے فنا ہو گئی ہیں، ختم ہو گئی ہیں، جس طرح اس کو اپنے دل کے اندر استحضار رہتا کہ چاہے میں دُنیا کی چیزیں کتنی بھی حاصل کرلوں سب کو ایک دن چھوڑنا پڑے گا چاہے میں کل کو تخت کا مالک ہو جاؤں اس کو چھوڑنا پڑے گا چاہے عیش وعشرت کے جتنے سامان جمع کرلوں سب کو چھوڑنا پڑے گا۔ یہ روزانہ یا کبھی کبھی قبرستان میں جا کر یہ سارے منظر کو دیکھ کر یاد کیا کرتا تھا تا کہ دل کے اندر دُنیا کی بے ثباتی پیدا ہو، تا کہ دل کے اندر دُنیا کا فناء ہونا مستحضر رہے، تا کہ قبر کے اندر جو حالات پیش آنے والے ہیں ان کو ٹھیک کرنے کی فکر پیدا ہو اور قبر کی زندگی کے بعد میدان حشر کے ہولناک مناظر جو پیش آنے والے ہیں اس کی تیاری ہو سکے۔ اپنی آخرت بنانے کے لیے یہ قبرستان جا کر نصیحت حاصل کیا کرتا تھا، کبھی کبھی قبرستان میں جا کر یوں کہتا کہ اے قبرستان کے قافلے والو! ہم سے پہلے تم اس دُنیا میں موجود تھے، مکانوں کے، جائیدادوں کے تم مالک تھے، اور تم بھی ہماری طرح قسم قسم کے کھانے کھایا کرتے تھے اور تم نے بھی بڑی بڑی آرزوئیں تمنائیں بنا رکھی تھیں، اے قبرستان کے بسنے والو! تم میں امیر بھی تھے، غریب بھی تھے، عقل مند بھی تھے، ناصح بھی تھے، نصیحت کرنے والے بھی تھے، افسر بھی تھے ماتحت بھی تھے، آقا بھی تھے، غلام بھی تھے لیکن اب تم ایسی جگہ ہو کہ اپنا حال ہمیں نہیں بتا سکتے، ہمیں تم یہ نہیں بتا سکتے تم پر اب کیا گزر رہی ہے؟ قبر کے سوالات تم سے ضرور ہوئے ہوں گے تم نے اس کا کیا جواب دیا اس کا ہمیں علم نہیں

ہو سکتا، تم نے بڑی بڑی اُمنگیں بڑی بڑی تمنائیں بڑے بڑے خیالات بنائے تھے وہ پوری ہوئیں یا دل کی دل کے اندر رکھ کر چلے گئے، دفن ہونا نصیب ہو گیا، مرنا نصیب ہو گیا، موت آئی تو تمہارے اوپر کیا گزری، کیسا موت کو پایا، اے قافلے والو! کچھ تو بولو؟ آج حال یہ ہے کہ امیر غریب کی قبر نہیں پہچانی جاتی، افسر اور ماتحت کا پتا نہیں چلتا، آقا اور غلام کا پتا نہیں چلتا، سب ایک جگہ سوئے ہوئے ہیں سب مٹی کے نیچے خاموش ہیں جو جو اعمال دُنیا میں کیے ان کا تم کو کیا بدلہ ملا، قبر بدلہ کی جگہ ہے یا یہ قبر باغ و بہار بن جاتی ہے، گلِ گلزار بن جاتی ہے، جنت کا باغیچہ بن جاتی ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا بن جاتی ہے۔ بتاؤ تو صحیح کیا گزر رہی ہے تمہارے اوپر؟ لیکن ہائے افسوس تم بتا نہیں سکتے اس کو، اس طرح، طرح طرح کی باتیں کرتے، قسم قسم کے کلمات کہتے، پھوٹ پھوٹ کر رویا کرتے تھے اور یہ سمجھتے کہ کل کو میرا کیا حال ہو گا؟ مرنے کے وقت کیا حال ہو گا؟ کل جبرائیل علیہ السلام آئیں گے، کیا حال ہو گا؟ مرنے کی سختی میں کیا بنے گا؟ قبر کے اندر جو عذاب ہو گا اس میں کیسے ہو گا؟ روتے روتے پھوٹ پھوٹ کر اور اپنے آپ کو مخاطب کرتے کہ موت ایک دن آنی ہے اور یہ بستی ایک دن بسانی ہے دُنیا کا سارا اکڑ وخم ختم ہو جائے گا، خواہ پہلوان ہو یا ناز و انداز میں پلا ہوا ہو، موت کسی کو چھوڑے گی نہیں۔ تو یہ اس شہزادے کا حال تھا جس کی وجہ سے زہد سے بڑی رغبت تھی یعنی دُنیا سے بے رغبتی آخرت کی فکر، وہ درویشوں جیسا لباس پہنتا تھا، ایک کمبل اوپر ہوتا تھا اون کا، ایک تہبند کے طور پر استعمال کیا کرتے تھے۔ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿١٧﴾ اس کو ہمیشہ یہ ذہن میں ہوتا تھا کہ باقی رہنے والی بہترین زندگی آخرت کی ہے، بس اسی میں وہ خیال کیا کرتا تھا تو یہ ہی لڑکا جو سولہ سترہ سال کا تھا۔

ہارون رشید کے بیٹے کی کرامت

ایک دن خلیفہ کا دربار لگا ہوا تھا امراء، وزراء سارے اپنے اپنے مراتب کے اعتبار سے کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے، دربار لگا ہوا تھا، اچانک یہ بچہ یہ شہزادہ، اسی فقیرانہ لباس میں کمبل اوڑھے ہوئے کمبل کا تہبند پہنے ہوئے دربار میں داخل ہوا، جب داخل ہوا تو قریب جو وزیر بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں جو بادشاہ کو بدنام کرتے ہیں اس نوجوان نے سن تو لیا لیکن خاموش رہا۔

پھر وہ کہتا ہے وزیر کہ آپ بھی اپنے بھائی مامون اور امین کی طرح شہزادوں کی طرح رہتے، بادشاہ کی بھی عزت ہوتی، آج یہ شخص اس طرح کے لباس کی وجہ سے بادشاہ کی بے عزتی کا سامان بنا ہوا ہے۔ یہ سن کر خاموش ہے، اس کے بعد ساتھ والا وزیر تھا اس نے یہ بات سنی اس نے ساتھ والے وزیر سے بات کی، بات چلتے چلتے خلیفہ ہارون رشید تک پہنچی۔ خلیفہ ہارون رشید نے کہا کہ اے شہزادے کیا لباس کی کمی ہے تمہارے پاس؟ امین اور مامون تمہارے چھوٹے بھائی کس طرح شہزادوں کی طرح رہتے ہیں تو بھی یہ فقیرانہ لباس چھوڑ کر شہزادوں کا لباس پہن، تمہاری بھی عزت ہو، میری بھی عزت ہو، یہ دُنیاوی معیار سے بات کر رہا تھا، دُنیاوی معیار اور ہے اور اللہ والوں کا معیار اور ہے۔ یہ نوجوان، یہ شہزادہ یہ سولہ سترہ سال کی عمر والا فقراء اور اللہ کے مقبولوں کا صحبت یافتہ صائم النہار و قائم اللیل۔ رات کو جاگنے والا، دن کو روزہ رکھنے والا، بادشاہ کی یہ بات سن کر ایک دفعہ بادشاہ کی طرف دیکھا، پھر ادب کے ساتھ نیچے سر جھکا لیا، والد ہیں، والد کی بے ادبی نہ ہو جائے، والد نے دُنیاوی معیار سے ڈانٹا ہے، کاش! یہ والدین کے معیار سے ڈانٹتے تو آج اس کو اپنی رسوائی کا سبب نہ سمجھتے، دل میں افسوس ہوا، افسوس یہ ہے کہ میرا ابا دُنیاوی معیار سے

ڈانٹ رہا ہے، میرے ابا کو یہ معلوم نہیں کہ زندگی کو موت سے پہلے غنیمت سمجھنا چاہیے، یہ موت آنے والی ہے، نہ معلوم کب آ جائے، اب اس کے دل میں خیال آیا کہ یہ میری جو زاہدانہ زندگی ہے، میری یہ اللہ کی عبادت میں گزرنے والی زندگی ہے، اس معیار کو بھی کچھ بتا دیا جائے، یہ خیال کر کے اوپر نظر کی، اوپر ایک پرندہ بیٹھا ہوا تھا، اس پرندہ کو کہا تجھے تیرے پیدا کرنے والے کی قسم! تو میرے ہاتھ پر آ کر بیٹھ جا، پرندہ فوراً اُڑا اور اس شہزادہ کے ہاتھ پر آ کر بیٹھ گیا۔ کافی دیر تک بیٹھا رہا، پھر اس شہزادے نے کہا کہ تجھے تیرے پیدا کرنے والے کی قسم! تو واپس چلا جا وہیں جا کر بیٹھ جا۔ چنانچہ واپس چلا گیا۔ گویا کہ اشارہ میں ہی بتا دیا بادشاہ کو کہ تمہاری بھی حکومت ہے اور اللہ والوں کی بھی ایک حکومت ہوتی ہے جو پرندوں پر بھی چلتی ہے، انسانوں پر بھی چلتی ہے، تم خالی انسانوں کی طرف اس حکومت کو منسوب کر کے اپنے آپ کو بڑا سمجھ رہے ہو، پھر اس پرندہ کو مخاطب کیا کہ اے پرندے! تو اب بادشاہ کے ہاتھ پر بیٹھ جا لیکن پرندہ نہیں اُڑا، وہیں کا وہیں بیٹھا رہا، پھر اس نوجوان شہزادے نے کہا کہ ابا جان! آپ نے دیکھ لیا یہ جو امیر وزراء بیٹھے ہوئے ہیں یہ آپ کے خوف کی وجہ سے آپ کی عزت کرتے ہیں، آپ سے لالچ ہے ان کو اس وجہ سے آپ کی عزت کرتے ہیں، آپ سے کچھ اُمیدیں وابستہ ہیں، جس کی وجہ سے عزت کرتے ہیں۔ ایک ادنیٰ پرندہ وہ میرے ہاتھ پر آ کر بیٹھ گیا، آپ کے ہاتھ پر کیوں نہیں آ کر بیٹھتا؟ پھر نہایت ادب سے عرض کیا، ابا جان! چونکہ آپ کو میری وجہ سے اپنی بے عزتی محسوس ہوتی ہے آپ کو ذلت محسوس ہوتی ہے، اس واسطے بہتر یہ ہے کہ اگر میں آپ کے گھر میں نہ رہوں میں باہر چلا جاتا ہوں، بادشاہ ہارون رشید کو یہ معلوم تھا کہ بات جو بھی کرتا ہے یہ پکی اور سچی کرتا ہے اور پکی اور سچی بات سے ہٹتا بھی نہیں ہے۔

شہزادے کا فکرِ آخرت

چنانچہ بادشاہ کے دل میں یہ بات کھٹکی کہ واقعی دُنیا کی زندگی کو ہمیں ترجیح نہیں دینی چاہیے، دُنیا کی زندگی کو مرنے سے پہلے غنیمت سمجھ لینا چاہیے، بات کھٹکی دل کے اندر لیکن ایک معیار بنا ہوا تھا، اس معیار سے نیچے اُترنا ذرا مناسب معلوم نہ ہوا اس کو، اس شہزادے نے جب یہ کہا ابا جان سمجھ گئے اب یہ رہے گا نہیں یہ اپنی زاہدانہ زندگی اپنی اللہ کی عبادت والی زندگی، اسی میں زندگی بسر کرے گا۔ چنانچہ یہ شہزادہ گھر گیا، گھر سے جا کے ایک مصلّی لیا اور ایک قرآن مجید کی چھوٹی حمائل شریف کی خلیفہ ہارون رشید نے اس کی والدہ کو اشارہ کیا کہ معلوم نہیں شہزادہ جا تو رہا ہے پتا نہیں کیسے کیسے حالات اس کو پیش آئیں۔ ایک قیمتی انگوٹھی دے دو اس کو تا کہ جب کوئی ضرورت پڑے شدید، اس کو بیچ کر گزارہ کچھ نہ کچھ تو کر سکے، اس کی والدہ نے اس کو یہ قیمتی بڑی بیش قیمت انگوٹھی دے دی، یہ بغداد سے چلتے چلتے چلتے بصرہ جا کر پہنچے، بصرہ جا کر مزدوروں کا کام شروع کیا، ہفتہ میں ایک دن مزدوری کرتا تھا یہ شہزادہ، اور چھ دن اس کو کھاتا تھا اور اللہ کی عبادت میں مشغول رہتا تھا۔ اس زمانے میں بصرہ میں ایک تھے ابو عامر، ان بزرگوں کی ایک دیوار ٹوٹ گئی، مکان کی، ایک دیوار گر گئی، مزدور کی تلاش میں اس جگہ پہنچے جہاں مزدور بیٹھا کرتے تھے، جا کر مزدوروں کو دیکھتے دیکھتے دیکھتے ایک کنارے پر دیکھتے ہیں ایک نوجوان عبادت کے آثار اس کے چہرے سے نمایاں ہیں اور بڑا حسین چہرہ ہے خوبصورت لڑکا ہے مصلی بچھایا ہوا ہے قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہے اور مزدوری کے اوزار آگے زنبیل میں رکھے ہوئے ہیں۔ ان کے دل میں خیال آیا ایسا نیک مزدور کہاں

سے ملے گا اس سے ہی پوچھیں، اس سے کہا کہ بھائی مزدوری کرو گے؟ کہا کہ ہاں چچا جان! اس کے لیے تو میں بیٹھا ہوا ہوں، کیا کام ہے تمہارا، ابو عامر بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میری دیوار گر گئی ہے اس دیوار کو بنانا ہے۔ انہوں نے کہا میں تیار ہوں لیکن میری شرط یہ ہے کہ میں سارا دن کام کرنے کے بعد ایک درہم اور ایک دانق لوں گا، اس سے کم لوں گا نہ اس سے زیادہ لوں گا اور جب نماز کا وقت آئے گا نماز پڑھوں گا، یہ شرط اگر آپ کو منظور ہے تو میں جانے کے لیے تیار ہوں۔ انہوں نے کہا مجھے منظور ہے، اپنے گھر لے گئے اس نوجوان کو کہا کہ یہ پانی کی جگہ ہے پانی لے لو، یہ مٹی لے لو، یہ اینٹیں کھڑی ہوئی ہیں، سارا کام بتا کے چلے گئے، جب شام کو واپس آئے تو دیکھا کہ اس مزدور نے اتنا کام کیا ہے، اتنا کام کیا ہے، اتنا کام کیا ہے کہ دس آدمیوں کے برابر کام کر لیا، یہ شخص بڑا حیران ہوا اور بجائے ایک درہم اور ایک دانق دینے کے اس کو دو درہم دینے چاہے، اس نے کہا چچا جان! میں نے جتنی مزدوری ٹھہرائی ہے اتنی لوں گا اس سے زیادہ نہیں لوں گا۔ وہ بے چارا مجبور ہو گیا ایک درہم اور ایک دانق دیا اور وہاں سے چل پڑا، اب ان کے دل میں خیال آیا کہ ایسا مزدور کہاں مل سکتا ہے، دوسری دیوار ہے اس کو بھی لگے ہاتھ کروالیں۔

چنانچہ دوسرے دن صبح گئے اسی مزدوروں کی جگہ پر سارا دیکھا بھالا تو معلوم ہوا کہ وہ مزدور نہیں ہے، مزدورں سے پوچھا کہ بھئی وہ جو ایک مزدور یہاں بیٹھتا تھا وہ کہاں ہے؟ ان مزدوروں نے کہا کہ چچا جان! وہ تو ہفتہ میں صرف ایک ہفتہ کے دن آتا ہے اور باقی جمعہ، ہفتہ، اتوار، پیر، منگل، بدھ، جمعرات، جمعہ یہ چھ دن نہیں آتا۔ بس ایک دن کی مزدوری سے چھ دن کا گزارہ کر لیتا ہے اور رات دن اللہ کی عبادت میں لگا رہتا ہے، اب تو وہ ہفتہ کے دن آئے گا، ان کا کام چونکہ بڑی جلدی اور آسانی

سے ہو گیا تھا اس لیے کہا اچھا ہفتہ کے دن پر ملتوی رکھتے ہیں۔ ہفتے کے دن آئے گا پھر کام کرائیں گے۔ چنانچہ ہفتہ کے دن گئے اور جا کر دیکھا کہ وہ مزدور پھر اسی حالت میں بیٹھا ہوا تھا، مصلیٰ بچھایا ہوا، حمائل شریف سے قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہے، انہوں نے جا کے ویسے ہی پوچھا کہ مزدوری کرو گے؟ انہوں نے کہا اسی کے لیے تو بیٹھا ہوا ہوں، پھر کہا کیا کام کرانا ہے؟ کہا میری دوسری دیوار ہے اس کو بنانا ہے، انہوں نے پھر وہ ہی کہا کہ میں صرف ایک درہم اور ایک دانق لوں گا اور زیادہ نہیں لوں گا اور دوسری شرط یہ ہے کہ نماز کے اوقات میں نماز پوری طرح ادا کروں گا۔ آج یہ ہمارا حال بھی تو ہے کہ دیکھئے نمازیں جا رہی ہیں، جماعتیں جا رہی ہیں، قضاء ہو رہی ہیں، ہمیں کچھ پروا نہیں ہے، ان کو اپنی آخرت کی فکر تھی، چنانچہ ساتھ لے گئے۔
ابو عامر بصری رحمۃ اللہ علیہ جا کر مٹی پانی کی جگہ اینٹیں سب دکھا دیں اور کہا کہ میں جاتا ہوں تم کام کرو لیکن ان کے دل میں خیال آیا کہ ایک آدمی دس آدمیوں کے برابر کام کیسے کرتا ہے؟ ایسی جگہ چھپ کر بیٹھ گئے کہ جہاں وہ مزدور دیکھ نہیں سکتا تھا، ان کو دیکھتے ہیں، کیا دیکھتے ہیں کہ اس مزدور نے اس نوجوان نے، پانی مٹی میں ڈالا، گارا بنایا اور گارا بچھایا، اینٹوں کے لیے اور دیکھتے کیا ہیں کہ اینٹیں خود بخود اٹھ کے برابر لگتی چلی جا رہی ہیں، لائن لگتی چلی جا رہی ہے، سارا کام پورا ہو گیا، پھر اس نوجوان نے دوبارہ گارا بچھایا، پھر باقی اینٹیں ایک ایک کر کے خود لگتی چلی جا رہی ہیں، ساری اس طرح دیوار بن گئی۔ ابو عامر بصری رحمۃ اللہ علیہ کو خیال آیا یہ تو بڑا اونچا اللہ کا ولی معلوم ہوتا ہے۔ اب جب شام کے وقت فارغ ہوئے تو انہوں نے بجائے پچھلی دفعہ دو درہم تھے، اس دفعہ تین درہم پیش کیے، انہوں نے انکار کر دیا جو مزدوری میں نے ٹھہرائی ہے اس سے زیادہ نہیں لوں گا، بس ایک درہم اور ایک دانق لے کر چل دیئے۔

اب تو ان کو معلوم ہو گیا کہ ہفتہ کے دن ہی آتا ہے اور ان کی کرامت دیکھی، اُن کی نماز پڑھنے کا دیکھا، ان کے حالات عبادت کے ان کے دل میں خیال آیا یہ تو بزرگ آدمی ہیں، ان کی زیارت کرنی چاہیے، اب کام تو ہو چکا تھا صرف زیارت کی غرض سے اگلے ہفتے تیسرے ہفتہ پہنچے جا کر دیکھا تو مزدور نہیں تھا وہ نوجوان نہیں تھا، پوچھا بھئی وہ نوجوان کہاں ہے؟ جو ہفتے کے دن آیا کرتا تھا، کہا جی وہ تو بیمار ہے اور موت کی حالت میں ہے۔ انہوں نے ایک مزدور کو مزدوری دی کہ مجھے وہاں پہنچاؤ، دور جنگل میں پہنچے ایک ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی بنی ہوئی تھی وہاں وہ شہزادہ نوجوان بے بسی کی حالت میں پڑا ہوا ہے۔

شہزادے کا سفرِ آخرت اور وصیت

ہمارے آپ کے نزدیک بے بسی کی حالت میں تھا اللہ کے نزدیک بڑے اونچے مقام پر تھا، اس نوجوان کو کوئی غم نہیں تھا، ہمیں آپ کو دیکھنے سے غم معلوم ہوتا ہے۔ ابو عامر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کی یہ حالت دیکھ کر میں نے اس کا سر اُٹھا کر اپنی گود میں رکھا اور میں نے اس کو سلام کیا، اس نے تھوڑی سی آنکھیں کھولیں، فرمایا جو میں نے معلوم کیا تو اس نے وعلیکم السلام کہا اور یہ فرماتے ہیں ابو عامر بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اس کا حال دیکھ دیکھ کر بڑا میرا دل متاثر ہو رہا تھا اور میں رو رہا تھا، روتے روتے کچھ آنسو اس کے چہرے پر پڑے، اس نے پھر آنکھیں کھولیں کہ اے ابو عامر! کیوں رو رہے ہو؟ کہنے لگے کہ بیٹا! آپ کا یہ حال دیکھ کر مجھے ترس آ رہا ہے، کہنے لگے چچا جان! یہ دُنیا چھوڑنے کی جگہ ہے، یہ دُنیا رہنے کی جگہ نہیں ہے، یہاں جیسی بھی گزر جائے گزر جائے کل کو آخرت میں کیا بنے گا؟ قبر میں کیا بنے

گا؟ اس کا فکر کرنا چاہیے اور پھر کہا اے ابو عامر! آپ بڑے اچھے موقع پر آئے ہیں، آپ اگر مہربانی کریں تو جو میری وصیت ہے اس پر عمل کریں، میرا اندازہ یہ ہے کہ اب میرا وقت آخری ہے، میں اس سوچ میں ہوں کہ میرا وقت آخری ہے، جب میرا انتقال ہو جائے تو آپ ایسے کرنا یہ جو میری زنبیل ہے اور یہ جو میری چادر ہے یہ تو قبرستان میں جو قبر کھودنے والا ہے اس کو مزدوری میں دے دینا اور مجھے ان ہی دونوں کپڑوں میں پرانے کپڑوں اس ہی میں دفن کر دینا۔ ابو عامر رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ میں آپ کو جس طرح حکم ہے شریعت کا اچھے صاف لٹھے میں نئے لٹھے میں کفن دوں گا۔ انہوں نے کہا نہیں چچا جان! اچھے کفن سے کیا ہوگا؟ وہاں تو اعمال کا سارا حساب ہوگا، بہترین سے بہترین کفن آپ دیں گے، اعمال خراب ہوئے پھر کیا ہوگا؟ اس لیے میری وصیت یہ ہی ہے کہ مجھے ان ہی کپڑوں میں دفن کرنا اور اے چچا جان! یہ میری انگوٹھی ہے اور یہ حمائل ہے یہ آپ جب مجھے اپنے ہاتھوں سے غسل دے لیں مجھے کفنا کر دفنا دیں تو پھر یہ حمائل اور انگوٹھی آپ بغداد جانا خود جانا، اور خلیفہ ہارون الرشید کے سامنے خود پیش کرنا اور ان کو میرا اسلام دینا، کہ ایک غریب الوطن مسافر نے آپ کو سلام عرض کیا ہے اور یہ آپ کی امانت آپ کے سپرد کی ہے اور یہ پیغام دیا ہے کہ زندگی ختم ہونے والی ہے مرنے سے پہلے زندگی کو غنیمت سمجھ لو، ورنہ زندگی ختم ہو جائے گی، پھر پچھتانا پڑے گا۔ یہ ابو عامر بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے شہزادے کی وصیت پر پوری طرح عمل کیا۔ شہزادے کو غسل دیا، جس طرح انہوں نے کہا انہی کے کپڑوں میں انہیں دفن کیا اور ان کی حمائل اور انگوٹھی لے کر میں بغداد چلا، جس دن میں بغداد پہنچا ہوں تو خلیفہ ہارون رشید کا جلوس نکل رہا تھا، میں نے دیکھا جس راستے میں جلوس نے جانا تھا وہاں میں کھڑا ہوگیا، دیکھا کہ ایک ہزار

نوجوان ہتھیاروں سے لیس یہ فوجی دستہ گزر رہا ہے پیدل، پھر ایک ہزار سانڈنی سوار آئے اس طرح مختلف دستے آئے، ایک ایک دستہ ایک ایک ہزار کا تھا، دس دستے گزر گئے اس کے بعد خلیفہ ہارون الرشید کی سواری آئی، وہ ہاتھی کے اوپر سوار بیٹھا ہوا جب اس کی سواری قریب آئی میں نے تھوڑے اونچے مقام پر ہو کر کہا۔

ہارون رشید کیلئے نیک بیٹے کی وصیت

اے خلیفہ ہارون رشید! آپ کو میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کا واسطہ دیتا ہوں کہ میری بات ضرور سن کے جائیے گا، وہ حیران کہ کون کہتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کا واسطہ دیتا ہے۔ یہ قریبی ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چنانچہ انہوں نے پردہ ہٹا کر دیکھا تو انہوں نے سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ یہ آپ کی امانت ہے اب بادشاہ سمجھ گیا بادشاہ نے سارا جلوس کا پروگرام منسوخ کیا اور اپنے محل میں ان کو لے گیا، تنہائی میں کہنے لگا، ان سے بات چیت کی کہا کہ بے شک یہ میرے بیٹے کی حمائل ہے میرے بیٹے کی انگوٹھی ہے جو چلتے ہوئے اس کو اس کی ماں نے دی تھی تم مجھے اس کا حال بتاؤ، انہوں نے سارا حال سنایا۔ اب خلیفہ صاحب رو رہے ہیں، ٹپ ٹپ آنسو گر رہے ہیں، اس نے جاتے ہوئے جو الفاظ کہے وہ یاد آ رہے ہیں کہ زندگی کو مرنے سے پہلے غنیمت سمجھ لو ورنہ پچھتانا پڑے گا۔ انہوں نے وہ ہی پیغام سارا آ کر دے دیا کہ انہوں نے انگوٹھی دی ہے اور تمہیں پیغام دیا ہے کہ ابا جان! یہ زندگی ختم ہونے والی ہے جتنے دن زندگی کے ملے ہوئے ہیں اس میں تیاری آخرت کی کر سکتے ہو ورنہ پچھتانا پڑے گا۔ خلیفہ ہارون رشید نے ابو عامر بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ وہ

مزدوری کرتا تھا؟ کہا جی ہاں، کہا تم نے بھی کام کروایا؟ کہا جی ہاں میں نے بھی کام کروایا، تم کو خیال نہ آیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والی قرابت داری والا یہ لڑکا تھا اس سے تم نے کام لیا ہے؟ کس بے بسی میں پڑا ہوا تھا اس سے تم نے کام لیا؟ ان ابو عامر بصری رحمۃ اللہ علیہ نے رو کر عرض کیا حضور مجھے کچھ علم نہیں تھا، آخری وقت میں جب اس نے مجھے وصیت کی تھی اور وصیت کرتے کرتے جب آخری سانس میں زور سے کلمہ شریف پڑھا تھا اور مجھے کہا تھا بادشاہ کو دینی ہیں یہ چیزیں اس وقت پتا لگا کہ یہ شہزادہ ہے۔ اگر مجھے پہلے پتا ہوتا میں کیسے کام کراتا۔ اب خلیفہ ہارون رشید رو رہے ہیں، رو رہے ہیں اور پھر ابو عامر بصری رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا، کیا ہو سکتا ہے کہ تم مجھے اپنے ساتھ لے چلو اس کی قبر پر، میں اس کی قبر کی زیارت کرلوں۔ چنانچہ چلتے چلتے چلتے چلتے خلیفہ ہارون رشید ابو عامر بصری رحمۃ اللہ علیہ بصرہ پہنچے، قبرستان لے گئے، بتایا کہ یہ ہے شہزادہ جس کی قبر ہے یہ آپ کا لڑکا ہے۔ اب خلیفہ رتے روتے بیہوش ہو گئے جب ہوش آیا تو روتے روتے کہہ رہے ہیں اے بیٹا! تم نے اپنی زندگی کامیاب کرلی جو تو کہتا تھا بالکل سچ کہتا تھا اس میں کوئی شک نہیں کہ زندگی کو موت سے پہلے غنیمت سمجھنا چاہیے، میں دھوکے میں ہوں، آج سے ان شاء اللہ میں بھی زندگی میں تیاری کرنا شروع کردوں گا تا کہ میری بھی آخرت سدھر جائے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کو ذہن نشین رکھنا چاہیے، موت سے پہلے موت سے پہلے زندگی کو غنیمت سمجھنا، بڑھاپے سے پہلے جوانی کو غنیمت سمجھنا، بیماری سے پہلے تندرستی کو غنیمت سمجھنا اور مال داری سے تنگ دستی سے پہلے مال داری کو غنیمت سمجھنا اور مشغولیت سے پہلے فراغت کو غنیمت سمجھنا۔

خواب میں شہزادے کی زیارت

جب یہ سارے کام کر چکے ابو عامر بصری رحمۃ اللہ علیہ تو خواب میں دیکھا کہ وہ ہی شہزادہ جنت میں پھر رہا ہے۔ بڑے عالی شان مکانات اور محلات ہیں، بڑا عالیشان لباس اوڑھے ہوئے ہیں، بڑا اعزاز واکرام اس کا ہو رہا ہے اور ابو عامر کہتے ہیں مجھے اس بچے نے کہا اے چچا! آپ نے میری وصیت بالکل پوری کرلی ہے، آپ کا میں بڑا احسان مند ہوں اور اے چچا! آپ میری طرح زندگی بسر کرو آپ کو بھی اس طرح کا اعزاز واکرام ہوگا جس طرح میرا ہو رہا ہے۔ فرمایا یہ دُنیا چند روزہ ہے آج نہیں کل، کل نہیں پرسوں، اس دُنیا کو چھوڑ کے جانا ہے، جو محل والے ہیں محل کو چھوڑ دیں گے، باغات والے جائیداد والے، سب کچھ چھوڑنا پڑے گا، گھر میں لاکھوں روپے پڑے ہیں سب کو چھوڑنا پڑے گا۔ جب جان آخری وقت نکلنے والی ہوتی ہے آپ اس کے پاس کروڑوں روپے کے نوٹوں کی دستیاں لا کر ہاتھ پر رکھ دو کہ یہ آپ کی مرغوب چیز تھی، اب کہے گا بیکار ہے، اس کو چھوڑ دو، مجھے ضرورت نہیں ہے، مجھے آخرت کی فکر پڑی ہوئی ہے، آپ بہترین کھانے جو زندگی میں کھایا کرتا تھا، فرماتے ہیں کہ پیش کرو یہ کھانے حاضر ہیں کچھ نہیں، بہترین خدام پیش کرو، کچھ نہیں، کسی کی ضرورت نہیں، کیونکہ آخرت کی حقیقت واضح ہو رہی ہے، سامنے آ رہی ہے، اس کو کچھ دلچسپی نہیں کسی سے، اسی طرح آج بھی اللہ تعالیٰ جو ہماری قسمت میں روپیہ دیں، پیسہ دیں، جائیداد دیں، اولاد دیں، مکانات دیں جو آپ کی قسمت میں ہیں بے شک اس کو رکھے گا لیکن اس سے دل نہیں لگائیے گا، دل نہ لگانے کا مطلب یہ ہے کہ اس آخرت کے مقابلے میں یہ محبت مغلوب ہو، آخرت کی محبت غالب ہے،

آخرت کی فکر رہنا چاہیے، یہ نہیں کہ انسان میں محبت ہر چیز کی ہوتی ہے، پیسہ کی محبت ہے، بیوی کی محبت ہے، بچوں کی محبت ہے، بھائیوں کی محبت ہے، والدین کی محبت ہے لیکن یہ محبت مغلوب ہو، اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہو، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت غالب ہو، فکرِ آخرت غالب ہونی چاہیے، اس چیز کا سوال کیا جارہا ہے، اس واسطے یہ زندگی گزر رہی ہے، یہ لمحات بڑے قیمتی جارہے ہیں، اس کی قدر اس وقت ہوگی جب قبر میں انسان پہنچ جائے گا جب عمل منقطع ہوجائے گا۔

اس زندگی کے لمحات بڑے قیمتی ہیں

ایک شخص کو کشف قبور ہوتا تھا اس نے دیکھا کہ قبر کے اندر ایک بزرگ ہیں، کلام مجید کی تلاوت کررہے ہیں، پوچھا کہ یہ آپ کو کیسے انعام ملا؟ کہنے لگے مجھے قرآن مجید کا بڑا شوق تھا، اس واسطے میں اس کی تلاوت میں دُعا کیا کرتا تھا، اللہ تعالیٰ نے یہ دُعا قبول کی اور قبر میں بھی مجھے یہ قرآن مجید عطا فرمایا گیا، میں پڑھ رہا ہوں تو فرمایا کہ میں تینتیس (۳۳) ہزار قرآن مجید پڑھ چکا ہوں لیکن صرف یہ تلذذ کے لیے ہے چونکہ میری اس سے رغبت تھی دل تھا کہ قرآن مجید پڑھتا رہوں، اب مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ انعام دیا ہے لیکن اس کی وجہ سے ایک ذرہ بھی میرا درجہ بلند نہیں ہوا اور آپ جہاں دُنیا میں اس وقت موجود ہو آپ ایک دفعہ اللہ کہہ لو ایک دفعہ الحمدللہ کہہ لو، ایک دفعہ سبحان اللہ پڑھ لو، ایک دفعہ بسم اللہ پڑھ لو، آپ کے کتنے درجے بلند ہو جائیں گے؟ دُنیا چھوڑنے کے بعد درجات بلند نہیں ہوتے، ترقی نہیں ہوتی، ترقی دُنیا کے اندر ہوتی ہے، اس واسطے اس زندگی کے لمحات کو تم معمولی نہ سمجھو، بڑا گراں قدر سمجھو اور آخرت کی تیاری کرلو۔

تو یہ لمحات جو گزر رہے ہیں بڑے قیمتی گزر رہے ہیں اس دُنیا کی زندگی کے اندر بڑے مخلوق خدا کی خدمت کی جاسکتی ہے، اپاہجوں کی، محتاجوں کی، مسکینوں کی، اپنی عبادات کرسکتے ہیں، کارہائے خیر میں خرچ کرسکتے ہیں، کارہائے خیر میں حصہ لے سکتے ہیں، ہر طرح سے آپ کام کرسکتے ہیں، اس وقت کی زندگی کو بڑا غنیمت سمجھنا چاہیے، اللہ تعالیٰ جل شانہ ہمیں فکرِ آخرت نصیب فرمائیں اور آخرت کی تیاری میں ہمہ تن مصروف فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

”دُنیا سے دل نہ لگاؤ“

خطبہ مسنونہ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤۡمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّاٰتِ اَعۡمَالِنَا. مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ. وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ. وَنَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ. وَنَشۡھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِیۡعَنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡرًا کَثِیۡرًا.

اَمَّا بَعۡدُ: فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

بَلۡ تُؤۡثِرُوۡنَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا ۞ وَالۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ وَّاَبۡقٰی ۞

تمہید

اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ جل شانہ ایک شکایت کرتے ہیں، ایک گلہ کرتے ہیں، سمجھاتے ہیں کہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو جو فنا ہونے والی ہے، ختم ہونے والی ہے، ناقص ہے، یہ خالص بھی نہیں ہے اور جو خالص ہے فائدے والی ہے، ہمیشہ رہنے والی ہے آخرت، اس کا تم خیال نہیں کرتے ہو۔ تم سے پہلے کتنے لوگ اس دُنیا کو چھوڑ کے چلے گئے، تم نے بھی چھوڑنا ہے اور آخرت کی زندگی گزارنی ہے، اس کے لیے انتظام کرنا چاہیے۔ یہ تو نہیں کہ دُنیا کی چیزوں میں لگ کر اللہ کو بھول جاؤ، اپنی قبر کو بھول جاؤ، حشر کے میدان کو بھول جاؤ، جتنی منزلیں آنے والی ہیں ان کو بھول جاؤ، یہ نہیں کرنا چاہیے اسی کی شکایت ہے۔

دُنیا کمانا برا نہیں اس سے دل لگانا برا ہے

دُنیا کمانے کو تو کوئی منع نہیں کرتا ہے، دُنیا کو دل لگانے سے منع کیا جاتا ہے، ایسا دل لگائے، ایسا دل لگائے کہ حلال، حرام جائز ناجائز کی پروا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ناراض ہوں پروا نہیں، خیال ہی نہیں کرتا انسان، اس کی شکایت کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں تم ہمارے فرمانبردار بن کے رہو، ہم نے تم کو پیدا اس لیے کیا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت اور اپنی معرفت کے لیے پیدا کیا ہے۔ ایک بزرگ اس کو اس عنوان سے بیان کرتے ہیں کہ بنی آدم علیہ السلام کے پیدا کرنے کا مقصد صرف ایک ہے صرف ایک ہے کہ اللہ کو راضی کرو۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ آئے تو ہیں ہم یہاں اللہ کو راضی کرنے کے لیے اور سارے ناراضگی کے سامان یہاں اکٹھے کر لیے، وقت بڑی جلدی گزرتا جارہا ہے، دن راتیں گزرتی جارہی ہیں، مہینے سال گزرتے جارہے ہیں،

اب ایک دن، مہینہ، سال، ایک وقت وہ آئے گا کہ ہمارا سانس بھی چلا جائے گا۔ اگر اس دُنیا میں آکے انسان نے آخرت نہ بنائی، اللہ کے ساتھ یاری نہ لگائی، اللہ کے ساتھ تعلق پیدا نہ کیا تو پھر زندگی ہیچ ہے۔ اسی کو اگلے دن عرض کیا تھا کہ ہر جستجو عبث، کوئی بھی کام کرو فضول ہے بے کار ہے، ہر جستجو عبث جو تیری جستجو نہ ہو۔ اے اللہ! اگر آپ کی مرضی کے مطابق نہ کیا، آپ کی مرضی کے خلاف کیا جو کام بھی کیا آپ کی مرضی کے خلاف کیا تو جستجو بے کار ہے۔

ہر جستجو عبث جو تیری جستجو نہ ہے
وہ دل سنگ وخشت ہے جو تیری آرزو نہ ہو

(وہ پتھر ہے دل، جس دل کے اندر اللہ آپ کی خواہش نہ ہو، آپ کی فرمانبرداری کا مادہ نہیں ہے، آپ کی تابعداری کا مادہ نہیں ہے، آپ کو راضی کرنا نہیں چاہتا وہ دل پتھر ہے۔)

اُس زندگی پہ خاک جو تیرے لیے نہ ہو

اسی کو حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سالہا تو سنگ بودی دلخراش
آزمودن را یک زمانے خاک باش

(برسوں گزر گئے پتھروں بنا کے رکھا تو نے)

سالہا تو سنگ بودی دل خراش
آزمودن را یک زمانے خاک باش

(ارے آزمانے کے لیے تکبر کو چھوڑو، پتھر دل کو توڑو اور مٹی بناؤ تواضع اختیار کرو، اللہ کے ہو جاؤ۔)

سالہا تو سنگ بودی دلخراش
آزمودن را یک زمانے خاک باش

حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ نصیحت کرنے کے ساتھ مثال دیتے ہیں یا پہلے مثال دیتے ہیں یا بعد میں دیتے ہیں۔ جب نصیحت کرتے ہیں تو فرماتے ہیں:

در بہاراں کے شود سرسبز سنگ
خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

(بارش ہو رہی ہے، بہار کا موسم ہے، کبھی تم نے یہ دیکھا ہے پتھر میں سے گل وگلزار نکلے ہوں۔ جہاں بھی نکلیں گے مٹی ہو گی وہاں سے گل وگلزار نکلیں گے، تو اے پتھر دل انسان اپنے آپ کو مٹی بنا، پستی کر، تواضع کر، اللہ کا ہو جا، اللہ کو بنا پھر گل وگلزار نکلیں گے۔)

در بہاراں کے شود سرسبز سنگ
خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ
ہر جستجو عبث جو تیری جستجو نہ ہو
وہ دل سنگ وخشت ہے جو تیری آرزو نہ ہو
وہ قلب رائیگاں ہے نہ ہو جس کو تیری تلاش

(جو دل گناہوں میں پھنسا ہوا ہو، نافرمانی میں ڈوبا ہوا ہو، بے کار باتوں میں لگا ہوا ہو، وہ بے کار ہے دل، وہ قلب رائیگاں ہے۔)

وہ قلب رائیگاں ہے نہ ہو جس کو تیری تلاش
اس زندگی پہ خاک جو تیرے لیے نہ ہو

مقابلہ کر رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے تم کو اپنے لیے پیدا کیا اور تم غیروں کے ہو گئے ہو۔ جہاں غیر ملتے ہیں تم وہیں جاتے ہو، جہاں گناہ ملتا ہے اس طرف چلے جاتے ہو تم مجھے چھوڑ جاتے ہو۔

وہ قلب رائیگاں ہے نہ ہو جس کو تیری تلاش
اس زندگی پہ خاک جو تیرے لیے نہ ہو

مقصدِ زندگی اللہ کو راضی کرنا ہے

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ اولادِ آدم علیہ السلام کے پیدا کیے جانے کا مقصد صرف ایک ہے، صرف ایک ہے، کہ اللہ کو راضی کرے، جو دنیا میں آیا اللہ کو راضی نہ کیا، اس نے زندگی تباہ کر دی، برباد کر دی، بے کار کر دی، تو اسی کی شکایت فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کہ دنیا کی زندگی کو یعنی گناہوں والی باتوں کو تم ترجیح دیتے ہو اور نیکی والی باتوں کو چھوڑ دیتے ہیں، عذاب والی باتوں کو اختیار کرتے ہو اور نجات والی باتوں کو اختیار نہیں کرتے ہو، دوزخ کی تیاری کر رہے ہو، جنت کو بھول گئے ہو، میں تمہارا خیر خواہ ہوں، میں نے تم کو بنایا ہے، میں چاہتا ہوں کہ تم جنت میں جاؤ، آرام میں جاؤ، سکھ لو۔ میں نے اسی لیے یہاں پیغمبر، رسول بھیجے، کتابیں بھیجی ہیں لیکن تم اپنی مرضی کر رہے ہو۔

تو انسان اللہ کا ہو جاتا ہے اس دُنیا میں رہ کے دُنیا کو اللہ کے حکم کے مطابق استعمال کرتا ہے تو وہ اللہ والا ہو جاتا ہے، دُنیا میں رہ کے کھیتی باڑی کرے، ملازمت کرے، تجارت کرے جو مرضی کرے، لیکن اللہ کے حکم کے مطابق کرے، تو اللہ والا ہو جاتا ہے، اللہ کے احکام مانے، اللہ والا ہے۔

چیست دنیا از خدا غافل بُدن

دُنیا کس کو کہتے ہیں؟ جو چیز بھی آپ کو اللہ کی یاد سے غافل کر دے۔

نے قماش ونقرہ وفرزند وزن

ذریعۂ روزگار دُنیا نہیں ہے، سونا چاندی دُنیا نہیں ہے، یہ بچے دُنیا نہیں ہیں، ہاں! بیوی بچے ہوں، سونا چاندی ہو یا آپ کی ملازمت ہو، کاروبار ہو وہ آپ کو غافل کردے پھر وہ دُنیا بن جاتی ہے۔ اس واسطے وہ انسان جو دُنیا میں رہ کر سارے کام کر کے اس میں نیت کرتا ہے میرا اللہ راضی ہو جائے، اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کرتا ہے وہ دُنیا

دار نہیں وہ دیندار ہے، وہ نیک ہے، اللہ والا ہے، اللہ والا وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہو، جس کے دل میں اللہ ہو، جس کے دل میں اللہ کی قدر ہو، وہی اللہ والا ہوتا ہے۔

ایک بزرگ کا عجیب واقعہ

اللہ والوں کا حال بڑا عجیب ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں جس کوچے میں یار مل جائے، ہمارے لیے وہی کوچہ ٹھیک ہے۔ تم باغ و بہار دُنیا کا دیکھتے ہو، اللہ والے فرماتے ہیں جس کوچے میں جس جگہ اللہ تعالیٰ مل جائیں وہی ہمارے لیے بہتر ہے۔

لاہور میں ایک بزرگ تھے، پہلے امرتسر رہتے تھے۔ عبدالمجید ایک شخص تھے بڑے نیک، عبدالمجید کہتے ہیں ان بزرگ نے مجھے فرمایا کہ چلو بھائی اللہ کے پاس چلیں، میں بڑا حیران۔ میں نے کہا بہت اچھا، میں خوش بھی ہوگیا۔ چلے ہم تانگہ میں چلتے چلتے امرتسر کے باہر ایک جھونپڑی تھی وہاں گئے۔ وہاں جا کے ایک بیچارہ غریب، مفلس آدمی بیمار تھا، بڑی تکلیف میں تھا۔ ان بزرگوں نے وہاں جا کے اس کو تسلی دی، کچھ اس کی مدد کی، کچھ ضرورت کی چیزیں مہیا کیں اور اس کی ڈھارس بنائی، مغموم تھا خوش ہوگیا، رنجیدہ تھا رنج دور ہوگیا اس کا، پھر اس کے لیے ایک دُعا بھی فرمائی، پھر عبدالمجید صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے فرمانے لگے کہ چلو بھائی اب چلو، چلنے لگے تو راستے میں میں نے پوچھا کہ حضرت آپ نے فرمایا اللہ کے پاس جانا ہے، آپ تو اس مریض اور مفلس، کنگال کے پاس گئے ہیں تو ان بزرگ نے فرمایا کہ حدیث قدسی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اَنَا عِنْدَ مُنْکَسِرَۃِ الْقُلُوْب" میں ٹوٹے ہوئے دلوں کے پاس ہوتا ہوں، اس بیچارے کا دل ٹوٹا ہوا تھا، ہم گئے، ہمیں اللہ مل جائے گا، اللہ سے ملاقات تو نہیں ہوسکتی مصافحہ تھوڑی ہوگا، گلے تھوڑی لگیں گے اور ایسی ہمت کیسے کریں گے نہ آنکھ صاف، نہ دل صاف، نہ ہاتھ، نہ پاؤں صاف اور وہ نورانی ہستی جس کا پتہ ہی کچھ نہیں کسی کو۔

تو فرماتے ہیں کہ ان کا تعلق بڑھ جاتا ہے، یہ ملنے کا مطلب ہے۔

وصالِ او را محال می گویند
قرب او را وصال می گویند

(فرماتے ہیں کہ تم بالکل ساتھ مل جاؤ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ ان کا قرب نصیب ہو جائے اس کو وصال کہا جاتا ہے۔)

وصالِ او را محال می گویند
قرب او را وصال می گویند

تو حضرت نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، میں ٹوٹے ہوئے دلوں کے پاس ہوتا ہوں، اس واسطے ہمیں خیال آیا کہ جب وہاں اللہ تعالیٰ مل جاتے ہیں تو وہاں چلنا چاہیے۔ چنانچہ وہاں تشریف لائے اور واپس چلے گئے۔

اسی کو ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اے اللہ! اگر آپ مجھے دوزخ میں بھی مل جائیں تو میرے لیے دوزخ بھی جنت بن جائے گی اور اگر اے اللہ! آپ مجھے جنت میں نہ ملیں تو وہ میرے لیے دوزخ ہے۔ ایک مبالغہ کے طور پر فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ کسی باغیچے میں بیٹھا ہوں امارت ہے ریاست ہے، ہر طرف ظاہری سکھ وچین ہے اگر آپ مجھے وہاں نہ ملیں تو بے کار ہے میرے لیے اور غربت و افلاس میں چٹائی پر بیٹھا ہوں اور آپ مجھے مل جائیں تو وہ میرے لیے جنت ہے۔

با تو دوزخ جنت است اے جانفزا
بے تو جنت دوزخ است اے دلربا

"دست بہ کار دل بیار"

تو مطلب یہ عرض کیا جا رہا ہے ہم یہاں آئے ہیں تو اپنی آخرت بنائیں، دُنیا کو ترجیح نہ دیں، گناہوں والی زندگی کو ترجیح نہ دیں، نیکی والی فرمانبرداری والی زندگی

کو ترجیح دینی چاہیے۔ جب انسان کو آخرت کی فکر ہو جاتی ہے تو لاکھوں، کروڑوں کا کاروبار کرتا ہے، ہاتھ سے کر رہا ہے ''دست بہ کار، دل بہ یار'' ہاتھ میں کام ہے دل اللہ کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ اللہ کو یاد کر رہا ہے، اللہ کے حکم سے سب خرچ چل رہا ہے، جو خرچ کرنا ہے جو آمدنی ہونی ہے سب اللہ کے حکم سے، ناجائز آمدن، ناجائز خرچ نہیں کرے گا۔ ''دست بہ کار، دل بہ یار'' دل کے اندر اللہ کا تعلق ہے وہ اس کو ناجائز کام نہیں کرنے دیتا، کروڑوں کا کاروبار کر رہا ہے۔ بزرگ فرماتے ہیں بڑے بڑے کارخانہ دار دیکھے ہیں جن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہو گی، معمولی معمولی چیزوں سے بھی احتیاط کرتے ہیں، بڑے بڑے فیکٹریوں والے دیکھے ہیں۔ شرط یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہو جائے، تو دُنیا کا کاروبار بھی کرتے ہیں مگر دل نہیں لگاتے اس کے اندر، اللہ کے حکم سے سارا کام کرتے ہیں اور اگر یہ نہ ہو، اللہ کا تعلق نہ ہو، دُنیا گناہ والی ہو تو ہر جگہ پریشان ہی رہتا ہے۔ ظاہری طور پر تھوڑی دیر کے لیے کچھ سکون و چین مل جائے تو ہمیشہ کے لیے دلی سکون نہیں ملے گا، وہ تو ڈنکے کی چوٹ پر اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے: اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾ اللہ ہی کی یاد، اللہ ہی کی فرمانبرداری سے تمہارے دل کو سکون اور چین مل سکتا ہے۔

آئے تھے کس کام سے، کیا کام کر چلے

آپ آج کہتے ہیں صاحب لاکھ آئے، دو لاکھ آئیں، چار لاکھ آجائیں، کروڑ آجائے، کیوں؟ تاکہ میرے دل کو چین مل جائے۔ آپ شادی کرتے ہیں چین ہے؟ بچے ہو جائیں چین ہے؟ باغ لگالیں چین ہے؟ جائیداد بنالیں چین ہے؟ لیکن چین کہاں ہے یہ؟ اسبابِ راحت تو ہیں یہ لیکن راحت تو اللہ تعالیٰ کی یاد میں آئے گی۔ جتنے منوں سامان مہیا کر لیجیے، اگر دل گناہوں کی آگ میں بھرا ہوا ہے تو کبھی چین نہیں مل سکتا۔ دل کے اندر نیکیوں کا باغ لگا ہوا ہے تو آپ کو چین ملے گا پھر۔ اس واسطے فرماتے ہیں کہ دُنیا کو ترجیح نہیں دینی چاہیے آخرت کو ترجیح دینی چاہیے۔

آئے تھے کس کام کو کیا کر چلے
تہمتیں چند اپنے ذمہ دھر چلے
وہاں سے پرچہ بھی نہ لائے تھے ساتھ میں
یہاں سے سمجھانے کو دفتر لے چلے

آدمی خالی ہاتھ آتا ہے یہاں سے گناہوں کے بوجھ لے کر جاتا ہے۔ اسی کو چکنا کیا جا رہا ہے کہ کس کام کے لیے تم آئے تھے وہ کام کرو۔ لیکن افسوس کہ ہم اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں، اللہ کے رسولوں کو بھول جاتے ہیں، آسمانی کتابوں کو بھول جاتے ہیں، دین کو بھول جاتے ہیں۔ سب کو ہم پسِ پشت ڈال رہے ہیں، تو فرماتے ہیں بات اصل میں یہ ہے کہ تم نے آخرت کو پہچانا ہی نہیں، آخرت کی اہمیت تمہارے ذہن میں نہیں ہے، آخرت کے فائدے، نفع اور آرام کی باتیں تم سوچتے ہی نہیں ہو، اگر سوچ لو تو تم آخرت کو یقینی طور پر ترجیح دو گے۔ پھر فرماتے ہیں یہ تو اور چیز ہے تم نے دُنیا کو بھی نہیں پہچانا۔ اگر دُنیا کو حقیقت کے درجے میں دیکھنا شروع کرو گے، حقیقتاً دیکھتے رہو گے کہ دُنیا کا کیا حال ہے؟ یہ دُنیا سے مراد گناہ والی زندگی ہے، گناہ والی زندگی میں کیا حال ہو رہا ہے؟ فلانے نافرمان کا کیا حشر ہوا؟ فلانے نافرمان کا کیا حشر ہوا، فلانے نافرمان کا کیا حشر ہوا؟ اس کے ساتھ کیا معاملے آئے؟ اگر دُنیا کو دیکھ لو تو تم دُنیا کو منہ نہیں لگاؤ گے، لیکن اس عقل کے ہوتے ہوئے نہ دُنیا کی بے ثباتی، فنائیت اور خرابی کو دیکھتا ہے نہ آخرت کے نفع دیکھتا ہے انسان۔

دُنیا کی حقیقت

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک سمجھدار آدمی مل گیا، اس سے میں نے پوچھا کہ دُنیا کا حال تو بتاؤ؟

حال دنیا را بپرسیدم من از فرزانہ اے

میں نے ایک سمجھ دار سے پوچھا کہ مجھے دُنیا کا حال تو بتاؤ! یہ دُنیا کے اندر جو بڑے رئیس ہیں، کروڑوں کے اندر کھیلنا چاہتے ہیں، پیسوں میں کھیلنا چاہتے ہیں، جائیداد میں کھیلنا چاہتے ہیں، عیش کرنا چاہتے ہیں، ان کا مجھے حال تو بتاؤ؟

حال دنیارا بپر سیدم من از فرزانہ اے

گفت! یا خوابیست یا بادیست یا افسانہ اے

اس نے بتایا، کہا دُنیا کا حال تو یہ ہے یا تو خواب کی طرح ہے یا ایک ہوا کی طرح ہے یا ایک افسانے کی طرح ہے۔ افسانہ سمجھتے ہیں ناں؟ افسانے کے لیے اتنے بڑے بڑے خانے چھپے ہوئے ہوتے ہیں، سب فرضی ہوتے ہیں کوئی حقیقت نہیں ہوتی اس میں۔ تو افسانہ لکھنے والا سب فرضی باتیں لکھتا ہے، کوئی حقیقت نہیں لکھتا، تو کہتا ہے یہ بھی حقیقتاً سب فرضی باتیں ہوتی ہیں۔ کچھ بزرگوں نے مثال دی ہے کہ ایک آدمی ہے خواب دیکھتا ہے، خواب کے اندر دیکھتا ہے کہ بڑے نوکر چاکر ہیں، عیش وعشرت ہے، بڑے کھانے پینے ہیں، اچھی اچھی چیزیں ہیں، محل ہیں سب چیزیں موجود ہیں، خواب میں دیکھ رہا ہے، لاکھوں میں کھیل رہا ہے جب اُٹھا تو دیکھا کہ ہتھکڑی لگی ہوئی ہے مجھے۔ یہ مثال ہے دُنیا کی۔ اس خواب میں ہم دیکھ رہے ہیں جب آنکھ بند ہوگی دوسری آنکھ کھلے گی تو ہتھکڑی لگی ہوگی، مجرم بنے ہوئے ہوں گے، جواب دینا پڑے گا، عذاب بھگتنا پڑے گا۔ ایک وہ شخص ہے کہ سویا ہوا ہے، آگ میں جل رہا ہے، مار پڑ رہی ہے، تکلیف ہو رہی ہے، ہائے ہائے کر رہا ہے، جب آنکھ کھلتی ہے دیکھتا ہے میں باغ وبہار میں پلنگ میں بیٹھا ہوا ہوں نوکر چاکر موجود ہیں، یہ اچھا ہے یا وہ اچھا ہے۔ دُنیا خواب کی طرح ہے۔ مطلب یہ ہے کہ گناہوں والی زندگی خواب کی طرح ہے، چند دن گناہ کر کے عیش کر لو کل کو پتہ چل جائے گا حشر کیا ہوتا ہے تمہارا۔

حال دنیارا بپر سیدم من از فرزانہ اے

گفت! یا خوابیست یا بادیست یا افسانہ اے

ہوا آتی ہے چلی گئی، آئی چلی گئی یہ دُنیا کی ہوا آئی چلی جائے گی۔ پھر فرماتے ہیں میں نے اس سے پوچھا کہ یہ تو بتاؤ کہ جو دُنیا سے دل لگاتا ہے۔ اس کا کیا حال ہے؟

باز گفتم حال آنکس گو کہ دل دروے وبست

(جس نے دُنیا میں دل لگالیا ہے اس کا حال بتاؤ؟) اس نے کہا:

گفت یا غولیست یا دیویست یا دیوانہ ایست

فرمایا وہ تو دیوانہ ہے جو دُنیا میں دل لگائے وہ دیوانہ ہے یا دیو کی طرح، شیطان کی طرح ہے یا جنوں کی طرح ہے، وہ بے وقوف ہے، احمق ہے، دیوانہ ہے یہ ایسے نہیں کہہ دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ" عقل مند، سمجھ دار، صحیح عقل والا وہ شخص ہے جو اپنے نفس پر کنٹرول کرے، اس کی اصلاح کرے اور مرنے کے بعد جو کچھ پیش آنے والا ہے اس کی تیاری کر لے۔ "اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ"

فانی دُنیا سے دل مت لگاؤ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو کھول کھول کے، وضاحت کے ساتھ آخرت کے نقشے کھینچ کھینچ کے بتا دیا ہے۔ ایک آپ ہم ہیں کہ دُنیا کے اندر اتنا پھنس گئے ہیں، گناہوں والی زندگی اتنی رچ گئی ہے کہ آخرت کی فکر چھوٹ گئی ہے۔ شاید آپ کہیں کہ یہی مضمون بار بار ہو رہا ہے، یہی مضمون بار بار ہو رہا ہے، میرے دل میں لالچ یہ ہے کہ ہم میں آخرت کی فکر پیدا ہو جائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ جس کو اللہ تعالیٰ سیدھا راستہ دکھانا چاہتے ہیں اس کا

سینہ کھل جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے پوچھا یا رسول اللہ! (ﷺ) سینہ کھلنے کی نشانی کیا ہے؟ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو چیز فنا ہونے والی ہے اس میں دل نہ لگائے اور آخرت کی تیاری کرلے تو فرماتے ہیں: بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا ﴿۱۶﴾ وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی ﴿۱۷﴾ اور آخرت ایسی ہے کہ بڑی بہترین ہے باقی رہنے والی ہے فنا اس کو ہے نہیں ہر طرح کی بھلائیاں اچھائیاں آرام کا سامان وہاں ہے تم اس کی تیاری کیوں نہیں کرتے؟

ہر شخص اپنا محاسبہ کرے

اب ہم بہت سے طریقوں سے دُنیا میں پھنسے ہوئے ہیں، آخرت کی فکر کے خلاف بہت سی باتیں ہمارے اندر ہیں، ہر شخص کو اپنے اندر غور کرنا چاہیے کہ میں کن کن باتوں سے آخرت کو نقصان پہنچا رہا ہوں؟ کن کن وجوہات سے میری آخرت برباد ہو رہی ہے؟ کون کون سے میرے کام ہیں جن سے مجھے گناہ ہو رہا ہے؟ کون کون سے گناہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو رہے ہیں؟ اس پر ہر ایک کو سوچنا چاہیے، کچھ لوگ جو ہیں اللہ کا شکر ہے نماز پڑھتے ہیں، کچھ لوگ ایسے ہیں نماز کے نزدیک نہیں آتے، کچھ ایسے ڈھیلے ہیں قضا کر دیتے ہیں، غرض نماز میں سستی ہے، غفلت ہے، نماز کی اہمیت نہیں ہے، آخرت کی اہمیت نہیں ہے، ایک نماز چھوڑنے کا کتنا نقصان ہوتا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز جان بوجھ کر قضا کرنے کا گناہ اتنا ہے کہ ایک حقب جہنم میں جلے گا۔ ایک حقب ہوتا ہے اسی سال کا، اسی سال کے دن بناؤ اور قیامت کا ایک ایک دن ایک ایک ہزار سال کا ہے، اس کا حساب لگاؤ، ایک حقب کو اسی سے ضرب دو، اسی کو تین سو ساٹھ سے ضرب دو، تین سو ساٹھ کو ہزار سے ضرب دو، دو لاکھ اٹھاسی ہزار سال بنتے ہیں۔ اتنی سزا ایک نماز جان بوجھ کر چھوڑنے کا ہے، اہمیت نہیں، فکر نہیں ہے کل کو کیا بنے گا؟ دوست بیٹھے

ہوئے ہیں، گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں، ٹی وی دیکھ رہے ہیں، وی سی آر دیکھ رہے ہیں، نماز کا ہوش کہاں سے آئے گا؟ جو چیز بھی خدا کی یاد سے غافل کرنے والی ہوتی ہے، دُنیا ہوتی ہے۔ تاش کھیل رہے ہیں سب غافل کرنے والی چیزیں ہیں۔ ریڈیو پر واقعے سن رہے ہیں لیکن نماز جا رہی ہے، پروا نہیں ہے۔ یہ دُنیا کو ترجیح دینے والی بات ہے، سودا دے رہے ہیں، دُکاندار صاحب دھوکہ دے رہے ہیں، اچھی چیز دکھا کر خراب دے رہے ہیں، کم تول رہے ہیں، کم ناپ رہے ہیں، دُنیا بنانے کے لیے، ناجائز کمانے کے لیے، یہ دُنیا کو ترجیح دے رہے ہیں آخرت کو ترجیح نہیں دے رہے۔

کوئی غیر محرم آ جاتا ہے نفسانی تقاضے سے اس کو دیکھنا شروع کر دیتا ہے، یہ دُنیا ہے اگر آنکھیں گھما لے گا تو دین بن جائے گا، اللہ تعالیٰ نے ایک درجہ بلند کرنے کے لیے کسی کو دکھا دیا، درجہ بلند کرنے کے بجائے گرنا چاہتا ہے انسان، یہ دُنیا کو ترجیح دینا ہے، مال آپ کما رہے ہیں، انسان پروا نہیں کرتا، سود سے آیا، رشوت سے آیا، ڈاکہ سے آیا، چوری سے آیا، جھوٹ بول کے آیا، کسی طریقے سے بھی آیا، مال کما لیتا ہے، یہ دُنیا ہے گناہ ہے، اپنی عزت بنانے کے لیے جھوٹ بولتا ہے، فریب کرتا ہے، طرح طرح سے حیلے کرتا ہے میری عزت بن جائے، ناجائز طریقے اختیار کرتا ہے یہ دُنیا ہے، روپیہ لیا، کسی سے قرض لیا، اب قرض ادا نہیں کرتا، دبا کے بیٹھ گیا، کسی کے مکان میں داخل ہوئے کرایہ پر، مالک کہتا ہے کہ خالی کرو مجھے ضرورت ہے یہ خالی نہیں کرتا، یہ دُنیا ہے۔

شادی بیاہ میں ہونے والے گناہ

ہمارے ہاں کئی بری رسوم کا رواج ہے، کئی بری رسوم، ایک تو بری رسوم کا کرنا حرام، ناجائز اور ایک بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے قرض لے کر کرتے ہیں، یہ دُنیا کی خاطر کر رہا ہے تو فرماتے ہیں دُنیا کی خاطر جو بھی کرو گے نقصان والی چیز ہوگی، جو دُنیا

کی خاطر کرو گے آخرت خراب ہوگی، غلط تفریحات ہوگئی ہیں، غلط قسم کی شوق میں آکر سیر کر رہا ہے جہاں گناہ کی باتیں ہیں وہاں سیر ہو رہی ہے۔ تفریحات میں یہ ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر بھی آجاتے ہیں۔ خواہش میں، منکرات میں، مکروہات میں مبتلا ہیں، دل چاہتا ہے یہ کرلو، دل چاہتا ہے یہ کھالو، دل چاہتا ہے یہ دیکھ لو، ان میں مبتلا ہیں لیکن یہ فکر نہیں کہ جس نے پیدا کیا ہے جس نے رسول کو بھیجا ہے اور کیا احکام دیئے ہیں یہ پتا نہیں، خیال نہیں، ایسا غافل ہو جاتا ہے، ایسا دُنیا میں دل لگاتا ہے، ایسا دُنیا کو ترجیح دیتا ہے۔

آپ دیکھئے شادی کے موقع پر ریا کے لیے، تفاخر کے لیے، نمود کے لیے، بڑا بننے کے لیے کیا کچھ کرتے ہیں؟ اور یہ ساری چیزیں حرام ہیں۔ جہیز ہے دکھانے کے لیے، لوگ واہ واہ کریں وہ چیز بناؤ، بھائی اپنی بچی کو دینا ہے جتنا مرضی بناؤ، لوگوں نہ دکھاؤ پھر تو پتہ لگے گا ہاں ٹھیک دے رہا ہے، یہ چیز ہو لوگ واہ واہ کریں، لوگوں کے لیے کر رہا ہے، بچی کے لیے تھوڑی کر رہا ہے؟ جو بچی کی ضروریات ہیں بے شک زیادہ سے زیادہ بے شک دو، لیکن بچی کو دو، دوسروں کو کیوں دکھاتے ہو؟ دکھانا جو ہے وہی ریا، نمود اور تفاخر آجاتا ہے۔

اسی طرح لوگوں کے حقوق ہیں وہ ضائع کرتے ہیں، ماں باپ کا حق ضائع ہو رہا ہے، بیوی کا حق ضائع ہو رہا ہے، شوہر کا حق ضائع ہو رہا ہے، بچوں کا حق ضائع ہو رہا ہے، بھائی، بہنوں کا حق ضائع ہو رہا ہے، دوستوں کا حق ضائع ہو رہا ہے، بس اپنے کوئی ذاتی تھوڑے مفاد کے لیے شریعت کے حکم پر عمل نہیں کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے یہ تمہارے ذمے ہم نے حقوق لگا دیئے ہیں وہ ادا نہیں کرتا، یہ دُنیا کو ترجیح دینے کی مثالیں عرض کر رہا ہوں۔ مثالیں بے شمار ہیں کتنی آدمی گن سکتا ہے ہر شے میں خود غور کرے کہ میں کس کس بلا میں پھنسا ہوا ہوں۔

عورتیں ہیں بے پردگی ہے، بے حیائی ہے، فحاشی ہے، نیم عریانی کا لباس پہنا ہوا ہے، پردے کا فکر نہیں ہے، یہ دُنیا ہے چند دُنیا دار عورتوں کو دیکھ کر بس ہمارا بھی دل کرتا ہے، ہم بھی بے پردہ ہو جائیں، کپڑا ایسا پہننا جو باریک ہو، بدن نظر آئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بہت سی کپڑا پہننے والی کل کو ننگی ہوں گی، جس سے بدن جھلکے یا کپڑا اس طرح کا بنانا کہ بدن کی ساری شکلیں نظر آجائیں، وہ بھی حرام ہوتا ہے، منع ہے، لیکن آج ہم دُنیا کو ترجیح دینے، فیشن کو ترجیح دینے دُنیا کے سامنے اچھا بننے کو سب کر رہے ہیں، یہ نہیں دیکھتے کہ شریعت کے تقاضے کیا ہیں؟ بے پردگی کا کیا نقصان ہے؟ بے حیائی کا کیا نقصان ہے، عریانی کا کیا نقصان ہے؟ یہ سوچتے بھی نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عذابِ جہنم کو یاد کر کے رونا

ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر تشریف لے گئے جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زار و قطار رو رہے ہیں، بے حد رو رہے ہیں، آنسو ہی آنسو آرہے ہیں، ڈاڑھی مبارک تر ہو رہی ہے تو فرماتے ہیں ہم چپکے سے بیٹھ گئے کہ جب حالت ٹھیک ہوگی تو پھر عرض کریں گے، جس کام کے لیے ہم گئے تو وہاں بھول ہی گئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت دیکھ کر ہم سے رہا نہ گیا، جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سکون ہوا تو عرض کیا حضور اتنا کیوں رو رہے ہیں؟ کیا بات ہے؟ اس قدر رنجیدہ اور غمگین کیوں ہیں؟ اس قدر شدت کا رونا کیوں آیا ہے آپ کو؟ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں معراج پر جب گیا تھا تو مجھے دوزخ بھی دکھائی گئی، میں ساری دوزخ دیکھ کے آیا ہوں، دوزخ کے عذاب بھی سب دیکھ کر آیا ہوں، جنت بھی دیکھ کر آیا ہوں، جنت کے سارے انعامات بھی دیکھ

کر آیا ہوں، تو جب مجھے دوزخ دکھائی گئی تو میری اُمت کے بہت سے لوگوں کو سخت عذاب ہو رہا تھا، وہ عذاب مجھے یاد آ گیا تو اس لیے مجھے رونا آ گیا کہ اُمت کے لوگ یہ کام کرتے ہیں، میری اُمت کے لوگ یہ کام کرنے والے ہیں جس سے مجھے تکلیف ہو رہی ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند ایک باتیں بتائیں۔

بے پردگی پر عذاب ہونا

فرمایا کہ جہنم میں عذاب ہونے والوں میں سے ایک عورت کو دیکھا کہ سر کی چوٹی سے بندھی ہوئی ہے اوپر، لٹکایا ہوا ہے اس کو اور جہنم کی آگ جلا رہی ہے اس کو، سر کی چوٹی سے بندھی ہوئی ہے لٹک رہی ہے، جہنم کی آگ جلا رہی ہے اس کو، اور ایک عورت جو ہے اس کی زبان سے باندھ کر لٹکا رکھا ہے اس کو بھی جہنم کی آگ جلا رہی ہے، وہ ہائے ہائے کر رہی ہے، پوچھنے والا کوئی نہیں، زبان سے باندھ کر لٹکایا ہوا ہے۔ ایک عورت ایسی دیکھی جس کو پستانوں سے باندھ کر لٹکایا ہوا ہے اور عذاب ہو رہا ہے اس کو، مار بھی پڑ رہی ہے، جل بھی رہی ہے اور ایک عورت کو میں نے دیکھا کہ ہاتھ اس کے سر کو بندھے ہوئے ہیں، ٹانگیں پیٹ سے بندھی ہوئی ہیں اور سانپ اور بچھو اس کو لپٹ رہے ہیں اور ایک عورت میں نے دیکھی کہ سر اس کا خنزیر کا ہے باقی بدن گدھے کا ہے۔ اندازہ تو کیجئے ہم سمجھتے ہیں کچھ بھی نہیں جو مرضی کر لو، یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھ کر آئے ہیں اور بتا رہے ہیں ہمیں، کیوں بتا رہے ہیں تا کہ میرے اُمتی ان باتوں میں مبتلا نہ ہوں اور اپنی اصلاح کر لیں۔

پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ جو آپ نے تفصیل بیان کی ہے کہ ایک سر کی چوٹی کے بل لٹکی ہوئی ہے، کوئی زبان سے لٹکی ہوئی ہے کوئی پستانوں سے لٹکی ہوئی ہے کسی کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں یہ کس گناہ کی وجہ سے ہے؟ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کو سر کے بالوں سے لٹکا رکھا

تھا وہ عورت بے پردہ رہتی تھی، سر کے کپڑے کا خیال نہیں کرتی تھی، غیر محرم آتے تھے یہ خیال نہیں کرتی تھی میرا سر ننگا ہے کیسا ہے۔ محرم کے ساتھ جن کے ساتھ نکاح کبھی نہیں ہو سکتا، ان کے سامنے سر کھول سکتی ہے غیر محرم کے سامنے خواہ سخت بوڑھی ہے ایک بال بھی ننگا نہیں کر سکتی۔ آج ہمارا حال دیکھئے کیا ہوا پڑا ہے؟ یہ دُنیا کو ترجیح نہیں تو اور کیا ہے؟ لوگوں کے دیکھا دیکھی لوگ کیا کہیں گے اپنے آپ کو آزاد کر دیا اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد فرمائے ہوئے حالات دیکھیں کیا ہیں؟ اور وہ عورت جس کو زبان سے پکڑ کر لٹکایا ہوا ہے اور دوزخ کی آگ لپٹ رہی ہے اور عذاب ہو رہا ہے فرماتے ہیں وہ زبان دراز تھی، گالیاں دیتی تھیں، جھگڑتی تھی نہ شوہر کا خیال، نہ بچوں کا خیال نہ بھائیوں کا خیال جس سے لڑائی ہوتی زبان درازی کرتی، گالیاں دیتی تھی۔

زبان درازی پر عذاب کا ہونا

آپ کو ایک حدیث پہلے سنائی تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت کا بیان کیا گیا کہ یا رسول اللہ ''ھِیَ صَوَّامَۃٌ وَّ قَوَّامَۃٌ'' رات بھر وہ کھڑی ہو کر اللہ کی عبادت نفلیں پڑھتی رہتی ہے اور دن کو روزے رکھتی ہے لیکن یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک بات اس میں ہے ''وَلٰکِنْ تُؤْذِیْ جِیْرَانَھَا'' پڑوسیوں کو بڑی تکلیف دیتی ہے، زبان درازی کرتی ہے، لڑائی جھگڑے کرتی ہے تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ھِیَ فِی النَّار'' وہ دوزخ میں جائے گی، عذاب بھگت کر پھر نکلنا ہوگا۔ اس کے مقابلے میں دوسری عورت کا ذکر کیا، یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عورت اتنے نفلی روزے، نفل نماز نہیں پڑھتی، صرف فرائض ادا کرتی ہے لیکن پڑوس اس سے بڑے خوش ہیں، کسی کے ساتھ لڑتی جھگڑتی نہیں، حسن سلوک کے ساتھ پیش آتی ہے، فرمایا: ''ھِیَ فِی الْجَنَّۃ'' وہ جنت میں جائے گی۔ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا کہ زبان دراز تھی لڑنے

جھگڑنے والی تھی، گالیاں بکنے والی تھی آج اس کا حشر یہ ہے زبان کے بل لٹکی ہوئی ہے دوزخ کی آگ لپٹی ہوئی ہے، مار کھا رہی ہے۔

زنا کاری پر عذاب کا ہونا

اور وہ عورت جو پستانوں کے بل لٹکی ہوئی ہے اور عذاب ہو رہا ہے وہ بدکردار عورت تھی، زانیہ عورت تھی، بے حیائی کے کام کرتی تھی اور وہ عورت جس کے ہاتھ سر سے بندھے ہوئے ہیں، پاؤں پیٹ سے بندھے ہوئے ہیں، سانپ اور بچھو لپٹ رہے ہیں وہ شوہر کی اجازت کے بغیر دوسرے بچوں کو دودھ پلاتی تھی۔ اندازہ تو کیجئے ہم اس کو معمولی بات سمجھتے ہیں اور ایک وہ عورت دیکھی جس کا خنزیر کا سر تھا، گدھے کا بدن تھا، وہ جھوٹ بولتی تھی، چغل خوری کرتی تھی۔ آج تو معمولی بات ہے ناں؟ غیبت کرنا معمولی، جھوٹ بولنا معمولی، چغل خوری کرنا معمولی، معمولی بات سمجھتے ہیں، بالکل معمولی اور وہاں دیکھو کیا حشر ہو رہا ہے اور فرما رہے ہیں کون؟ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی فرماتے ہیں اس وقت جب رونا آ رہا ہے، روتے روتے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچ گئے جب بتایا انہوں نے ورنہ کسی کو معلوم بھی نہ ہوتا۔

غسلِ جنابت نہ کرنے پر عذاب ہونا

اور ایک عورت دیکھی جس کا کتے کا بدن ہے اور آگ منہ سے داخل ہوتی ہے اور پاخانے کے راستے سے نکلتی ہے، فرمایا یہ وہ عورت ہے جو ناپاک رہتی تھی، غسل کی حاجت ہوتی تھی غسل نہیں کرتی تھی اور شریعت کا مذاق اُڑاتی تھی۔

جہنم کی آگ کی تیزی

اور آپ کو معلوم ہے کہ جہنم کی آگ کی کیا خاصیت ہے؟ جب حضرت آدم علیہ السلام کو دُنیا میں اُتارا گیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے

جبرئیل! جہنم سے آگ لے کر اس کو دو تا کہ دُنیا میں آگ جلا کر روٹی کھالیا کریں، کام کریں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام گئے، دوزخ میں، اور دوزخ کا جو داروغہ ہے اس کا نام ہے مالک، ان سے کہا اللہ جل شانہ کا یہ حکم ہے آپ مجھے تھوڑی سی آگ دیجئے تو انہوں نے فرمایا مالک جو داروغہ ہے جہنم کا انہوں نے فرمایا کہ کتنی آگ دوں، اس نے کہا کہ اگر میں کھجور کے برابر آپ کو آگ دوں اور آپ دُنیا میں لے گئے تو نہ آسمان رہے گا نہ زمین رہے گی کچھ رہے گا ہی نہیں، ساری سبزی ختم ہو جائے گی، یہ جہنم کی آگ کا حال ہے تو آپ پوچھ کے آؤ باری تعالیٰ جل شانہ سے کہ کتنی آگ دوں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبرئیل! اسے آپ کہیں ایک ذرہ برابر دو، ذرہ آپ دیکھتے ہیں کہ جب روشنی آتی ہے ذرات زمین کے اُڑتے ہیں۔ ذرہ برابر آگ دو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جاکے کہا، انہوں نے ذرہ برابر آگ دی، فرماتے ہیں ستر دریاؤں نے اس آگ کو ٹھنڈا کیا، پھر لاکر اس کو پہاڑ پر رکھ دیا، پہاڑ جل کر خاک ہو گیا، فرماتے ہیں جو لوہے کا رنگ کالا ہے اس وقت سے کالا چلا آ رہا ہے جلنے کی وجہ سے، تو کتنی سخت آگ ہے؟ اس دُنیا کی آگ سے بھی ستر گنا سے بھی زیادہ سخت آگ ہے۔

اندازہ لگاؤ اس جہنم کی آگ کو برداشت کر سکتا ہے کوئی لیکن ہمیں پروا بھی نہیں ہے یا سنتے نہیں ہیں، یا پڑھتے نہیں ہیں، یا پوچھتے نہیں ہیں، یا سنتے ہیں، پروا نہیں کرتے، یہ یقینی پیش آنے والی چیزیں ہیں۔ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرما دیا تو یقینی پیش آنے والی ہیں، کوئی اور کہتا تو پھر بات نہیں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، یہ ساری باتیں دُنیا کو ترجیح دینے کی ہیں، گناہ میں ملوث ہونا، جتنے بھی گناہ ہیں سب کی تفصیلات دیکھ لو۔ یہ گناہوں کی تفصیل جتنی بھی ہے یہ دُنیا کو ترجیح دینا اور آخرت کو بھولنا ہے۔ اسی واسطے فرمایا "اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ" عقل مند وہ ہے جو مرنے کے بعد کی تیاری کر لے۔

آخرت کی تیاری کیسے کریں؟

اب جب یہ معلوم ہوگیا تو ہمیں چاہیے آخرت کی تیاری کریں، تو کیسے کریں؟ تو اس کی صورت یہ ہے کہ مرد ہو یا عورت ہو جب کوئی تقاضا خلافِ شریعت آئے جب کسی گناہ کا خیال آئے دل کرے گناہ کرنے کو تو اس کی خلاف ورزی کرو، تقاضے کا مقابلہ کرو، گناہ نہ کرو، ورنہ یہ سوچ لو جہنم کی جو باتیں سنائی گئی ہیں یہ تو تھوڑی سی باتیں ہیں گناہ کتنے ہیں سب گناہوں کی علیحدہ علیحدہ سزا ملنے والی ہے۔ جس گناہ کا تقاضا ہو اس وقت تقاضے کا کرو مقابلہ، اور اللہ کا حکم مان کے گناہ نہ کرو، بس سیدھی سیدھی بات ہے، خواہ غیر محرم کو دیکھنے کا تقاضا ہو، چاہے اونچا بن کے، عہدہ لے کر گناہ میں ملوث ہونے کا تقاضا ہو، خواہ غصہ آئے، غصہ میں ناجائز کام کرنے کا تقاضا ہو سب تقاضوں کا مقابلہ کرو۔

شادی کی رسوم ہوتی ہیں تفاخر کے لیے، ریا کے لیے، نمود کے لیے، اسراف کے ساتھ کئی گناہوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ آج جو کرنا ہے سادگی سے کرو، جب رسموں پر آپ لاکھوں روپے خرچ کروگے، وہ بچی کو کیوں نہیں دے دیتے؟ کوئی کام آجائے گا، اگر خرچ کرنا ہے لوگوں کو دکھانے کے لیے تو بچی کو دیدو، لاکھوں روپے خرچ کرنے ہیں تو مسجد میں دیدو، مدرسے میں دیدو کام آئے گا کل قیامت میں۔ رسوم کرنے سے لوگ واہ واہ تو کر جائیں گے لیکن ملے گا کچھ نہیں آپ کو۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ایک شخص نے ذکر کیا کہ آج دیوبند میں فلاں شخص نے اپنی شادی کی ہے بڑا نام ہوا، اس کا لوگ بڑی واہ واہ کر رہے ہیں، فرمایا اچھا، ٹھیک ہے۔ فرمایا یہ نام جو ملا ہے جا کر اس کو بازار میں بیچو، ایک کوڑی میں بھی نہیں لے گا کوئی، اس کی عزت بنی ہے، جھوٹی عزت بنی ہے، ایک کوڑی کو بھی کوئی نہیں لے گا نام کو، تو اس چیز کا کیا فائدہ؟

ہر عمل میں اخلاص ضروری ہے

اور سب سے بڑی بات یہ مہلک بیماریاں ہیں ریا ہو یا نمود، آپ کو پتا ہے ریاء کا سب سے پہلے مقدمہ پیش ہوگا، ایک ریاکار قاری، حافظ، عالم کا، ایک سخی کا ایک شہید کا۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ فرمائیں گے میں نے اتنی نعمتیں تم کو دیں تم نے کیا حق ادا کیا؟ قاری، حافظ، عالم کہے گا میں نے آپ کے راستے میں خوب محنت کی، خوب محنت کی، پڑھتا رہا، پڑھتا رہا، پڑھاتا رہا، بہت شاگرد میرے ہوگئے اور اسی آپ کے راستے میں میرا انتقال ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو جھوٹ کہتا ہے، میں تیری نیت سے واقف تھا، تو نے صرف اس لیے پڑھا تھا، پڑھایا تھا کہ لوگ کہیں بڑا اچھا عمدہ قاری ہے، بڑا اچھا حافظ ہے، بڑا اچھا عالم ہے، یہ تمہاری نیت تھی، ریا کی نیت تھی، لوگوں میں بڑا بننے کی نیت تھی تو دُنیا میں پوری نیت تیری کردی، کاش! ہمیں راضی کرنے کے لیے کرتا، کاش! اپنی آخرت بنانے کے لیے کرتا، آج تجھ کو فائدہ ملتا چونکہ تو نے دُنیا کے لیے کیا تھا فرشتوں کو حکم ہوگا اس کو اوندھے منہ گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دو، یہ ریاء کا حشر ہے۔ ریاء سے سارے اعمال حبط ہوجاتے ہیں، ضائع ہوجاتے ہیں، ختم ہو جاتے ہیں کیونکہ اللہ کے لیے تو ہے نہیں دُنیا کے لیے ہے، دُنیا کو ترجیح دے رہا ہے، آخرت کو بھول رہا ہے۔ اسی طرح شہید سے پوچھیں گے وہ بھی اسی طرح کہے گا یا اللہ! آپ کی نعمتیں میں نے خوب استعمال کیں، خوب طاقت ور بنتا رہا، جہاد کے لیے تیاری کرتا رہا، پھر میں نے جہاد کیا، خوب میں نے لوگوں کو مارا، قتل کیا اور میں خود شہید ہوگیا اس کو بھی فرمایا جائیگا تو صرف بہادر بننے کے لیے، بہادر مشہور ہونے کے لیے کر رہا تھا، ہم تیری نیت سے واقف تھے، ہم سے تیری نیت چھپی ہوئی نہیں تھی، ہماری نظر نیت پر ہوتی ہے، اس کو بھی یہی حکم ہوگا اتنا بڑا اونچا درجہ شہادت کا۔ فرمایا یہ ریاءکار شہید ہے اس کو بھی اوندھے منہ گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دو۔ سخی پیش ہوگا اس کو بھی اللہ تعالیٰ نعمتیں گنوائیں گے وہ بھی یہی کہے گا میں نے تو کوئی بیوہ چھوڑی نہ یتیم چھوڑا، نہ محتاج چھوڑا نہ کوئی اور حاجت

مسند چھوڑا، سب کی میں نے خدمت کی، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو سخی مشہور ہونے کے لیے کرتا رہا، مشہوری ہوگئی، یہاں کے لیے تو نے کچھ نہیں کیا، میری رضا کے لیے، میری خوشنودی کے لیے، آخرت بنانے کے لیے، آخرت کو ترجیح دینے کے لیے تو نے کچھ نہیں کیا، دُنیا میں مشہوری کے لیے کیا ہوگا، لوگوں نے سخی کہہ دیا، بدلہ مل گیا، یہاں کے لیے تمہارا کچھ بھی نہیں، جاؤ اس کو بھی دھکیل کے جہنم میں ڈال دو۔

والدین کی ذمہ داری

تو عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ریاء سے سارے اعمال حبط ہو جاتے ہیں، آج ہم شادی کی رسوم کرتے ہیں، ریاء بھی ہے، تفاخر بھی ہے، نمود بھی ہے تکبر بھی ہے، بڑا بننے کے لیے کرتے ہیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جن کے دل کے اندر رائی کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ تو بات یہ چل رہی تھی کہ گناہ کا تقاضا ہو خوب اس کا مقابلہ کرو، ڈٹ کر مقابلہ کرو، آخرت کی تیاری کرو، دُنیا کو پس پشت ڈالو، دُنیا کو ترجیح مت دو اور اس کے ساتھ ایک اور بات بھی کہ اپنی اصلاح تو کرنی ہے اپنے بچوں کی بھی دیکھ بھال کرنی ہے، بچوں کی بھی اصلاح ضروری ہے، بچے بالغ ہوں اور بالغ ہونے تک اس کو ہر چیز کا علم اور عمل ہو جانا چاہیے، یہ والدین کے ذمے ہے، بالغ جب ہوگا وہ مکلف ہو جائے گا، ہر گناہ لکھا جائے گا، ہر نیکی لکھی جائے گی، نابالغی میں نیکیاں تو لکھی جاتی ہیں گناہ نہیں لکھے جاتے تو اس کی ذمہ داری والدین پر ہے کہ اپنے بچوں کو صحیح تربیت دیں، صحیح علم دیں، صحیح عمل سکھائیں، والدین کی ذمہ داری ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں صاحب بڑے ہو کر خود سیکھ جائیں گے، بڑے ہو کر ٹھیک ہو جائیں گے۔

بھائی بڑے ہو کر ٹھیک ہوں یا خراب ہوں جس وقت تمہارے پاس ہیں تم نے کیا حق ادا کیا؟ تم سے مؤاخذہ ہوگا، بچوں کی تربیت کیوں نہیں کی؟ "کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ" (الحدیث) تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے تم میں سے ہر شخص جو تمہارے ماتحت ہیں ان کے بارے میں پوچھا جائے گا، کیا تم نے حق ادا

کیا؟ کیا جواب دیں گے وہاں جا کے؟ اپنے ذمے ...... کرنا چاہیے کہ اپنے بچے کو، عورتیں ہیں تو اپنے بچوں کا خیال رکھنا چاہیے، مرد ہیں تو اپنے بچوں اور عورتوں دونوں کا خیال کرنا چاہیے۔ "کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ" (الحدیث)

کل کو مؤاخذہ ہوگا کہ بچوں کے ساتھ تم نے کیا احسان کیا؟ ان کی کیسے آخرت بنائی؟ یا دُنیا میں لگا دیا تھا اس کو؟ آج ہمارا حال تو یہی ہے شروع ہی سے جب بچہ بڑا ہوتا ہے انگریزی میں لگا دیتے ہیں، دین کا کوئی علم نہیں، نہ قرآن مجید پڑھتے اور نہ دین کے مسائل پڑھتے ہیں، ان کو کچھ پتا نہیں ہوتا ہے، وہاں جا کر پوچھا جائے گا، بالغ ہونے تک اس کو ساری باتیں جو فرائض وواجبات اس وقت آگے آنے والے ہیں ان کو علم سکھانا ماں باپ کے ذمے ہے، خود سکھائیں یا کسی استاد سے سکھوائیں، پڑھ کے سنائیں یا اس کو کہیں پڑھ لے، پھر اس کے عمل کی نگرانی کرنی چاہیے۔ ایک بچہ حریص ہے حرص کرتا ہے آپ اس کو حرص کی برائی بیان کرو، ایک بچہ دکھاوا کرتا ہے کہ میرے کپڑے بڑے اچھے ہوں اس کو بتا دو کہ دکھاوا بڑی بری چیز ہے۔ ایک بچہ تکبر کرتا ہے، ایک بچہ جھوٹ بولتا ہے، اگر آپ بچپن میں اس کے اخلاق صحیح کرو گے تو بڑے ہو کر بڑے اچھے ہو جائیں گے وہ، ورنہ بڑے ہو کر لوگوں کے لیے خطرناک بن جاتے ہیں جتنے بھی لوگ ہیں جو تکبر والے ہیں، فخر والے ہیں، ریاء والے ہیں سارے دوسروں کے لیے نقصان کا باعث، تکلیف کا باعث بنتے ہیں۔

اپنے ساتھ ساتھ بیوی، بچوں کی فکر بھی ضروری ہے

اس واسطے اپنی فکر کرنی چاہیے، بچوں کی بھی فکر کرنی چاہیے اور اپنی عورتوں کی بھی فکر کرنی چاہیے، جیسے مرد ہیں بڑے بڑے مجمعوں میں، وعظوں میں جاتے ہیں عورتیں تو نہیں جاسکتیں ان کے لیے کام یہ کرنا چاہیے کہ دینی کتابیں ان کو مہیا کر دیں، خود ان کو دین کی باتیں سکھائیں۔ قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا اپنے آپ کو بھی اپنے اہل وعیال کو بھی دوزخ کے عذاب سے بچانا فرض ہے، آپ کو ان کی

آخرت بنانی ضروری ہے، ان کے لیے ایسا سامان پیش کرو ان کو آخرت کی جو باتیں پیش آنی ہیں ان کا علم ہو جاوے۔ بہتر یہ ہے کہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے لیے ایک وقت نکالے، سارے بچوں کو اکٹھا کر کے بیوی کو اکٹھا کر کے ان کو سکھائے دین کی باتیں، تاکہ ان کو معلوم ہو۔ آج ہم زبردستی کہتے ہیں یہ کرو، ان کے دل میں بیٹھی نہیں بات، وہ کیسے کرے؟ اس کے دل میں اللہ کا خوف نہیں بیٹھا ہوا، اللہ کی محبت نہیں بیٹھی ہوئی وہ کیسے کرے گی؟ اب شروع سے اس کو سکھاتے رہو، بتاتے رہو، سمجھاتے رہو اس کے دل میں اللہ کی محبت ڈالو، اللہ کا خوف ڈالو، دین کے مسائل ڈالو، آپ سے بھی زیادہ مضبوط ہو جاتی ہے عورت، تو عورت جب سمجھ جاتی ہے مردوں سے زیادہ مضبوط ہوتی ہے، تو یہ ہمارے ذمہ ہے اپنی عورتوں کو دین کے مسائل سکھائیں، پڑھائیں، باتیں سن کے آئیں ان کو بتائیں، کتابیں دیں ان کو، سنیں ان سے، سنائیں ان کو بچے ہیں ان کو بھی کتاب لا کر دو جو دین کے مسائل والی ہو، جو محقق علماء کی لکھی ہوئی ہو وہ کتاب ان کو سنائیں۔ اس کو کہیں بیٹا اس کو پڑھ کر سناؤ، اب اس کا کیا مطلب ہے؟ اس کا کیا مطلب ہے؟ اس کو ذہن نشین کراؤ۔ یہ کام انسان کرے گا تب انسان کی آخرت کی تیاری ہوگی، تب اس انسان کو کہا جائے گا تم نے دُنیا کو ترجیح نہیں دی، آخرت کو ترجیح دی ہے لیکن آج ہر شخص ہم میں سے سوچے ہم کیا کر رہے ہیں؟ کرنا کیا ہے کر کیا رہے ہیں؟ جانا کہاں ہے جا کہاں رہے ہیں؟ کچھ خیال بھی نہیں ہے۔ ایسی مدہوشی کی زندگی گزار رہے ہیں، ایسی لاپروائی اور غفلت کی زندگی گزار رہے ہیں کہ پتا ہی نہیں ہمیں مرنا ہے کہ نہیں مرنا؟

اس واسطے اپنے مرنے کی تیاری کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ کے احکام کی فرمانبرداری کرنی چاہیے، جتنا ہو سکے اپنے کو سنوارنا چاہیے، بچوں کو سنوارنا چاہیے، بیوی کو سنوارنا چاہیے، یہ فرض عین ہے۔ اپنے گھر کو سنوارنا فرض عین ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ توفیق عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

”خاتمہ بالایمان کی فکر کریں“

خطبہ مسنونہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا. مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ. وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِيْعَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا.

اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿٢٦﴾

تمہید

حق تعالیٰ جل شانہ فرماتے ہیں کہ لوگ دُنیا کی زندگی سے خوش ہو گئے اور دُنیا کی زندگی کا آخرت میں بالکل کوئی مقام نہیں، یہ معمولی سی چیز ہے، کامیاب وہی ہوگا جو دُنیا کی زندگی میں اللہ کو راضی کر لے، نیکیاں کرے، گناہوں سے بچ جائے اور دوسری جگہ فرماتے ہیں:

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
وَاطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُونَ ۝
أُولٰٓئِكَ مَأْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝

جن لوگوں کو یہ اُمید ہی نہیں تھی کہ ہم سے ملاقات ہوگی، ہمارے سامنے پیشی کا ان کو کوئی خیال ہی نہیں تھا کہ ایک دن ہماری پیشی اللہ کے سامنے ہونی ہے اور دُنیا کی زندگی پر ہی راضی ہو گئے اور اسی پر اطمینان کر لیا اور ہماری جتنی بھی نشانیاں ہیں اور آیات ہیں ان سے غفلت کرتے رہے، ایسے لوگ ہیں ان کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا، کیونکہ انہوں نے اعمال ہی ایسے کیے ہیں اور آخرت کی تیاری کوئی نہیں کی۔

دُنیا فانی اور آخرت باقی رہنے والی ہے

ایک جگہ فرماتے ہیں: أَرَضِيتُم بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ کیا آخرت کو چھوڑ کر دُنیا کی زندگی پر تم راضی ہو گئے ہو؟ آخرت کی زندگی کو چھوڑ کر دُنیا کی زندگی پر تم راضی ہو گئے ہو؟ فرمایا: فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ۝ (التوبہ: ۳۸) دُنیا کی زندگی کا آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا، بالکل معمولی فائدہ ہوگا۔

کہیں یوں فرمایا: مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۗ جس دُنیا کے پیچھے تم لگے ہوئے ہو وہ ختم ہونے والی ہے، فنا ہونے والی ہے جو تم آخرت کے لیے خزانہ جمع کر لو گے جو آخرت کے لیے کام کر لو گے وہی باقی رہنے والا ہے کہیں یوں فرمایا: وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ آپ اندازہ کیجیے دُنیاوی زندگی کو اللہ تعالیٰ کس طرح بیان فرما رہے ہیں؟ اور ہم دُنیاوی زندگی کے اندر کس طرح رچے ہوئے ہیں؟ ہمیں آخرت کی فکر ہی نہیں ہے۔ وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ وَإِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝

یہ تو کھیل تماشا ہے یہ زندگی، اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے، کہیں یوں فرمایا: يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۖ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُونَ ۝ دُنیا کی ظاہری زندگی کو ہی جانتے ہیں اور آخرت سے غافل ہو رہے ہیں۔ کہیں فرماتے ہیں: كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ ۝ وَتَذَرُونَ الْاٰخِرَةَ ۝ دُنیا سے محبت رکھتے ہو، آخرت کو چھوڑ رہے ہو؟ تو آپ اندازہ فرمائیے کن کن عنوانات سے اللہ تعالیٰ جل شانہ ہمیں سمجھا رہے ہیں اور باوجود اس کے، پھر ہم دُنیا کے اندر کتنا دل لگا رہے ہیں۔

دُنیا بے گھروں کا گھر ہے

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں فرماتے ہیں: ... اَلدُّنْيَا دَارُ مَنْ لَا دَارَ لَهُ، دُنیا تو بے گھروں کا گھر ہے، مسلمان کا گھر تو آخرت کا گھر ہے، دُنیا میں تو آخرت کا گھر بنانے کے لیے بھیجا ہے۔ ہم آخرت کا گھر برباد کر رہے ہیں۔ ... اَلدُّنْيَا دَارُ مَنْ لَا دَارَ لَهُ وَلَهَا يَجْمَعُ مَنْ لَا عَقْلَ لَهُ ... اور دُنیا کے لیے جمع وہ کرتا ہے جس کو

سمجھ نہیں ہوتی، پہلے بھی کئی دفعہ عرض کیا ہے دُنیا سے مراد گناہوں والی زندگی ہوتی ہے، اس لیے کہ اسی دُنیا کے اندر رہ کر لوگوں نے تجارتیں بھی کی ہیں، ملازمتیں بھی کی ہیں، زراعت بھی کی ہے اور ہر طرح کے پیشے بھی کیے ہیں لیکن اللہ کے حکم سے کیے ہیں، گناہوں سے بچ کر کیے ہیں، جب بھی لفظ دُنیا کا بولا جاتا ہے اس سے مراد گناہ ہوتے ہیں، گناہوں والی زندگی، گناہ والے کام ہوتے ہیں۔

یہ جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: "الدنیا دار من لا دَارَ لَهٗ" گناہوں والی زندگی کا گھر وہ بناتے ہیں جس کا اگلے جہاں میں کوئی ٹھکانہ نہ ہو، گھر نہ ہو، بے گھروں کا گھر ہے دُنیا۔ "وَلَهَا يَجْمَعُ مَنْ لَّا عَقْلَ لَهٗ" اور دُنیا گناہوں والی زندگی کے لیے وہ جمع کرتے ہیں جس کو عقل وسمجھ نہیں ہے۔

باقی رہنے والی کو فانی پر ترجیح دو

کہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں فرماتے ہیں: "كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ" دُنیا میں اس طرح رہو جس طرح مسافر رہا کرتا ہے، دُنیا کے اندر دل نہ لگاؤ، آخرت کی تیاری کرتے رہو، یہاں ایک مسافر چلتا چلتا راستے میں ٹھہر جاتا ہے تھوڑی دیر، اس طرح تم بھی اپنے آپ کو سمجھو اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں بھی فرمایا ہے: "مَنْ اَحَبَّ دُنْيَاهُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِهٖ" جو گناہوں والی زندگی سے محبت کرتا ہے اپنی آخرت کا نقصان کرتا ہے۔ "وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَهٗ اَضَرَّ دُنْيَاهُ" اور جو آخرت سے محبت کرتا ہے آخرت کی تیاری کرتا ہے گناہوں والی زندگی کو چھوڑ دیتا ہے، اُس سے نفرت کرتا ہے۔ "فَاٰثِرُوْا مَا يَبْقٰى عَلٰى مَا يَفْنٰى" تو میں تم کو نصیحت کرتا ہوں جو باقی رہ جانے والی چیز ہے اُس کو ترجیح دو اس پر جو چیز فنا ہونے

والی ہے۔ ایک جگہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فرمایا: "كُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الْاٰخِرَةِ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الدُّنْيَا" آخرت کا بیٹا بن، دُنیا کا بیٹا نہ بنو، مطلب دُنیا کے پیچھے نہ لگو، آخرت کے پیچھے لگو۔

ایک رئیس کی صاحبزادی کی فکرِ آخرت

بصرہ میں ایک رئیس تھے بہت بڑے رئیس، اُن کا انتقال ہوگیا، اُن کی ایک لڑکی تھی کنواری، جوان لڑکی تھی، اس زمانے میں تھے حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ، بڑے اونچے بزرگوں میں سے، یہ لڑکی گئی حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کہ اس زمانے میں سب سے بڑے بزرگ ہیں میں اُن سے نکاح کرنا چاہتی ہوں، آپ میرا پیغام دے دیں اُن کو، میں اپنے دین کو سنبھالنا چاہتی ہوں۔ میرا والد دُنیا میں مست تھا، بہت جائیداد چھوڑ گیا ہے، میں آخرت کی تیاری کرنا چاہتی ہوں، کسی طریقے سے سفارش کیجئے کہ وہ مجھے اپنے نکاح میں قبول کرلیں۔ مالک بن دینار رحمۃ اللہ بوڑھے ہیں، لڑکی جوان ہے، آخرت کی فکر نے کتنا اُس کو اُبھارا، اس وقت بزرگوں میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ تھے، اُن کے پاس گئی اور کہا میری سفارش کرو کہ مجھے نکاح میں قبول کرلیں تاکہ میرے دین کی حفاظت ہو، میری آخرت بن جائے، نیکی اُن سے سیکھوں، گناہوں سے نفرت ہوجائے، رئیس کی لڑکی ہے اور آخری جہاں کی فکر ہے اور بزرگوں کے نکاح میں جانا چاہتی ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے کہ ایسے ایسے فلاں لڑکی آئی ہے آپ کے نکاح میں آنا چاہتی ہے، آپ مہربانی کریں اُس کو قبول کرلیں۔ اب دیکھئے یہ اپنی جگہ اس کا اونچا خیال ہے اور مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا

کیا خیال ہے؟ وہ فرماتے ہیں میں تو دُنیا کو طلاق دے چکا ہوں، میں دُنیا کا کوئی کام نہیں کرتا، میں ایک اللہ کے ساتھ لَو لگا کر بیٹھا ہوا ہوں، نکاح کر کے خواہ مخواہ ایک اور چیز حائل ہو جائے گی میری توجہ میں، میں دُنیا کو طلاق دے چکا ہوں اور عورت بھی دُنیا ہے تو جو مطلقہ ہو اس سے نکاح کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اندازہ کیجیے، ان کی آخرت کی تیاری کا کتنا اونچا معیار ہے، اُس بچی کا بھی کیا معیار ہے، وہ بھی تیاری کے لیے کر رہی ہے، یہ بھی تیاری کر رہے ہیں، یہ سمجھ گئے بوڑھے تھے کہ نکاح کر کے ساری ذمہ داریاں لے لوں تو میری اپنے اللہ سے توجہ ہٹ جائے گی۔ اس واسطے کوئی آدمی اپنے اختیار سے ایسا کام ذمہ داری میں نہ لے جس سے آخرت کی تیاری میں فرق آ جائے، اللہ کے درمیان حائل ہو جائے، کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہیے۔

حقیقی عقلمند

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے پوچھا، آپ ذرا مجھے سمجھا دیجیے کہ لوگوں کی تباہی کس بات میں ہوتی ہے؟ کس طرح لوگ دُنیا کی زندگی خراب کر لیتے ہیں؟ بنیادی طور پر کیسے تباہ ہو جاتا ہے انسان، کہ اس طرح آخرت تباہ ہو جائے گی؟ آخرت کی تباہی کے دُنیا میں کیا سبب ہوتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا مردہ دلی میں ہوتا ہے، دل مردہ ہو جاتا ہے تو آخرت کی تیاری نہیں کرتا۔ یہ حیران کہ مردہ دلی سے کیا مراد ہے، پوچھا حضرت یہ صاف کر دیجیے کہ مردہ دلی سے مراد کیا ہے؟ فرمایا دُنیا کی طرف راغب ہونا اور آخرت کو چھوڑنا یہ مردہ دلی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ" وہ عقل مند ہے، وہ سمجھ دار ہے جو اپنے نفس کو سدھارے، مجبور کر کے اللہ کے لیے لگائے "وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ" اور مرنے کے بعد جو کام آنے والی چیز ہے اس کے لیے تیاری، اُس کے لیے اعمال کرے۔

دو تین دفعہ پہلے بھی عرض کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو اللہ تعالیٰ سیدھا راستہ دکھانا چاہتا ہے اُس کا سینہ فراخ کر دیتے ہیں، کھول دیتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا، یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سینہ کھلنے کی کیا نشانی ہے؟ فرمایا: "تَجَافِیْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِنَابَةُ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ" جس سے اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اس کا مستقبل اچھا ہو جائے تو اس کو دُنیا سے نفرت دلا دیتے ہیں اور آخرت سے رغبت دلا دیتے ہیں۔ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی دُنیا کی بے ثباتی اور دُنیا کے اندر مشغول ہونے والے کو فرماتے ہیں شعر میں:

دنیا گلے کا ہار ہے دین نظر میں خار ہے

دین کو سمجھتے نہیں ہیں دین کی بے وقعتی ہوتی ہے، دین داروں کی بے وقعتی ہوتی ہے، یہاں تک کہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے وقعتی اب ہوگئی ہے۔ یہ موجودہ نسلیں جو جا رہی ہیں، نہ خدا کو سمجھتی ہیں، نہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سمجھتی ہیں، نہ قیامت کو سمجھتی ہیں، دین کو لوگوں نے پسِ پشت ڈال رکھا ہے۔ فرماتے ہیں:

دنیا گلے کا ہار ہے دین نظر میں خار ہے
یہی اگر بہار ہے، آگ لگے بہار میں

قبر کی پکار

اپنے معیار سے بات کر رہے ہیں اس واسطے انسان کو یہاں جب تک رہے، آخرت کی تیاری کرنا ضروری ہے، یہ وقت جو جا رہا ہے بڑا قیمتی ہے، ایک ایک لمحہ بڑا قیمتی ہے، بڑی جلدی میں ہم دار الخلود کی طرف چلے جائیں گے، بہت جلدی

اس دُنیا کو چھوڑنا پڑے گا، ساری چیزیں یہیں رہ جائیں گی، آپ کو معلوم ہوگا، قبر جو ہے جہاں مر کے جانا ہے وہ روزانہ تین دفعہ پکارتی ہے، اب ہمیں نہ سنائی دے تو اور بات ہے لیکن جن کو سنائی دیا اُن کا تو اعتماد کرنا چاہیے ناں؟ یا تو اپنا دل ایسا بنا لے کہ آپ کو سنائی دے تو کوئی معتبر ہستی سوائے۔

تو جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمادیا تو اب تم کون ہو انکار کرنے والے؟ تو ہر روز تین تین بار پکارتی ہے قبر، اے آدم کے بیٹے! میں وحشت کا مکان ہوں، میں تنہائی کا مکان ہوں، میں اندھیری کوٹھڑی ہوں، میں خاک اور دھول سے پُر ہوں، میرے اندر سانپ ہیں بچھو ہیں تو میری پیٹھ پر چلتا پھرتا تھا، اب میرے اندر آ کر تو ہل بھی نہیں سکے گا، یہ آگے تشریح ہے بات اُتنی ہے جتنی ہے۔

میں وحشت کا مکان ہوں، تنہائی کا مکان ہوں، میں اندھیری کوٹھڑی ہوں، میں خاک اور دھول سے پُر ہوں، میرے اندر سانپ ہیں بچھو ہیں، آگے جو ہیں تشریح کررے ہیں اُس کی، تو میری پیٹھ پر حرام کھاتا تھا، میرے اندر آ کر تجھے کیڑے کھائیں گے تو میری پیٹھ پر دن رات گناہ کرتا تھا، میرے اندر آ کر گناہوں کا بدلہ سخت عذاب پائے گا، تو میری پیٹھ پر ناجائز ہنستا، کھیلتا تھا، میرے اندر آ کر روئے گا، چلائے گا، تو میری پیٹھ پر خوشیاں مناتا تھا ناجائز، حرام خوشیاں، میرے اندر آئے گا اُس کا بدلہ پائے گا، سخت غمگین ہوگا تو میری پیٹھ پر غرور اور تکبر کرتا تھا، میرے اندر آ کر ذلیل اور خوار ہوگا تو میری پیٹھ پر برے عمل کیا کرتا تھا، میرے اندر آ کر تجھے برے عملوں کی نسبت پوچھا جائے گا تو لوگوں کے درمیان گندی باتیں، بری باتیں سب پر فخر کرتا تھا، فضول بکواس کرتا تھا، میرے اندر آ کر چپ چاپ گونگا ہونا پڑے گا تجھے، تو دُنیا کی زندگی پرمست تھا، گناہوں والی زندگی میں مست تھا، میرے اندر آ کر حیران اور پریشان ہوگا۔

آگے اور فرماتے ہیں اب جاگ تو، اب سمجھ لو، ہوشیار ہو جاؤ، میری پیٹھ پر مہلت کو غنیمت جانو، جتنے دن کی زندگی ہے اُس کو غنیمت سمجھ لو اور جتنے نیک اعمال ہو سکتے ہیں کرو، قرآن مجید کی تلاوت کو اپنا مونس بنالو، قرآن مجید کی تلاوت جتنی زیادہ کرو گے اتنا کام آئے گا، نمازِ تہجد کا میرے لیے چراغ تیار کر کے ساتھ لاؤ، خوفِ الٰہی سے روتے رہو، کثرت سے کلمہ طیبہ کا ورد کرتے رہو تا کہ میرے اندر آ کر منکر، نکیر کے سوالات کا جواب آسان ہو جائے، میرے اندر آ کر تمہاری قبر جو ہے جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ بن جائے تو ہر انسان جو ہے اُس کو اپنی معینہ مدت تک، جتنی مدت اس کی مقرر ہے، زندہ رہنے کے بعد بالآخر مرنا ہے، یہ نظام فطرت ہے، قدرتی قانون ہے اور تمام لوگوں کا اس پر اتفاق ہے، آپ دُنیا میں دیکھیں گے، لوگوں نے خدا کا انکار کیا، لوگوں نے رسولوں کا انکار کیا لیکن موت کا انکار کوئی نہیں کر سکا، اتنی یقینی چیز ہے اور پھر ہم اُس سے غافل ہیں۔

رفتہ رفتہ زندگی ختم ہو رہی ہے

جتنی ہماری عمر بڑھتی جاتی ہے اتنا ہم روز بروز مرنے کے قریب ہو رہے ہیں، ہم سمجھتے ہیں ہم بڑے ہوتے چلے جا رہے ہیں، حقیقت یہ ہے ہم چھوٹے ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ جتنے سال کوئی زندہ رہا اُتنے سال گھٹ گئے انسان کے، آج کا دن آیا ہے کل کا دن جو گزرا وہ ہماری زندگی سے کم ہو گیا اور ہم ایک دن رات اور موت کے نزدیک ہو گئے۔ اسی طرح ہوتے ہوتے آخر ایک دن آئے گا ہماری زندگی کے سارے دن پورے ہو جائیں گے، آخری دن آئے گا وہ اور اُس وقت فرماتے ہیں کہ ایک فرشتہ آتا ہے وہ آ کر کہتا ہے کہ جتنے قدم تیری قسمت میں زمین پر

تھے وہ ختم ہو چکے ہیں اب اور قدم زمین پر نہیں رکھ سکے گا، پھر کچھ وقت کے بعد ایک فرشتہ آ کر یہ کہتا ہے جتنے لقمے کھانے کے تم نے کھانے تھے وہ بھی ختم ہو گئے، وہ لقمے جواب لکھے ہوئے تھے اب سب ختم ہو گئے، اس کے بعد تیری قسمت میں کوئی لقمہ نہیں ہے، پھر کچھ وقت کے بعد ایک فرشتہ آتا ہے کہتا ہے کہ جتنے پانی کے گھونٹ تیری قسمت میں تھے وہ بھی ختم ہو گئے، جتنا تیرے مقدر میں پانی لکھا تھا سب پی چکا ہے، اب آخری گھونٹ پینا بھی نصیب نہیں ہوگا، پھر آخری وقت میں فرشتہ آتا ہے یہ سانس لے لے تو، یہ آخری وقت ہے سانس بھی نہیں لے سکے گا، یہ ہے دُنیا کا حشر۔ تو زندگی پوری ہوگی موت آ جائے گی قبر میں پہنچ جائیں گے، قبر جو ہے بڑی سخت ترین منزل ہے اور برابر انسان کا انتظار کر رہی ہے، جب قبر میں دفنایا جاتا ہے آدمی کو، تو کچھ عرصے بعد کفن بھی پھاڑ دیتی ہے، خون بھی چوس لیتی ہے، گوشت بھی کھا لیتی ہے، بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے اور ایک ایک جوڑ الگ ہو جاتا ہے۔ اگر اعتبار نہ آئے اگر کوئی اتفاق ہو کسی کو دفن کیا اور گنہگار تھا چند دن کے بعد قبر کھولو آپ دیکھیں گے جسم پھول چکا ہے، بعض اوقات جسم یہیں پھول جاتا ہے۔ ناک سے، منہ سے گندگی بہہ رہی ہے، کیڑے رینگ رہے ہیں، آنکھیں باہر کو آ رہی ہیں، اُس وقت کتنا بھی بڑا عزیز ہو وہ دیکھنا گوارا نہیں کرے گا، جلدی بند کر، بدبو سخت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ قبر کے عذاب سے بچائے، بڑی سخت منزل ہے۔ (آمین)

حضرت عثمان غنیؓ کی گریہ وزاری

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب قبر کا بیان ہوتا تھا تو اس قدر روتے تھے کہ ڈاڑھی مبارک تر ہو جاتی تھی، کسی نے پوچھا حضرت آپ دوزخ کے بیان سے اتنا نہیں روتے ہیں جتنا قبر کے بیان سے روتے ہیں؟ فرمایا: بھئی پہلی منزل ہے اس میں کامیاب ہو گئے تو آگے ساری کامیابی ہے، اس وقت ناکام ہوا تو سب جگہ ناکامی ہوگی۔

ایک تھانیدار کا عبرت ناک واقعہ

بعض دفعہ اللہ جل شانہ قبر کے واقعات، برزخ کے واقعات دکھا دیتے ہیں، ہمیشہ نہیں دکھاتے کبھی کبھی دکھاتے ہیں، تاکہ ہمیں سبق حاصل ہو۔ ایک بزرگ تھے اُن کو کسی سپاہی نے مارا، انہوں نے کہا اللہ کرے تو تھانیدار ہو جائے، واقعی کچھ دن کے بعد وہ تو تھانیدار ہو گیا، مٹھائی لے کر آیا کہ آپ کی دُعا قبول ہو گئی ہے، کہنے لگا آپ کی دُعا قبول ہو گئی ہے، میں نے تو آپ کو مارا تھا، آپ نے دُعا دی۔ انہوں نے کہا میں نے تو بد دعا دی تھی کہ سپاہی ہو کر اتنا ظلم کر رہا ہے تھانیدار ہو کر تیرا کیا حال ہوگا؟ انہوں نے کہا نہیں حضرت جی معاف کر دیجیے، کوئی خدمت بتائیے، انہوں نے کہا اچھا مجھے ایک ایک بالشت کے بچھو چاہیے کچھ کام کرنا ہے میں نے، انہوں نے کہا حضرت جی میرا علاقہ لمبا چوڑا ہے میں مہیا کر دوں گا فکر نہ کریں، اب اپنے تھانے کی حدود میں سب کو حکم دیا کہ بچھو لاؤ بڑے بڑے، ایک بالشت کا بچھو کوئی نہیں تھا چھوٹے چھوٹے بچھو لائے ہیں، آخر آیا مقررہ مدت کے بعد، ایک بالشت کا بچھو تو کوئی بھی نہیں ملا سارے میرے علاقے میں بچھو چھوٹے چھوٹے لے کر آئے ہیں،

فرمایا اچھا چلو، قبرستان لے گئے فرمایا اس قبر کو کھدواؤ، ایک ایک بالشت کے بچھوؤں نے میت کو ڈھانپ رکھا تھا، کھا رہے تھے، نوچ رہے تھے، برابر ڈنگ مار رہے تھے، وہ غش کھا کر گر پڑا، اتنا عذاب دیکھ کر، کہا یہ بھی تھانیدار تھا جو مرا ہے، ظلم کر کر کے مرا ہے اس کو عذاب ہو رہا ہے، بچھوؤں کا، ایک ایک بالشت کا بچھو، یہ کبھی کبھی اللہ تعالیٰ دکھا دیتے ہیں۔

عذاب قبر کا عبرتناک واقعہ

ملتان میں ایک پروفیسر نور احمد صاحب ہیں۔ اب بھی ہیں انہوں نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہتے ہیں کہ یہ ۱۹۶۵ء کی جنگ تھی، اسلحہ اور بارود قبرستان میں دفن کیا گیا تھا اور ایک سپاہی کہتا ہے میری ڈیوٹی تھی اس وقت، میں چکر لگا رہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک قبر کے اندر کڑ کڑ ہڈیاں ٹوٹنے کی آواز آ رہی ہے، مجھے بڑا ترس آیا میں کھڑا ہو گیا، دیکھا کہ ایک طرف سوراخ ہے اور کیا دیکھتا ہوں ایک چوہے جتنا جانور ہے چھوٹا سا، وہ میت کو مارتا ہے جب کاٹتا ہے تو کڑ کڑ ہڈیاں ٹوٹ رہی ہیں اُس کی، مجھے بڑا ترس آیا، میں نے اینٹ کو ہٹا کر کہا اس کو اس بندوق سے مار دیتا ہوں، وہ چھپ گیا میں پیچھے ہٹ گیا، تھوڑی دیر کے بعد وہ جانور نکلا اور میرے قریب آیا اتنا آیا کہ مجھے کاٹے گا ابھی، اور مجھے کاٹے گا تو میرا کیا حال ہوگا؟ کہتا ہے کہ میں بھاگا، بھاگتے بھاگتے وہ میرا پیچھا نہیں چھوڑتا اور میں آگے بھاگ رہا ہوں تو میں نے خیال کیا جہاں بھی جاؤں گا میرے پیچھے لگا رہے گا، آگے ایک تالاب ہے، تالاب کے اندر میں گھس گیا کہ پانی کے اندر تو یہ جانور نہیں آئے گا؟ جب میں درمیان میں پہنچا تو میں پیچھے مڑ کر دیکھتا ہوں جانور کا کیا ہوا؟ دیکھتا ہوں اس نے اپنا منہ تالاب

کے اندر ڈالا ہوا ہے، سارا پانی تالاب کا اُبل رہا ہے جیسے گرم کرتے ہیں، پانی کو اُبلتا دیکھا، سارا تالاب کا پانی اُبلنا شروع ہو گیا ہے، میں جلدی سے باہر نکلا تا کہ میرا بدن اور نہ جل جائے، بڑی جلن شروع ہو گئی، باہر جا کے نکلا تو میرا بدن جل چکا تھا، مجھے ہسپتال میں داخل کیا، ہسپتال والوں نے کہا یہاں علاج نہیں ہے بڑے ہسپتال میں جاؤ، ملٹری کے بڑے ہسپتال میں لے گئے، انہوں نے کہا یہاں علاج نہیں ہے، امریکہ لے جاؤ، سرکاری خرچ پر ہوائی جہاز سے امریکہ بھیجا وہاں بھی علاج نہیں ہوا اُس کا، ہڈیاں رہ گئیں اُس کی۔ یہ پروفیسر نور احمد بیان کرتے ہیں کہ ہڈیاں باقی رہ گئیں، ایک چھوٹا سا جانور، آخرت کا عذاب کوئی معمولی بات ہے؟ میت کا کیا حال ہوگا؟ جو بار بار جو کر رہا ہے ہڈیاں کڑ کڑ کر رہی ہیں، میت کا کیا حال ہوگا؟

عذاب کا دوسرا واقعہ

ایک دفعہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر میں جا رہے تھے تو مقام بدر میں جہاں لڑائی ہوئی تھی اور لوگ دفن تھے، وہاں تھوڑی دیر کے لیے کھڑے ہو گئے، ایک قبر سے ایک آدمی نکلا، آگ لپٹی ہوئی آگ کی زنجیر گلے میں بندھی ہوئی اور اُسے کہا مجھے پانی پلاؤ، مجھے بڑی پیاس لگ رہی ہے، کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے پیچھے ایک اور آدمی نکلا جسے ہاتھ میں زنجیر تھی وہ نکلا اے عبداللہ! اسے پانی ہرگز نہیں پلانا، میں حیران تھا اُس کو زور سے کھینچا، قبر میں لے گیا، میں نے جا کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایسا ایسا واقعہ ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ عدو اللہ ابو جہل تھا، ابو جہل کو ساری زندگی قیامت تک یہ عذاب ہوتا رہے گا، آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے، یہ کبھی کبھی دکھا دیتا ہے اللہ تعالیٰ، کئی واقعات ایسے ہیں جو برزخ کے ہیں۔

دُنیا دھوکے کا گھر ہے

تو قبر میں جا کر معاملہ ہی دوسرا ہو جاتا ہے، آج ہم قبر سے پہلے ہم سمجھتے ہیں ہم بڑے آزاد ہیں جو چاہے عیش کرلو، جو چاہے مزے اُڑالو، جس طرح چاہو گاؤ، بجاؤ، رہو، کھاؤ پروا نہیں کرتے، یہ پتا نہیں کل کو کیا حشر ہونے والا ہے۔ تو فرماتے ہیں دُنیا کا قیام بہت تھوڑا ہے لیکن اس کا دھوکہ بہت زیادہ ہے۔ دُنیا دار الغرور ہے، دھوکہ کا گھر ہے، اس کا زندہ جلد ہی مرجائے گا، دُنیا میں رہے گا نہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ دُنیا بڑی ہماری طرف متوجہ ہے، ہماری کاریں بھی ہیں، بنگلے بھی ہیں، کوٹھیاں بھی ہیں، نوکر چاکر بھی ہیں، جائیداد بھی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہے۔ یہ دھوکہ ہے بالکل، اللہ تعالیٰ راضی اُس سے ہے جس کو فکر آخرت ہو، جو آخرت کی تیاری کرے، اُس سے ہوتا ہے، غریب ہو یا امیر ہو، اس دھوکہ میں نہ رہنا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت دے رکھا ہے۔

ذرہ برابر بھی نیکی وہاں کام آئے گی، ذرہ برابر برائی کی بھی سزا ملے گی وہاں، معلوم ہوگا وہاں، اس دھوکے میں رہنا نہیں چاہیے، دُنیا بڑی جلدی منہ پھیر لیتی ہے، یا یہ دُنیا تم کو ختم کردے گی یا دُنیا خود چلی جائے گی، یہاں سے ایسے واقعات ہم نے بہت دیکھے ہیں، کل امیر تھے، آج غریب ہیں، پائی پائی کے محتاج ہیں، فاقے میں ہیں، بہت سے آدمی دیکھے ہیں، اگر آج غور کریں تو یہاں پر ہی بڑی نصیحت ہو رہی ہے، آپ دیکھیں کئی لوگ تھے جنھوں نے بڑے بڑے محل بنائے، بڑی بڑی چیزیں بنائیں، لیکن آج کہاں ہیں نام و نشان نظر نہیں آرہا۔ انسان تندرست ہوتا ہے، طاقت ور ہوتا ہے، نشاط ہوتا ہے لیکن تندرستی اور طاقت اور نشاط کو انسان گناہوں

میں خرچ کرتا ہے، جس کو عبادت میں خرچ کرتا ہے، گناہوں میں خرچ کرتا ہے، یہ کتنی بڑی بدنصیبی کی بات ہے، تمہاری ایک بدنصیبی یہ بھی ہے کہ ہاتھوں میں سب کچھ ہے مگر دل میں کچھ نہیں ہے، مال ہے سب کچھ ہے، دل میں اللہ کا خوف نہیں ہے، اللہ کی محبت نہیں ہے، آخرت کی تیاری کی فکر نہیں ہے۔

جب جائے گا دُنیا کو سب کچھ دے کر جائے گا، ساری جتنی جائیداد ہے دولت ہے، ثروت ہے، حشمت ہے، سب دُنیا کو دے جائے گا اور خالی ہاتھ جانا پڑے گا، جس دُنیا کمانے میں دن رات ایک کیے تھے جائز، ناجائز، حلال، حرام کی پروا نہیں کی تھی، آج ساری چیز دُنیا کو دے کے جا رہا ہے، دُنیا والے کھا رہے ہیں، پی رہے ہیں، اب بتاؤ تمہیں کیا حاصل ہوا، کتنے افسوس کی بات ہے۔ یہاں بڑا خوش حال رہا ہو، یہاں بڑے فخر والی زندگی گزار رہا ہوں اور قیامت میں بھوکے، ننگوں کی فہرست میں، ان کی قطار میں کھڑا کر دیں گے، کیا حال ہوگا؟ وقت آنے والا ہے چھپنے والا نہیں ہے، اس وقت یہاں تیاری کرلینی چاہیے، بڑا دھوکے میں ہے انسان جو یہاں تیاری نہیں کرتا اور جب آخری وقت آتا ہے تو بڑا بے قرار ہوتا ہے۔

حالتِ نزع کی کیفیت

انسان بڑا پریشان ہوتا ہے کبھی اُدھر دیکھتا ہے کبھی اِدھر دیکھتا ہے، آنکھوں میں نور ہی نہیں رہتا، زبان سے بات بھی نہیں کرسکتا، بولنے کی طاقت بھی نہیں رہتی، حسرت کرتا ہے کہ بات کرسکوں بات کرنے کی طاقت نہیں ہوتی ہے۔

نزع کا عالم ہے جسم مضمحل ہے بیقرار

بے قرار ہے پریشان ہو رہا ہے۔

ہر طرف گھبرا کر اُٹھتی ہیں نگاہیں بار بار
نور آنکھوں میں نہیں چہرے پر زیبائی نہیں
حسرتِ گفتار ہے اور طاقتِ گویائی نہیں

بول ہی نہیں سکتے، دیکھ اے مغرور انسان اپنی ہستی آج دیکھ۔ کیا حال ہے، وہاں اکڑ رہا تھا، آج دیکھ تیرا کیا حال ہو رہا ہے؟

انسان کی اصلیت کیا ہے؟

ایک آدمی مسجد میں اکڑ کر چل رہا تھا تو کسی اللہ والے نے کہا کہ بھئی تو اکڑ کے کیوں چل رہا ہے؟ یہ تو اللہ کا گھر ہے، دُنیا میں بھی اکڑ کر نہیں چلنا چاہیے۔ "لَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا" دُنیا میں بھی اکڑ کے نہیں چلنا چاہیے تو مسجد میں اکڑ کے چل رہا ہے۔ اس نے کہا تم جانتے نہیں ہو میں کون ہوں؟ اکڑ والے، تکبر والے نے جواب بھی دیا، ان کو بزرگوں نے فرمایا خوب جانتا ہوں تم کون ہو۔ "أَوَّلُكَ نُطْفَةٌ..." تیری اوّل پیدائش ناپاک نطفے کی ہے۔ "وَآخِرُكَ جِيفَةٌ قَذِرَةٌ" اور انتہا تیری سڑی ہوئی لاش بن جائے گا تو، پہلے بھی ناپاک، آخر میں بھی یہ حال تیرا، ناپاک نطفے سے پیدا ہوا ہے، جب مرجائے گا سڑی ہوئی لاش بن جائے گا۔ "وَأَنْتَ تَحْمِلُ بَيْنَ ذَالِكَ عَذِرَةً" اور اس دُنیا کی زندگی میں سیروں، پاخانہ، پیشاب تیرے اندر بھرا ہوا ہے، نجاست اب بھی بھری ہوئی ہے اور گندہ دل الگ ہے تیرا، تو کہا میں خوب جانتا ہوں تیری اصل یہ ہے، آخر یہ ہے، ابتداء یہ ہے انتہا یہ ہے، درمیان میں تیرا یہ حال ہے ناپاکی لیے پھر رہا ہے، یہ اللہ کا احسان ہے اتنی گندگی کے ہوتے ہوئے تجھے انسان بنایا ہوا ہے۔ حیران ہو گیا وہ، تو فرمایا، دیکھ او مغرور! آج جا رہا ہے، دیکھ او مغرور انسان اپنی ہستی آج دیکھ، کیا ہو رہا ہے۔ تیرے ساتھ؟ تو اکڑ کر چل رہا تھا، آج دیکھ کیا بن رہا ہے؟ کہتا ہے کسی کو اپنے علم پر ناز ہوتا ہے، کسی کو اپنی سمجھ پر ناز ہوتا ہے، آسمان پر

دماغ جاتا ہے، میں ایسا ہوں، ایسا ہوں، میں ایسا ہوں اور یہ دُنیا جو ہے اس میں سب بات دیکھتا ہے، یہ عیش کا سامان ہے، یہ گانے کا سامان، یہ باجے کا سامان، یہ سامان، وہ سامان خوش ہوتا ہے اور اللہ کو سمجھتا ہے کوئی چیز ہی نہیں، اتنا دھوکے میں آجاتا ہے، اتنا عیش و عشرت میں مست ہو جاتا ہے، اللہ کو جانتا ہی نہیں، فرماتے ہیں یہ تیری ساری کی ساری خود پرستی آج مٹے گی جب قبر میں جانے لگے گا، مرنے لگے گا، تیری ساری خود پرستی جائے گی۔

بالآخر انسان کو خاک میں ملنا ہے

بس کہ علم و دانش سے فلک پر تھا دماغ

اپنی سمجھ بوجھ سے، اپنی عقل سے سمجھا کہ میرے جیسا کوئی ہے ہی نہیں۔

بس کہ علم و دانش سے فلک پر تھا دماغ
اور فانی دنیا نے تجھ کو وہ دکھائے سبز باغ

دُنیا کے پیچھے فریفتہ ہو گیا۔

ایک مخلوق خیالی تھا خدا تیرے لیے
اور تو نے یہ نہ سمجھا تھی پناہ میرے لیے

کس طرح مٹتی ہے تیری خود پرستی آج دیکھ۔ یہ خود پرستی جو ہے آج دیکھ، کیا بن رہا ہے؟ جب مر رہا ہے، کیا حال ہو رہا ہے؟ فرشتہ جو ہے قبضہ کر رہا ہے، دوزخ کے فرشتے بھی روح قبض کرنے کے لیے آرہے ہیں، ٹاٹ اور بدبو والا کفن لے کر آتے ہیں۔

یہاں خورِ ناز سے پھولوں پر نیند نہ آتی تھی
اب فلک تنہائی اور عالم گمراہی ہو چکی

یہاں بڑے بڑے بہترین بستروں پر تو کہتا تھا مجھے نیند نہیں آرہی، اب سارا جتنا اونچا سر ہے وہ ختم ہو جائے گا۔

اب تجھے ملنا پڑے گا خس و خاشاک میں
خاک کے پتلے تجھے ملنا پڑے گا خاک میں

پھر آگے کہتے ہیں:

عمر بھر دیکھی تھی عود، پستی آج دیکھ

یہ مرنے کا کیا نقشہ کھینچ رہے ہیں؟ بڑا سمجھا تھا میں بڑا ہوں، بڑا ہوں، بڑا ہوں، کہتے ہیں یہ جو تو دولت لیے پھر رہا ہے فخر کر رہا ہے کہ میرے پاس بڑا خزانہ ہے، بڑا روپیہ پیسہ ہے تو اس کو بھی تو ساتھ لے جا، قبر میں لے جا ساتھ، جب کوئی بھی نہیں لے جاتا، نہ کوئی لے جانے دیتا ہے۔

موت کے سامنے انسان بے بس ہے

کیا ہوا وہ تیری دولت کیا ہوا تیرا گنج
ہاں اسے بھی ساتھ لیتا جاتا تا حاصل ہو نہ رنج
ہر گھڑی بے تاب تھا تیرا نفس جس کے لیے

دُنیا کمانے میں بڑا بے تاب تھا۔

کیا یہیں تک تھی طلب تیری اس کے لیے

آخری سانس ہونا ہے طلب یہیں تک تھی تیری، چند دن کے لیے تو کتنا مست تھا، حلال و حرام کی تمیز نہیں ہے، خدا کتنا ناراض ہے پروا نہیں تجھے۔

ہر گھڑی بے تاب تھا تیرا نفس جس کے لیے
کیا یہیں تک تھی طلب تیری اس کے لیے

اپنی دولت پر بھی دردمند آج، سانس نکلا نہیں دیکھا، بے بس ہو رہا ہے، اپنی دولت پر بھی، اپنی بے کسی آج دیکھ جا رہے ہو چھوڑ کر دُنیا کو۔ تو فرماتے ہیں چھوڑ کر جائے گا کہاں؟ قبرستان کا نقشہ کھینچ رہے ہیں۔

اِک دنیا دور ہے دنیا سے اور دنیا میں ہے

قبرستان کی دُنیا شہر سے باہر ہوتی ہے۔

اِک دنیا دور ہے دنیا سے اور دنیا میں ہے
دور ہے آبادی سے اور آبادی میں ہے
شہر ہے شہر کے نزدیک اور صحرا میں ہے
اب تجھے حشر تک رہنا پڑے گا شاد بھی ناشاد بھی

اب وہاں رہنا پڑے گا تجھے جو نہ دیکھی تھی بستی وہ آج دیکھ۔ یہ واقعات پیش آنے والے ہیں اس واسطے بزرگوں نے نقشے کھینچ کھینچ کر تڑپ تڑپ کر دل کو سمجھایا ہے لیکن افسوس یہ ہے ہم اس دُنیا میں اتنا رچ بس گئے ہیں، اتنا اس میں دھوکہ کھاتے ہیں کہ آخرت کی فکر ہی نہیں کرتے، حالانکہ قرآن مجید کے مضامین ایک تہائی توحید کے مضامین ہیں۔ ایک تہائی رسالت کے مضامین ہیں، ایک تہائی سارے آخرت کے مضامین ہیں، ایک تہائی قرآن مجید آخرت سے بھرا ہوا ہے، لیکن ہمیں پروا ہی نہیں ہے، ہمیں نہ تو توحید پر اعتبار ہے نہ رسالت پر اعتبار ہے، نہ آخرت پر اعتبار ہے، ہم کہتے ہیں یہیں کھالے، پی لے، عیش کر لے، اگلے جہاں کو دیکھا تھوڑی ہے۔ اتنا ہم دھوکہ انسان کو دیتے ہیں۔

تو کہتے ہیں جو لوگ مال کی کثرت سے قابل رشک تھے، ہزاروں نکالنے کے باوجود خوب مال کماتے تھے اور جمع کرتے تھے، اس مال کو جمع کرنے میں ہر قسم

کی تکالیف کوخوشی سے برداشت کرتے تھے۔ لیکن اب دیکھو مٹی نے اُن کے جسموں کا کیا حال کردیا ہے؟ کیڑوں نے اُن کے جوڑوں اور ہڈیوں کا کیا حال بنایا ہے؟ اونچی اونچی مسہریوں پر نرم نرم گدوں پر خادموں کے درمیان سونے والے آرام کرنے والے، عزیز، قریبی رشتہ دار، پڑوسی ہروقت دلداری کرتے تھے، اب کیا ہورہا ہے قبر کے اندر؟ اب آواز دے کر پوچھو کیا گزررہی ہے؟ غریب ہوں یا امیر ہوں سب ایک میدان میں پڑے ہوئے ہیں، مال داروں کواُن کے مال نے کیا دیا ہے؟ سوچے انسان، غریبی نے غریبوں کو کیا نقصان پہنچایا ہے؟ وہاں کام آنے والے صرف اعمال ہیں، نیک اعمال ہیں، تو کام آئیں گے ورنہ کچھ کام نہیں آئے گا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی فکرِ آخرت

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تابعین میں سے بڑے اونچے مانے جاتے ہیں، اُن کے زمانے میں ایسا امن تھا کہ ایک عورت مشرق سے لے کر مغرب تک جائے کوئی دیکھنے والا، چھیڑنے والا کوئی نہیں تھا، کتنے ہی ہیرے جواہرات ساتھ لے کر جائے، دین کا خوب چرچا تھا دنیوی لحاظ سے، بڑے اچھے تھے۔ کہتے ہیں زکوٰۃ دینے والے تو بہت تھے لینے والے کم تھے۔ دینے والے کو تلاش کرنا پڑتا تھا کہاں گئے وہ، اتنا اچھا وقت تھا وہ، دینداری کی وجہ سے ساری برکت تھی۔

اوراُن کا اپنا حال یہ تھا روزانہ شام کو علماء کو، صلحاء کو، درویشوں کو اکٹھا کرتے اور فرماتے مجھے موت کے واقعات سناؤ۔ موت کے بعد جو قبر میں واقعات آنے والے ہیں وہ سناؤ، میدان محشر میں جو واقعات پیش آنے والے ہیں، وہ سناؤ تاکہ مجھے یاد رہے میں بھول نہ جاؤں، اس بات سے کہ تخت کے اوپر بیٹھ کر اس کو نہ بھول جاؤں، جانا تو وہیں ہے ناں؟ یہ تو چند دن کی بات ہے۔

جب وہ علماء، صلحاء، درویش لوگ باتیں کرتے قبر کی حقیقی باتیں کرتے تو اس قدر روتے، اس قدر روتے جیسے سامنے لاش پڑی ہوئی ہے، جیسے مردہ کوئی مرجاتا ہے، کوئی روتا ہے۔ اس طرح رویا کرتے تھے، ہائے میرے ساتھ یہ پیش آنے والا ہے، یہ پیش آنے والا ہے، یہ پیش آنے والا ہے۔ ایک دفعہ ان کی لونڈی نے کہا حضرت میں نے آج خواب دیکھا کہ آپ کے دادا کو لایا گیا اور اس کے پاس عمل تو تھا ہی نہیں سارے گناہ تھے اور گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا گیا، پھر آپ کے باپ کو لایا گیا، سارے بادشاہ تھے ناں؟ آپ کے باپ کو لایا گیا، اس کے بھی گناہ ہی گناہ تھے، اس کو گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا گیا، فرمایا پھر۔ پھر آپ کو لایا گیا یہ نام لینا تھا بیہوش ہوکر گر پڑے روتے روتے بیہوش ہوگئے کہ میرا کیا حال ہوگا؟ وہ چیخ رہی ہے حضرت آپ بچ گئے، آپ کو اللہ نے بچالیا ہے، آپ کو جنت میں بھیجا گیا، وہ چیخ رہی ہے اور وہ بیہوش پڑے ہیں۔ یہ تھا موت کا ڈر کہ پتانہیں میرے ساتھ کیا ہوگا؟ کیوں روزانہ اکٹھا کرتے سب کو؟ تاکہ موت یاد رہے۔ آج ہم موت کا نام لینے سے ڈرتے ہیں، موت کو یاد کریں تو نیک اعمال کریں، گناہوں سے بچ سکیں۔ ایک دن درویش لوگ، علماء، صلحاء چلے گئے تو خیال آیا اور پھر دوسرے دن جب آئے تو کہا کہ بھئی آج رات مجھے نیند نہیں آئی کہ جب آپ لوگ چلے گئے تو میں نے سوچا کہ کتنا بھی میرا عزیز قریب ہو، کوئی اچھے سے اچھا محبوب ہو، اس کو قبرستان میں دفن کرکے آئیں۔ تیسرے چوتھے دن جاکر کھولیں تو وہاں کھڑا ہی نہ ہو سکے، بدبو اس قدر آئے گی، کیڑے ہوں گے، ناک سے گند جارہا ہے، منہ سے جارہا ہے، آنکھیں باہر آرہی ہیں، جسم پھول رہا ہے، دیکھنے کو دل نہیں کرے گا۔ تو مجھے اس دہشت سے کہ کل کو میرا بھی یہ حال ہونے والا ہے۔ ساری رات مجھے نیند نہیں آئی۔ بادشاہ ہوکر خلیفہ ہوکر یہ

حال تھا اُن کا، تو موت کو یاد کرنے سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کو پتا ہے میں نے کہاں جانا ہے؟ میرا کیا حشر ہونے والا ہے؟ تیاری کرتا ہے اس کے لیے، تیاری کا مطلب کیا ہے؟ کہ گناہوں والی زندگی چھوڑے اور نیکی والی زندگی اختیار کرے انسان۔ کئی آدمی آپ دفن کر کے آتے ہیں، ایسے ایسے شعر کہا کرتے تھے، اونچے اونچے شعر کہا کرتے تھے، بڑی بڑی تقریریں کرنے والے، لوگوں کو مسحور کرنے والے، ایسے بیان کرتے کہ لوگ مسحور ہو جاتے تھے، رات کو شروع کرتے، صبح تک تقریر ہو رہی ہے، مست ہو رہے ہیں۔

قبر کا حال نیک اور بد کیلئے یکساں نہیں

آج جا کر پوچھو کیا حال ہو رہا ہے؟ گونگے ہو رہے ہیں خوبصورت چہرے، خوبصورت آنکھیں، نرم نرم کھال، جسم کہاں گیا؟ کیڑوں کی خوراک بن رہی ہے، یہ ہونے والا ہے سب، نوکر چاکر ہر وقت حاضر رہتے تھے، بڑے بڑے عالیشان کمرے، کوٹھیاں بنالیں، بڑے بڑے باغ ہیں سبز، بہترین کھانے کھاتے تھے، اب پوچھو قبرستان والوں کو اب تمہارے خزانوں کا کیا ہوا؟ کھانوں کا کیا ہو، کوٹھیوں اور بنگلوں کا کیا ہوا؟ پوچھو اُن سے کیا ہوا؟ عجیب بات ہے کروڑ پتی ہے اور قبر میں ایک پیسہ نہیں جا رہا ساتھ، سارے کروڑ یہیں چھوڑ کر جائے گا، کارخانے بھی یہیں چھوڑ کر جا رہا ہے، بنگلے بھی یہیں، کوٹھیاں بھی یہیں چھوڑے جا رہا ہے۔

یہاں تک کہ قبر میں کوئی تکیہ بھی نہیں دیتا۔ اب اکیلے ہیں، اندھیرے میں پڑے ہوئے ہیں، رات دن برابر پریشان رہتے ہیں نہ کسی کو بلا سکتے ہیں نہ کسی کے پاس جا سکتے ہیں۔ یہاں ایک آدمی پریشان ہے تو کسی کے گھر جا کر غم ہلکا کرتا ہے،

وہاں نہ بلا سکتے ہیں نہ کسی کے پاس جا سکتے ہیں۔ کتنے نازک بدن تھے مردوں کے اور عورتوں کے۔ آج بدن سڑ گئے ہیں، اعضاء ایک دوسرے سے جدا ہو گئے ہیں، آنکھیں نکل کر منہ پر آ گئی ہیں، پانی، پپ، لہو، بہا ہوا ہے، سارے بدن میں کیڑے رینگ رہے ہیں، یہ تو مرنے والے کا حال ہے، اور پر والے جو ہیں جائیداد تقسیم کر رہے ہیں۔

یہ حال ہے اُس کے اوپر کیڑے رینگ رہے ہیں، گل رہا ہے، سڑ رہا ہے اور جس کے لیے ساری عمر ضائع کی ہے، وہ سارے دوسرے لے گئے، مزے اُڑا رہے ہیں، ہاں وہ خوش نصیب ہے جنہوں نے زندگی کی حقیقت سے بھی، جنہوں نے آخرت کی تیاری کر لی۔ اس دھوکے کے گھر سے دھوکہ نہیں کھایا، قبر کو یاد کرتے رہے، قبر کی تیاری کرتے رہے، قبر کے لیے اپنا توشہ جمع کر کے اعمال نیک لے کر گئے، جانے سے پہلے وہاں سامان بھیج دیا، نیکیاں بھیج رہے ہیں، صدقہ اور خیرات بھیج رہے ہیں، اللہ کو راضی کرنے کا سامان بھیج رہے ہیں، صدقہ اور خیرات بھیج رہے ہیں، اللہ کو راضی کرنے کا سامان بھیج رہے ہیں۔ وہ البتہ ٹھیک ہیں اپنی قبر میں مزے اُڑا رہے ہیں، اُن کے تروتازہ چہرے ہیں، راحت کے آرام کے سامان ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے ”جو اللہ کا مقبول ہے نیک ہے مؤمن ہے جب قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو منکر نکیر آتے ہیں، پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ جس نے ساری عمر رب کو یاد کیا، کیا بھول جائے گا وہ؟ فوراً جواب دیتا ہے ”رَبِّیَ اللّٰہ“

حضرت رابعہ بصریہ کا عجیب واقعہ

اس سے مجھے ایک واقعہ یاد آیا۔ رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کو جب قبر میں دفن کیا گیا، فرشتے آئے پوچھنے لگے تیرا رب کونسا ہے؟ یہ اُن سے پوچھتی ہے تم بتاؤ کہاں سے آئے ہو؟ کہا ہم آسمانوں سے آئے ہیں، تو انہوں نے جواب دیا جب تم آسمانوں سے آ کر اپنے رب کو نہیں بھولے تو یہ پوچھتے ہو رب کونسا ہے۔ تیر؟ اتو میں ایک گز زمین میں نیچے آ کر رب کو بھول جاؤں گی۔ ساری عمر میں رب کو یاد کرتی رہی ہوں میں بھول جاؤں گی کیا؟ ایسے بھی اللہ کے بندے ہیں۔ بہرحال پوچھتے ہیں۔ مَن رَبُّكَ۔ تیرا رب کونسا ہے جو اللہ کا نیک بندہ ہے جس نے اپنی آخرت کی تیاری کر رکھی ہے جس نے اپنا سامان نیکی کا آگے بھیج رکھا ہے۔ "رَبِّيَ اللهُ" میں ساری عمر اللہ کو یاد کرتا رہا ہوں، میرا رب اللہ ہے، موٹے سوال ہیں، پھر پوچھتے ہیں "مَا دِيْنُكَ" تیرا دین کیا ہے؟ یہ جواب دیتا ہے "دِيْنِيَ الاسلامِ" میرا دین اسلام ہے۔ ساری عمر دین پر چلنے والے بھول تھوڑی جائے گا۔ پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان میں سارے حجابات زمین کے ہٹ جاتے ہیں، زیارت ہوتی ہے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی، پوچھا جائے گا "من رجل هذا المبعوث" جانتے ہو یہ کون ہستی ہے؟ جو تمہارے اندر بھیجے گئے تھے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پر ساری زندگی گزاری، سنت پر عمل کرتا رہا، فوراً کہے گا "هذا رجل محمد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم" یہ جواب دے گا۔

اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا وظیفہ

آپ کو شاید یاد ہو گا ایک وظیفہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے وہ بھی ایک قبر کے جواب ہی ہیں جو صبح، شام تین بار پڑھ لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس کو اتنا راضی کرے گا وہ خود کہے گا اللہ تعالیٰ میں راضی ہو گیا ہوں۔ "رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا وَّرَسُوْلًا" صبح شام جو تین دفعہ پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے ایسے اعمال کی توفیق عطا فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اتنا راضی ہوں گے کل قیامت کے دن اتنا دیں گے، پوچھے گا اے میرے بندے! تو راضی ہو گیا؟ کہے گا جی ہاں میں تو راضی ہو گیا ہوں۔ "رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا وَّرَسُوْلًا" میں اللہ کے رب ہونے کے لحاظ سے راضی ہوں اور اسلام میرا دین ہے اس میں بھی میں راضی ہوں، میں اسلام پر راضی ہوں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے نبی ہیں اور رسول ہیں۔ صبح شام انسان پڑھتا ہے سوالوں کے جواب بھی پکے ہو جاتے ہیں۔

نیک انسان کا قبر میں اعزاز و اکرام

جب یہ جواب دے دیتا ہے مرنے والا، تو آسمان سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ جواب دیتا ہے کہ میرے بندے نے صحیح صحیح جواب دیئے ہیں اب کیا ہے "فَافْرِشُوْا مِنَ الْجَنَّةِ" جنت کا فرش بچھا دو اس کے نیچے۔ "وَاَلْبِسُوْا مِنَ الْجَنَّةِ" جنت کا لباس پہنا دو۔ "وَافْتَحُوْا اَبَابًا اِلَى الْجَنَّةِ" جنت کا دروازہ کھول دو جنت سے خوشبودار ہوائیں آئیں، یہ شہزادہ ہے شہزادہ۔ جنت کے لباس آرہے ہیں، شہزادہ ہے جنت کے فرش بچھ رہے ہیں، جنت کی ٹھنڈی خوشبودار مزے دار ہوائیں آرہی ہیں،

خوش ہو رہا ہے اور قبر کو حکم ہوتا ہے جہاں تک اس کی نظر جاتی ہے تو فراخ ہو جا۔ یہ عالم برزخ کے واقعات ہیں ہم تو اس قبر کو سمجھتے ہیں، عالم برزخ دوسرا ہوتا ہے، حدِ نظر تک قبر فراخ ہو جاتی ہے اور قبر منور ہو جاتی ہے ویسے تو اندھیرا ہوگا اللہ والوں کی قبر منور ہو جاتی ہے، ہر ایک شخص آتا ہے بڑا خوبصورت، ہر عضو اُس کا بڑا خوبصورت ہے، لباس بہترین، بات کرتا ہے بڑی میٹھی، بڑا اچھا ہے، یہ اُس کو دیکھ کر بڑا خوش ہوتا ہے۔ تو یہ کہتا ہے کہ تو کون ہے؟ وہ کہتا ہے "اَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ" میں تیرا نیک عمل ہوں، میں اس وقت تیرے پاس آیا ہوں، میں قیامت تک تیرے پاس رہوں گا، عذاب آئے اس وقت روکوں گا، کوئی وحشت آئے اس وقت روکوں گا، میں تیری حفاظت کرنے والا ہوں، پھر ایک آواز آتی ہے "نَمْ كَنَوْمَةِ الْعُرُوْسِ" جس طرح دُلہن سو جاتی ہے اس کو کوئی چھیڑنے والا نہیں ہوتا، کوئی بلانے والا نہیں ہوتا، تو بھی آرام سے سو جا، تجھے اللہ تعالیٰ قیامت میں اُٹھائیں گے۔

برے انسان کا انجام قبر میں

یہ ہے آخرت کی تیاری کرنے والا، یہ ہے نیکیاں کرنے والا، یہ ہے گناہوں سے بچنے والا، ایک یہ بھی ہے، ایک وہ بھی ہے، جسے کیڑے کھا رہے ہیں اور پریشان ہو رہا ہے، اس کے لیے فرماتے ہیں آگ کی تختیاں بچھا دی جاتی ہیں نیچے، جہنم کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے، قبر کو حکم ہوتا ہے، آگے سے پیچھے اوپر سے نیچے دباؤ اس کو، سزا دو اس کو، دباتی ہے قبر خوب اور ایک فرشتہ گونگا بھی ہے، بہرا بھی ہے اندھا بھی، اس کے ہاتھ میں گُرز ہوتا ہے، گُرز اتنا بھاری ہے ساری مخلوق نہیں اُٹھا سکتی، پہاڑ پر ماریں تو ریزہ ریزہ ہو جائے۔

وہ فرشتہ اندھا، گونگا، بہرا نہ دیکھ سکتا ہے نہ سن سکتا ہے، اس کی چیخ پکار نہیں سن سکتا نہ اُس سے بات کر سکتا ہے۔ بس مطلب اُسے مارنے سے ہے، مارتے رہو، وہ ریزہ ریزہ ہوتا ہے، پھر بن جائے گا، پھر مارتے رہو پھر ریزہ ریزہ ہو جائے، پھر بن جائے، پھر مارتا رہے اور نہایت بدشکل، کریح المنظر، برا لباس، بری شکل ڈراونی شکل والا آتا ہے، وہ کہتا ہے تو کون ہے؟ بھئی میں پہلے ہی مر رہا ہوں؟ تو آ گیا، وہ کہتا ہے میں تیرے برے اعمال ہوں، اب تو سزا بھگتتا رہ، یہ ہی تیرا حشر ہوگا، قیامت تک یہ تیرا حال ہوگا، جہنم میں جلنا الگ ہوگا، پھر سانپ اور بچھوؤں کو مسلط کیا جاتا ہے، ایسے ایسے سانپ بچھو ہیں، دُنیا میں کسی کو کاٹے ۴۰ سال تک اُس کا زہر چلتا رہے، سر سے پیر تک شروع کرتے ہیں ناف تک آتے ہیں، پھر دوسرے پیر سے شروع کرتے ہیں ناف تک آتے ہیں، پھر واپس جاتے ہیں کاٹتے کاٹتے، کاٹتے رہیں گے، برزخ کا انعام بھی قیامت تک رہے گا، برزخ کا عذاب بھی قیامت تک رہے گا، پھر آگے فیصلے ہوں گے۔

انسان کا یہ حشر ہونے والا ہے۔ آگے دوسرے عذاب کے واقعات الگ ہیں۔ جن لوگوں نے تیاری کی تھی وہ قبروں میں مزے اُڑا رہے ہیں۔ اب فرماتے ہیں جس زندگی میں انسان کے رگ وپے میں، رگ رگ میں دُنیا رچی ہوئی ہو اور دُنیا کے اندر مشغول رہا ہو، نہ کبھی نماز پڑھی ہو، نہ کوئی روزہ رکھا ہو، نہ کوئی تراویح کی ہو، نہ کلمہ شریف پڑھا ہو تو کیا آپ اُمید کر سکتے ہیں کہ اُسے مرتے وقت کلمہ شریف نصیب ہوگا کیا اُمید کر سکتے ہیں، مرتے وقت بھی دُنیا کی باتیں کرتے جاتے ہیں، کئی ایسے واقعات ہیں جو دُنیا میں جتنا رچے بسے ہیں، اُتنا ہی دُنیا کی باتیں کرتے ہیں۔

گناہوں کی وجہ سے خاتمہ خراب ہونے کا خطرہ ہوتا ہے

ایک تاجر تھا وہ ڈنڈی مارتا تھا، کم تولتا تھا، اسی طرح ساری عمر گزار دی، نیکی کی طرف کبھی جاتا ہی نہیں تھا، آخری وقت میں اُسے کہا کلمہ شریف پڑھو، وہ کہتا ہے، میں پڑھنا چاہتا ہوں، ترازو کی نوک میری زبان میں اَڑ جاتی ہے، پڑھنے نہیں دیتی، یہ حال ہوتا ہے۔ ایک آدمی ایسا تاجر تھا وہ بھی دُنیا کی طرف رچا ہوا تھا، نیکی کی طرف نہیں جاتا تھا، اسے کلمہ شریف کہتے ہیں کہ کلمہ پڑھو وہ کہتا تھا "دہ دوازدہ، دہ دوازدہ" ۱۰ کے ۱۲ لوں گا، دس کے بارے لوں گا۔ یہ کہتے ہوئے مر گیا وہ۔ یہ حال ہوتا ہے۔ ایک آدمی تھا کسی عورت کو ورغلایا تو وہ سمجھدار تھی، اُس نے کوئی حیلہ ویلہ کیا نکل گئی، بس ساری عمر اُسی کے راگ گاتا رہتا تھا، وہی راگ گاتے گاتے مر گیا۔ اس واسطے دُنیا میں ایسا مشغول ہونا کہ نیکی کا خیال نہ رہے، خدا کو بھول جائے انسان، یہ نہیں کرنا چاہیے۔ دُنیا کے سارے کام کرو، کھیتی باڑی بھی کرو، ملازمت بھی کرو، تجارت بھی کرو، جو کام کرنا ہے صنعت وتجارت کے پیشے سارے کرو، ایک غلام بن کر کرو، اللہ کا حکم مان کر کرو۔ جائز وناجائز میں تمیز کرو، حلال وحرام کی تمیز کرو، پھر جو چاہے کرو۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت ملازم بھی تھے، باغ بان بھی تھے، کاشت کار بھی تھے، تاجر بھی تھے، صنعت پیشہ کرنے والے تھے۔ سب غلام بن کر استعمال کرتے تھے، اللہ کے مقبول تھے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔ دین یا شریعت اللہ اور اللہ کا رسول، ہماری دُنیا کی ساری چیزیں کوئی نہیں چھڑاتا، گناہ چھوڑو بس باقی سارے کام کرو۔

من نہ گویم از دنیا جدا باش

جہاں رہو خدا کے بندے بنے رہو

ہم یہ نہیں کہتے کہ دُنیا چھوڑ دو، ہم یہ نہیں کہتے دُنیا چھوڑ دو۔

بہر جا کہ باشی باخدا باش

الگ ہو جاؤ، بس جہاں بھی رہو اللہ کو مانتے رہو، اللہ کو جانتے رہو، اُن کا کہا مانتے رہو، اللہ والے بن کے رہو، کوئی کام اُن کی مرضی کے خلاف نہ کرو۔

من نہ گویم از دنیا جدا باش
بہ ہر جا کہ باشی باخدا باش

تو فرماتے ہیں کہ آج تم گرمی کا سامان بھی کرتے ہو، سردی کا سامان بھی کرتے ہو، کھانے کا سامان بھی، پینے کا سامان بھی کرتے ہو۔ اگلے جہاں میں کپڑوں کی ضرورت ہوگی کہ نہیں ہوگی؟ کھانے پینے کی ضرورت ہوگی نہیں ہوگی؟ رہنے کی ضرورت ہوگی نہیں ہوگی؟ اس کا سامان کیوں نہیں کرتے ہو؟ جب ملک الموت آجائیں گے، کوئی چیز ان کو ٹال نہیں سکے گی، کتنے افسوس کی بات ہے ہمارے والد مر گئے ہیں، ہماری والدہ مر گئی ہے، ہمارے بھائی مر گئے، ہمارے دادا مر گئے، ہمارے اور ملنے والے مر گئے، ہمارے مسجدوں کے نمازی مر گئے، ہمارے محلے کے لوگ مر گئے، اُن کے سارے غسل میں بھی شریک تھے، کفن میں بھی شریک تھے، دفن میں بھی شریک تھے، اتنے آدمی دفن کر رہے ہیں، اپنا خیال بھی نہیں، یہ نہیں کہ میں نے بھی مرنا ہے۔

دفن خود صدہا کیے زیر زمین
پھر بھی مرنے کا نہیں حق الیقین

تو یہ ہے کہ کوئی چیز ساتھ نہیں جائے گی، سب یہیں رہ جائیں گے۔ صرف ایک اعمال جائیں گے، اعمال کی تیاری کرلے انسان۔ کسی نے کہا ہے:

نوں گز تیری کفنی ہائی لوئے چار

کفن کا کپڑا ساتھ جارہا ہے یا تھوڑا سا پانی ڈالا، اُسے غسل دے دیا۔

ایہا تیڈی نصیب تھی منگ گئی گفتار

یہ زندگی غنیمت ہے

تیرے نصیب میں یہ ہی کفن ہے لے کر جارہا ہے اب بات ختم ہوگئی۔ ہاں خوش نصیب ہیں وہ جو آخرت کی تیاری کرلیں۔ خوش نصیب ہیں وہ جو حلال چیز اختیار کریں۔ خوش نصیب ہیں وہ جو حرام سے بچیں، خوش نصیب ہیں وہ جو جائز چیز اختیار کریں ناجائز سے بچ جائیں۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اللہ کو راضی کرنے کی یہاں فکر کرلیں اور اللہ کی ناراضگی سے ڈریں۔ یہ وقت ہے، یہ لحات زندگی کے، اللہ نے دیئے ہوئے ہیں، اس میں آدمی بڑی تیاری کرسکتا ہے۔ جب فرشتہ موت کا سامنے آجائے گا، گلے میں مرنے کی آواز شروع ہوجاتی ہے، اُس وقت نہ توبہ کرسکے گا نہ کوئی نصیحت کرسکے گا۔ اس سے پہلے سب کرسکتا ہے، اس واسطے انسان کو اللہ تعالیٰ نے مہلت دی ہوئی ہے، یہ دن اور راتیں ملی ہوئی ہیں، انہی دنوں میں اپنے اللہ کو راضی کرنا ہے، انہی دنوں میں اپنی قبر کا سامان کرنا ہے، انہی دنوں میں اپنے حشر کا سامان کرنا ہے، انہی دنوں میں اپنی جنت بنانی ہے چاہے دوزخ بنالے، جتنے اللہ کے مقبول ہوئے ہیں جنہوں نے آخرت کی تیاری کی، اسی زندگی میں کی ہے، کوئی اور زندگی نہیں ہے۔ آپ یہ خیال کریں کوئی اور زندگی مل جائے نہیں ملے گی۔

روایتوں میں آتا ہے کہ جہنمی لوگ داروغۂ دوزخ کو فریاد کریں گے، جہنمی جل رہے ہوں گے، اب ہماری توبہ، بڑا نقصان ہم نے اُٹھایا، بڑی سزا ملی، بڑا ہم جل رہے ہیں۔ ایک دفعہ ہمیں دُنیا میں بھیجو، اب نیک عمل کریں گے، اب یہ نہیں کام کرنا ہمیں، توبہ ہے۔ فرشتہ جواب دے گا نہیں زندگی تو تم کو مل چکی تھی، اب اور زندگی نہیں مل سکتی اور اگر بالفرض والمحال تم کو زندگی مل بھی جائے تو تم وہی کام کرو گے جو پہلے کام کرکے آئے ہو۔ تو اس زندگی میں انسان توبہ کرسکتا ہے پچھلے گناہوں کی معافی مانگ سکتا ہے۔ آئندہ کے لیے عزمِ مُصمم کرسکتا ہے۔ یا اللہ! میں آئندہ نیک بنوں گا، موجودہ وقت کو اپنے ٹھیک کرلے، ہر شخص اپنے اندر سوچے۔ میرے اندر کیا کیا ناجائز باتیں ہیں، کون کون سی حرام باتیں میں نے اختیار کی ہوئی ہیں، کون کون سی باتیں میرے اندر ایسی ہیں جس سے میری آخرت خراب ہورہی ہے، ہر شخص خود سوچے، پھر اُن چیزوں کو ٹھیک کرنے کی کوشش کرے اور آخرت کی پوری تیاری کرے۔

نیک لوگوں کا سفرِ آخرت

مرنے کا وقت ہو تو خوش ہوکر جائے یہاں سے، خوشیوں والی موت آئے اس کو، فرشتے بھی خوشخبری دیں کہ تو جنت میں جارہا ہے۔ عزرائیل علیہ السلام آتے ہیں، اللہ کے مقبول کے پاس۔ "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَلِيَّ اللّٰهِ" اے اللہ کے ولی! تجھ پر سلامتی ہو اور پھر ایک اور خوشخبری دیتے ہیں جب میں آرہا تھا تو اللہ نے فرمایا تھا میرا بھی سلام کہنا۔ اللہ کے بھی سلام آرہے ہیں۔ تو یہ کتنی خوش نصیبی ہے اور وہ کہتے ہیں اللہ کی خوشنودی کی طرف چل، جس گھر کو تو نے آباد کیا ہے وہاں چل، آبادی میں چل، یہ ویرانہ گھر ہے اور پھر قرآن مجید میں آتا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ

اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝

پانچ سو فرشتوں کی جماعت آتی ہے اللہ کے مقبول کے سامنے بیٹھ جاتی ہے قطار بنا کے، ہر فرشتہ جو ہے آ کے اُس کو خوشخبری دیتا ہے، عجیب عجیب عنوانات کی خوشخبری دیتے ہیں۔ اُن کے ہاتھوں میں زعفران کی چھڑیاں ہیں خوشبو پھیل رہی ہوتی ہے، اُن کے پاس جنت کا کفن ہوتا ہے، جنت کی خوشبوئیں ہوتی ہیں، وہ لے کر آتے ہیں، ہر فرشتہ خوشخبری دیتا ہے اور مرنے سے پہلے اُس کو جنت دکھا دی جاتی ہے کہ تو یہاں جا رہا ہے، فرشتے خوشخبری دے رہے ہیں۔ عزرائیل علیہ السلام آ کر سلام دے رہے ہیں، اللہ کا بھی سلام پہنچایا جا رہا ہے اور جنت بھی دکھائی جا رہی ہے اور یہ ہی پیغام دیا جا رہا ہے جہاں تو جا رہا ہے اس کا غم نہ کر "اَنْ لَّا تَخَافُوْا"

اگلے جہاں جا رہے ہو، وہاں خوف بالکل نہ کرنا، ڈرو نہیں تم، خوشخبری دی جا رہی ہے مرنے والوں کو اور جو پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہو، چاہے بھائی ہے، بہن ہے، بیوی ہو، بچے ہوں، اُن کا بھی غم نہ کر، ہم ولی وارث ہیں، آگے کا خوف ہٹا دیا ہے، پیچھے کا غم ہٹا دیا ہے۔ یہ نیک لوگوں کی شان ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیکی کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

ریل گاڑی میں بیان

14 دسمبر 1995ء بروز جمعرات بمطابق ۱۲ رجب ۱۴۱۵ھ کو عارف باللہ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحبؒ مدینہ منورہ ہجرت فرمانے سے قبل سکھر سے وزیر آباد بذریعہ تیز گام تشریف لائے راقم الحروف اور سیدی و مرشدی حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحبؒ اور دارالعلوم کبیر والہ کے دیگر متعلقین نے بھی ملتان سے خانیوال تک حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کے ساتھ اس نیت سے سفر کیا کہ شاید ہجرت فرمانے کے بعد دوبارہ حضرت سے ملاقات وصحبت کا شرف حاصل نہ ہو سکے تو ابھی کچھ طویل ملاقات کا موقعہ فراہم رہیگا۔ تو دوران سفر گاڑی میں حضرت ڈاکٹر صاحبؒ سے نصیحت کیلئے درخواست کی گئی جو حضرت نے قبول فرمائی اور جو نصیحتیں فرمائیں وہ ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ محفوظ کر لی گئیں اور اب قارئین کے افادہ کیلئے پیش خدمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان نصیحتوں پر عمل کرنے والا بنا دے۔ آمین! (از مرتب)

میرا اللہ مجھ سے راضی ہو!

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ ○

حضور ﷺ کا فرمان ہے من کان للہ کان اللہ لہ۔ جو شخص اللہ کا ہو گیا اللہ اس کا ہو گیا۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ہو جائیں تو آپ ان کے فرمانبردار اور تابعدار بن جائیں۔ کوئی قول ہو فعل ہو عمل ہو تو اس وقت سوچو کہ میرا اللہ اس سے راضی ہوگا یا ناراض ہوگا؟ اگر راضی نظر آئے تو کر لو، ناراض ہو تو چھوڑ دو اللہ (اللہ کی رضا کیلئے) نفس پر جتنے آرے چلانے پڑیں چلاؤ، لوہے کے چنے چبانے پڑیں چباؤ، بس اللہ کو راضی کرو حکیم الامت حضرت تھانویؒ ایک وعظ شروع کرتے وقت فرماتے ہیں۔ بنی آدم کے پیدا کئے جانے کا مقصد صرف ایک ہے وہ ہے اللہ کو راضی کرنا اللہ نے فرمایا: وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (کہ میں نے جن اور انس کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا) جس سے اللہ راضی نہ ہو اس کو سارا جہان ہاتھوں پر اٹھائے پھرے یہ سب بیکار ہے اور اگر اللہ راضی ہو سارا جہان اس کو حقیر سمجھے تو پھر بھی یہ کامیاب ہے۔

رضا تیری حاصل ہو کون و مکاں میں
یہی ہم تو بس اے خدا! چاہتے ہیں

لیکن پھر اللہ کے راضی ہونے کے مختلف عنوانات ہیں کبھی تو بیوی کے پاس جانے سے بھی راضی ہوتے ہیں اور کبھی والدین کی خدمت سے اور کبھی نوافل پڑھنے سے اور کبھی روزے رکھنے سے راضی ہوتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ جب بھی جس موقع کیلئے بھی ان کا جو حکم ہو اس کا بجالانا۔ یہی عبادت ہے اور یہی ان کی رضا کا ذریعہ ہے۔

اگر تو نہیں میرا تو کوئی شئے نہیں میری
جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں مری

سیدنا جناب رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں حضرت تھانویؒ کا ایک رسالہ نشر الطیب ہے اس کے آخر میں ہے۔ یعنی حضور ﷺ کی توجہ ہر گھڑی ہر آن اللہ کی طرف ہوتی تھی۔ تو جب آپ کا یہ حال تو ہم ایسا کیوں نہ کریں لہٰذا ہمیں بھی ہر وقت یہی دھن ہو یہی دھیان ہو نفس کی اصلاح کی دھن ہو اور اپنے اللہ کا دھیان ہو ہر وقت یہی سوچے کہ میں جہاں بھی جاتا ہوں اللہ میرے ساتھ ہے جیسا کہ فرمایا: وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ جو بھی میں کرتا ہوں اللہ دیکھ رہے ہیں اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌ م بِالْعِبَادِ۔ جو بھی میں بات کرتا ہوں وہ سن رہے ہیں وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ جو بھی میں دل میں منصوبے بناتا ہوں وہ جانتے ہیں اِنَّهٗ عَلِيْمٌ م بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ آخر میں چھپ کر جاؤں گا کہاں؟ کوئی جگہ ہے؟ کوئی مفر ہے؟ تو بس ہمیشہ یہی فکر ہو کہ میرا اللہ مجھ سے راضی ہو۔ پڑھائی کرو تو، یاد کرو تو، گھر جاؤ تو۔ بازار جاؤ تو۔ اس میں بیان کرتے کرتے حضرت تھانویؒ نے فرمایا تھا کہ بیوی کے منہ میں لقمہ دینا یہ بھی نفلی صدقہ اور ثواب کا کام ہے اس سے بھی اللہ راضی ہوتے ہیں۔ اشکال ہوتا ہے کہ بیوی کے منہ میں لقمہ دینا تو اپنی لذت کے لئے ہے اس میں ثواب کیسا؟ فرمایا کہ اللہ کی رضا کے تحت اگر کسی سے محبت بھی ہوگی تو اس سے بھی اللہ راضی ہوں گے، تو بہر حال ہر

وقت ہر کام میں یہی نیت ہو کہ میرا اللہ مجھ سے راضی ہو۔ کہ میرا اللہ مجھ سے راضی ہو۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۞ میں عبادت کے معنی ہیں عبدشدن، بندہ بن جانا۔ پہلے زمانے میں جو غلام ہوتے تھے ان کا کوئی کام متعین نہیں ہوتا تھا ان کو ہر کام کرنا پڑتا تھا آج کل تو کام تقسیم ہوتے ہیں باورچی کا کام کھانا بنانا۔ ڈرائیور کا کام گاڑی چلانا۔ دھوبی کا کپڑے دھونا لیکن غلام کا کام متعین نہیں ہوتا بس آقا جس وقت جو کام کہے وہ کرنا ہے کبھی بھنگی کا کام لیا جاتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی تقریب میں آقا کی دعوت ہے وہ نہیں جا سکتا تو غلام کو اپنا لباس پہنا کر نائب/نمائندہ بنا کر بھیج دیتا ہے بس جس وقت آقا جو حکم دے وہ بجالاتا ہے۔ اسی طرح ہم بھی اللہ کے غلام ہیں جس وقت جو حکم ہو اس کو بجالانا ہے حضرت تھانویؒ نے مثال دی ہے کہ ایک شخص مسجد میں آیا صف اول میں امام کے پیچھے تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتا ہے لیکن اچانک اس کے پیٹ میں ایسا بل آیا کہ اس کو پیشاب کا تقاضہ ہو گیا تو اب اس کیلئے حکم یہ ہے کہ وہ صف اول کو چھوڑ کر بیت الخلاء جائے اب اس کا ثواب اسی میں ہے اسی طرح ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحبؒ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں حرم میں نماز پڑھتا تھا بیماری کی وجہ سے کئی دن تک نہیں جا سکا میرا نقصان ہو گیا اور رونے لگا۔ حضرت نے تسلی دی فرمایا کہ ان شاء اللہ ثواب ملے گا کیونکہ جب کسی شرعی عذر کی وجہ سے کوئی معمولات چھوٹ جائیں تو اللہ تعالیٰ فرشتے کو حکم دیتے ہیں کہ اس کا ثواب برابر لکھتے رہو۔ جب وہ شخص چلا گیا تو اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ یہ شخص عارف لگتا ہے کیونکہ یہ جانتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب حاصل ہوتا ہے، حرم شریف میں نماز پڑھنے سے جس طرح اللہ راضی ہوتا ہے اسی طرح بیمار ہو کر گھر میں رہے اور دھیان حرم

شریف میں لگا رہے اس سے بھی ثواب ملتا ہے اس کی مثال ایسے ہے جیسے ایک آدمی کے دو بچے ہوں ایک بیمار ہو دوسرا تندرست ہو والا تندرس کو بازار کسی کام کیلئے بھیجتا ہے تو جو بیمار بچہ ہے وہ کہتا ہے کہ ابا جی میں جاتا ہوں والد کہتا ہے کہ نہیں تم بیمار ہو۔ کمزور ہو، دھوپ لگ جائیگی بیماری بڑھ جائیگی۔ تو وہ ابا کے سامنے بیٹھا رہتا ہے تو ابا کو (تندرست) کے کام کرنے سے محبت ہوگی اور بیمار کے نہ کرنے سے محبت ہوگی تو حال وہی اچھا جس میں اللہ تعالیٰ رکھیں جیسے کسی نے کہا ہے

ہم نے اس بے کیفی میں بھی کیف مسلسل دیکھا ہے
جس حال میں وہ رکھیں اس حال کو اکمل دیکھا ہے

تو بہر حال رضا بالقضاء ہونی چاہیے بس نصیحت ایک ہی کافی ہے کہ ایک اللہ کو یاد رکھیں باقی سب کو بھول جائیں۔

تو کر بے خبر ساری خبروں سے مجھ کو
الٰہی رہوں اک خبردار تیرا

بس ایک اللہ یاد رہے اسی کو کہتے ہیں

یکے دال ویکے بیں ویکے گو

ایک ہی کو سمجھو ایک ہی کو دیکھو ایک ہی سے بات کرو۔

بس اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا سچا فرمانبردار بنائے اور ہم سے راضی ہو جائے۔

آمین ثم آمین

حفاظ وقراء کے لیے انمول تحفہ

متشابہات کے حاشیہ والا سولہ سطری

قرآنِ مجید

چند اہم خصوصیات

۱۔ پورے قرآن میں مکرر آیات کی تعداد اور محلِ وقوع کا ذکر۔

۲۔ ملتی جلتی آیات کے درمیان فرق کی وضاحت۔

۳۔ وہ کلماتِ قرآنیہ جو لکھنے میں اور طرح اور پڑھنے میں دوسری طرح ہیں ان کی نشاندہی۔

۴۔ تلاوت میں پائے جانے والے عیوب کی نشاندہی۔

۵۔ طلباء کی دلچسپی کے لیے قرآنی معلومات پر مشتمل دو صفحات۔

اور دیگر کئی خوبیوں پر مشتمل نسخہ۔

ترتیب وتخریج	مفتی عبدالرؤف رحیمی

ملنے کا پتہ: مکتبہ فتحیہ متصل جامعہ محمدیہ عربیہ لطیف آباد نمبر ۲، نواب شاہ